بسلسلہ دفاع ناموس انبیائے کرام علیہم السلام

گلزارِ یوسف علیہ السلام

(مؤلفہ دلپذیر بھیروی) کا

تنقیدی جائزہ

مع

موت اور اس کے متعلقات

پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی

Marfat.com

Marfat.com

بسلسلہ دفاع ناموس انبیائے کرام علیہم السلام

گلزارِ یوسفؑ

(مؤلفہ دلپذیر بھیروی)

کا تنقیدی جائزہ مع موت اور اس کے متعلقات

پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی

M-33817

Marfat.com

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

کتاب: گلزارِ یوسفؒ اور توہین انبیائے کرام علیہم السلام
مع موت اور اس کے متعلقات

مؤلف: پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی

طبع اول: 2018ء

ضخامت: 296

کمپوزنگ: محمد صابر حیدری (0321-9814745)

297.16
ط
142450

ملنے کے پتے:

1۔ قاضی چن پیر الہاشمی اکیڈمی۔ مرکزی جامع مسجد سیدنا معاویہؓ چوک حویلیاں۔ ہزارہ (0343-8197530)
2۔ مولانا قاضی محمد حنیف خان، میت گلی، تھب، باغ، آزاد کشمیر
3۔ قاری محمد فاروق خان۔ کشمیر ٹی سٹور۔ نزد جی پی او، باغ آزاد کشمیر
4۔ چوہدری محمد یعقوب جنڈالی۔ چکار ضلع ہٹیاں آزاد کشمیر
5۔ راجہ افتخار احمد خان۔ مظفر آباد۔ آزاد کشمیر (0343-5643628)
6۔ چوہدری محمد اشرف جنڈالی۔ چکار، ضلع ہٹیاں، آزاد کشمیر
7۔ قاری ابوبکر صدیقی۔ ارجہ، دھیر کوٹ، آزاد کشمیر
8۔ چوہدری محمد طارق جنڈالی۔ چکار، ضلع ہٹیاں، آزاد کشمیر

Marfat.com

انتساب

راقم الحروف اس ادنیٰ کاوش کو

انبیائے کرام علیہم السلام بالخصوص

سید الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اپنے محترم و مشفق والد ماجد جناب

قاضی چن پیر الہاشمی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ کاملۃ

(م 3 محرم الحرام 1411ھ / 26۔ جولائی 1990ء)

جن کی مستجاب دعائیں ہمیشہ راقم کے شامل حال رہیں

اور

''جملہ متلاشیان حق''

کے نام

منسوب کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے

پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی

Marfat.com

PUNJAB
UNIVERSITY
LIBRARY

Marfat.com

فہرست مضامین

نمبر شمار	نام مضمون	صفحہ نمبر
1	عرض مصنف	8
2	مولوی دلپذیر کون؟	19
3	کتاب ''گلزارِ یوسف'' کا تعارف	30
4	بلا تحقیق نقل روایت کا شرعی حکم	36
5	عقیدہ عصمت انبیائے کرام علیہم السلام	42
6	سورہ یوسف کا شانِ نزول	48
7	گلزارِ یوسف اور توہین انبیاء کرام علیہم السلام	55
8	گلزارِ یوسف اور توہین حضرت یعقوب علیہ السلام	57
9	حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف منسوب ایک جھوٹا قصہ	65
10	حضرت یعقوب علیہ السلام کی مصر روانگی	72
11	حضرت یعقوب علیہ السلام کی وفات	86
12	حضرت یعقوب علیہ السلام کی سیرت	93
13	کیا منصبِ نبوت کسبی ہے؟	95
14	حضرت یعقوب علیہ السلام کا نکاح	99
15	گلزارِ یوسفؑ اور توہین حضرت یوسف علیہ السلام	106
16	''وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَ هَمَّ بِهَا....''	117
17	حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی پر گواہیاں	121
18	حضرت یوسف علیہ السلام کا بیان	122
19	''زلیخا'' (یعنی امرأۃ عزیز) کا اعتراف	123
20	عزیز مصر کا بیان	124
21	''شاہد'' کا بیان	125

Marfat.com

22	زنانِ مصر کا بیان	129
23	اللہ تعالیٰ کی گواہی	130
24	ابلیس کا اعتراف	131
25	حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ زلیخا کا نکاح	135
26	حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ زلیخا کے نکاح کی حقیقت	144
27	گلزارِ یوسف اور توہین حضرت داؤد علیہ السلام	166
28	حضرت داؤد علیہ السلام کا اوریا کی قبر پر معافی کی درخواست پیش کرنا	173
	حصہ دوم ...... موت اور اس کے متعلقات	
29	اسلام میں بدعت کی مذمت	179
30	بدعت کی تعریف	181
31	بدعت کی اقسام	192
32	اتباع الرسول صلی اللہ علیہ وسلم	194
33	موت اور اس کے متعلقات	201
34	موت کی یاد	204
35	قریب المرگ احکام	205
36	بعد از مرگ احکام	207
37	نماز جنازہ	208
38	نماز جنازہ کا طریقہ	211
39	دعا بعد نماز جنازہ کا شرعی حکم	215
40	دعا بعد نماز جنازہ کے جواز سے متعلق مفتی منیب الرحمٰن کا فتویٰ	222
41	مفتی منیب الرحمٰن کے فتویٰ کا تجزیہ	236
42	تلقین بعد الدفن کی شرعی حیثیت	241
43	اسلام میں تعزیت کا طریقہ	265
44	میّت کے گھر والوں کے لیے کھانے کا اہتمام	282
45	تعزیت کے موقع پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کی حیثیت	290
		292

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لَقَدۡ جِئۡنٰکُمۡ بِالۡحَقِّ وَلٰکِنَّ اَکۡثَرَکُمۡ لِلۡحَقِّ کٰرِھُوۡنَ (الزخرف78)

بے شک ہم لے آئے تمہارے پاس حق لیکن تم میں سے اکثر حق سے نفرت کرنے والے تھے۔

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُوۡنُوۡا قَوّٰمِیۡنَ بِالۡقِسۡطِ شُھَدَآءَ لِلّٰہِ وَلَوۡ عَلٰۤی اَنۡفُسِکُمۡ اَوِ الۡوَالِدَیۡنِ وَالۡاَقۡرَبِیۡنَ.... (النساء135)

اے ایمان والو! ہو جاؤ مضبوطی سے قائم رہنے والے انصاف پر گواہی دینے والے محض اللہ کے لیے۔ چاہے گواہی دینی پڑے تمہیں اپنے نفسوں کے خلاف یا اپنے والدین اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف....

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ جَآءَکُمۡ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوۡۤا.... (الحجرات6)

اے ایمان والو! اگر تمہیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو....

عَنۡ أبی هريرة رضی اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلم

کَفٰی بِالۡمَرۡءِ کَذِبًا اَنۡ یُّحَدِّثَ بِکُلِّ مَا سَمِعَ

(صحیح مسلم۔ باب النھی عن الحدیث بکل ما سمع۔ جلد اول ص8)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لیے بس اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات بیان کرتا پھرے (اور اس کی تحقیق نہ کرے)

Marfat.com

عرضِ مصنف

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی جمیع الانبیاء والمرسلین خصوصًا علی سید الانبیاء وخاتم النبیین محمد و علی اٰلہ وأصحابہ أجمعین۔أمّا بعد!

راقم الحروف کوحضرت والدصاحب، استاذ العلماء، پیرطریقت جناب قاضی چن پیر الہاشمی نوراللہ مرقدہ کی وفات (26جولائی 1990ء) کے بعد گذشتہ چھبیس (26) سال سے مسلسل آزادکشمیر کے سالانہ تبلیغی دورے پر جانے کی سعادت حاصل ہورہی ہے؛ مگر 2016ء میں پہلی مرتبہ ایک کتاب کاذکر سننے میں آیا۔ ہوایوں کہ چوہدری جلال دین کے بھائی چوہدری محمد فاروق بن چوہدری لعل دین آف جنڈالی اپنے ہی گھر میں آئے ہوئے ایک مہمان کے ہاتھ سے غیرارادی اور بالکل اتفاقی طور پراچانک گولی چل جانے کے نتیجے میں 25 شعبان 1437ھ مطابق 2۔جون 2016ء بروز جمعرات رحلت کر گئے۔مرحوم کے گھر میں عورتوں اور مردوں کے (غیر مخلوط) اجتماع میں دورانِ تعزیت رات کے وقت دیر تک ''نعتیہ'' انداز سے ایک کتاب پڑھی جاتی رہی اور سامعین بصد عقیدت واحترام اسے سننے میں محو رہے۔

استفسار کرنے پر معلوم ہوا کہ آج سے ایک سو سال پہلے 1916ء میں مولوی دلپذیر بھیروی نے ''گلزارِ یوسفؑ'' کے نام سے پنجابی زبان میں سورۃ یوسف کی ایک منظوم تفسیر لکھی تھی جو کشمیر کے مختلف علاقوں میں بالخصوص غمی کے مواقع پر رات گئے تک نہایت ہی عقیدت واحترام کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔ظاہر ہے کہ اس جواب سے کتاب کے مطالعہ کا اشتیاق بڑھ گیا۔بالآخر چوہدری محمد یعقوب صاحب کی ذاتی لائبریری سے زیرتبصرہ کتاب دستیاب ہوگئی۔

کتاب ''گلزارِ یوسفؑ'' کے سرسری مطالعہ سے معلوم ہوا کہ اس میں علاوہ دیگر لغویات وخرافات کے ایسا مواد بھی موجود ہے جو عقیدہ عصمت انبیآء کے بالکل منافی اور انبیائے کرام علیہم السلام کی صریح توہین پر مبنی ہے۔

چنانچہ 11۔رمضان المبارک 1437ھ/17۔جون 2016ء کو راقم الحروف نے

Marfat.com

جامع مسجد جنڈالی میں اپنے خطبہ جمعہ میں اس کتاب کا مفصل، مدلل اور بھرپور رد کرتے ہوئے لوگوں سے آئندہ اسے نہ پڑھنے کا وعدہ لیا۔ عوام نے بھرپور ساتھ دیا مگر بعض ''پرانے حضرات'' نے حسب ذیل ''اشکالات'' پیش کیے:

1- ''گلزارِ یوسفؑ'' میں صحیح اقوال بھی موجود ہیں جو قابل عمل ہیں۔ اگر قطعی طور پر اس کتاب کو پڑھنے سے منع کیا گیا تو بعض اچھی باتوں پر بھی عمل ترک ہو جائے گا۔

2- خوشی اور غمی کے موقع پر چونکہ جاگنا پڑتا ہے اس لیے وقت گزارنے کے لیے اس کا پڑھنا صحیح اور جائز ہے۔

3- حضرت یوسفؑ بہت زیادہ دکھی تھے اس لیے اس کتاب کے پڑھنے سے دکھ اور غم ہلکا ہو جاتا ہے۔

4- گلزارِ یوسف اور قرآن میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ ایک عالم کے قلم سے لکھی گئی سورۃ یوسف کی تفسیر ہے۔

5- آباء واجداد اور برس ہا برس سے اس خطہ کے لوگ اسے پڑھتے چلے آ رہے ہیں، علماء کرام کی موجودگی میں بھی پڑھی جاتی رہی ہے مگر کسی نے اس کتاب پر کوئی اعتراض نہیں کیا نیز جو پڑھتے پڑھتے فوت ہو گئے ان کا انجام کیا ہوگا؟

چنانچہ یکم شوال 1437ھ/6 جولائی 2016ء عید الفطر کے خطبہ مین جنڈالی میں ہی پانچ گاؤں کے نمائندہ اجتماع میں نہ صرف مذکورہ اشکالات کا جواب دیا گیا بلکہ ''گلزارِ یوسفؑ'' کی چند مزید توہین آمیز عبارات سے بھی عوام کو آگاہ کیا گیا۔ الحمدللہ اس طرح عوام میں جڑیں پکڑی ہوئی سو سالہ قدیم رسم کا خاتمہ ہو گیا۔

اسی طرح 18۔رمضان 1437ھ/24 جون 2016ء کو جامع مسجد ''ریڑ بن''، 17 شوال 1437ھ/22 جولائی 2016ء کوٹ گجراں پھر 8۔ذی قعد 1437ھ/12۔ اگست 2016ء کو جامع مسجد مرکز تھب میں مولوی دلپذیر بھیروی کی منافی عصمت انبیاءؑ اور مبنی بر توہین روایات عوام کے سامنے پیش کی گئیں۔

بعض احباب بالخصوص محب مکرم مولانا قاضی محمد حنیف خان صاحب خطیب جامع مسجد ''میت گلی'' نے کتاب ''گلزارِ یوسف'' اور اس کے مصنف مولوی دلپذیر کے ساتھ عوام وخواص

Marfat.com

کی محبت وعقیدت کے پیشِ نظر نہایت ہی اصرار کے ساتھ اس کی منافی عصمت انبیاءؑ اور توہین آمیز عبارات کو کتابی صورت میں پیش کرنے کا تقاضا کیا۔

لہٰذا عقیدہ عصمتِ انبیاءؑ کے تحفظ، احقاقِ حق، ابطالِ باطل اور مسلمانوں کو موضوع، جھوٹی، یہودی واسرائیلی روایات سے آگاہ کرنے کی خاطر "نقل کفر، کفر نہ باشد" کے اصول کے تحت انبیائے کرامؑ کی توہین سے متعلق چند عبارات پیش کی جارہی ہیں:

مولوی دلپذیر نے اپنی کتاب میں اہلِ تشیع کو بھی خوش کرنے کی کوشش کی ہے اور باقاعدہ "مناقب حیدر کرار قاتل کفار، اسداللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ، مدح اہل بیت حضرت جنت خاتون بنت سید الثقلین ام حسنین الشریفین رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، فضائل امام حسن علیہ السلام اور بیان فضائل امام حسین علیہ السلام" کے ابواب قائم کر کے موضوع روایات تک لکھ ماریں جن میں سے بعض روایات حسب ذیل ہیں:

اللہ تعالیٰ نے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع دی کہ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ آپ کی امت کے ہاتھوں قتل ہوں گے، جب آپ زیادہ مغموم ہوئے تو سورۃ یوسف نازل کر کے تسلی دی (حوالہ مذکور ص 49)۔

موصوف کتاب کے آخر میں زیرِ عنوان "خاتمۃ الکتاب بعون الوھاب" لکھتے ہیں کہ:

یا رب صدقہ نبی محمدؐ صدقہ پنج تناں دا
صدقہ پاک اماماں باراں صدقہ معصوماں دا

(حوالہ مذکور ص 640)

یہی نہیں بلکہ ایک یہ موضوع روایت بھی لکھ دی جس میں بتایا گیا کہ جب حضرت یوسفؑ نے زلیخا کی بینائی اور جوانی کی واپسی کے لیے دو رکعت نفل پڑھ کر دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس طرح دعا قبول نہیں ہوگی بلکہ یوں دعا مانگو پھر قبول ہوگی:

"الٰھی بحقّ محمدوالہ صلّی اللّٰہ علیہ والہ وسلّم أن تردّ علی ھٰذہ الضعیفة بصرھا ولا تخجلنی عندھا و عند النّاس"

(حوالہ مذکور ص 466)

الٰہی محمدؐ اور ان کی آل کے صدقے اس بوڑھی عورت (زلیخا) کو بصارت لوٹا دے اور مجھے

Marfat.com

زلیخا اور لوگوں کے سامنے شرمندہ نہ کرنا۔

مولوی دلپذیر نے ایک مقام پر معصوم فرشتوں کو بھی اللہ کا نافرمان ثابت کر دیا کہ: ''سزا کے طور پر اس فرشتے کا جسم جل گیا جسے جبرائیلؑ نے حضرت حسنؓ کے جسم کے ساتھ مس کیا تو اس کی برکت سے اسے شفا نصیب ہوئی۔

پھر ''تکبّر اوّل ملائك'' کا عنوان قائم کر کے سب سے پہلے فرشتوں کا تکبر بیان کیا۔ اس کے بعد تکبر دوم ابلیس، تکبر سوم فرعون، ذکر تکبر چہارم قارون'' کے ابواب قائم کیے۔ (حوالہ مذکور۔ص 95 تا 126)

امت مسلمہ میں ''سماع موتی'' کا مسئلہ مختلف فیہ ہے لیکن جو حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ ''مردے سنتے ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں لیکن ان کا جواب زندہ لوگ نہیں سن سکتے، مگر اس کے برعکس مولوی دلپذیر نے حضرت یوسف اور حضرت داؤد علیہما السلام کے حالات میں بیان کیا ہے کہ ''مردوں کا جواب زندہ لوگ سنتے ہیں۔''

حضرت یوسف علیہ السلام کے ضمن میں بتایا گیا کہ جب قافلہ والے انہیں کنوئیں سے نکال کر اپنے ساتھ مصر لے جا رہے تھے تو وہ راستے میں اپنی والدہ کی قبر پر روتے رہے حتیٰ کہ ان کی ماں نے یوں تسلی دی کہ:

گور سرہانے بیٹھا یوسفؑ رو رو کردا زاری
قبر کنوں آوازہ آیا قدرت خالق باری
اے یوسفؑ فرزند پیارے جاہُن رب حوالے
صبروں شکروں ہوسن تینوں فضل خداوند والے
امر مقدر مڑے نہ ہرگز جھل سریتے آیاں
ملسن بدلے صبر کمایاں جو تکلیفاں پایاں
کعب ابن احبار بتاوے ایہو آوازہ آیا
صبر کریں رب تیرے تائیں دیسی اجر سوایا

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ (حوالہ مذکور۔ص 238)

حضرت داؤد علیہ السلام کے حالات میں موصوف نے حد ہی کر دی کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی

Marfat.com

تمثیل میں حضرت داؤدؑ بار بار "اوریا" کی قبر پر جا کر اس سے ہم کلام ہوتے رہے پہلی دفعہ مبہم الفاظ میں حضرت داؤدؑ نے معافی مانگی تو اوریا نے یوں جواب دیا کہ:

ہور بیاں اک ایہ بھی سانوں سننے اندر آیا
جبرائیل داؤدؑ نبی نوں آکر ایہ فرمایا
قبر مبارک اوریا دی تے ونج معافی چاہو
مت محشر وچہ پکڑے تینوں عیب اپنا بخشاؤ
تاں پھر اوتھوں روندا روندا ٹریا نبی غفاری
قبر اُتے جد پوہتا جا کے سدّ کیتا ترّن واری
تیجی وار قبر دے وچوں ایہ آوازہ آیا
کون کوئی جس مٹھی نیندوں مینوں آن جگایا
نام داؤدؑ بتاون میرا آکھ پیغمبر رویا
بول لبیک کہیا پھر اس نے کیوں کر آون ہویا
بخشی اساں معافی تینوں یا مقبول ربانا
سن خوش خبری نبی اللہ دا فر گھرے ول دھانا

اس کے بعد جبرائیل نے حضرت داؤدؑ کو بتایا کہ اوریا کے معاف کرنے کے باوجود ابھی آپ کی خطا معاف نہیں ہوئی۔ اوریا کو دوبارہ اپنا اصل قصور بتا کر اس سے معافی مانگو کہ میں نے تمہیں اس مقصد کے لیے بھیجا تھا کہ تم اس لڑائی میں مر جاؤ تاکہ میں تمہاری بیوی سے نکاح کرلوں۔ چنانچہ داؤدؑ دوبارہ اس کی قبر پر آئے:

سن فرمان داؤد نبی نے کیتی پھر تیاری
روندا روندا قبر اس دی تے آیا دوجی واری
سارا حال سنایا اس نوں جیوں کر وحی سکھایا
اس تھیں بعد معافی کارن عرض سوال الایا
سن کر حال قبر تھیں اوریا بول آواز کریندا
ایہ تقصیر جو ہوئی تیں تھیں میں ناہیں بخشیندا

Marfat.com

ایہ گل سن کر نبی اللہ دا ہور زیادہ رویا
غش دی حالت ہوون لگی ایسا عاجز ہویا

(گلزار یوسف ص 554-555)

مولوی دلپذیر نے اپنے ''عقیدے'' کو صرف اس حد تک ہی محدود نہیں رکھا کہ ''مردوں'' کا کلام بھی زندہ سنتے ہیں بلکہ اس بات کا بھی اظہار کر دیا کہ ''مردے'' یہ بھی جانتے ہیں کہ اس وقت ان کے قریب سے کون سا قافلہ گزر رہا ہے اور اگر مردہ چاہے تو قبر سے باہر نکل کر قافلے کی معیت بھی اختیار کر لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت یعقوبؑ کا قافلہ اپنے بیٹے یوسفؑ سے ملاقات کی خاطر مصر جارہا تھا تو جوں ہی والدہ یوسفؑ کی قبر کے پاس سے گزرا تو والدہ یوسفؑ بھی بیٹے کے ساتھ ملاقات کرنے کے لیے فوراً قبر سے نکل کر حضرت یعقوبؑ کے پیچھے ''ڈاچی'' پر سوار ہو گئیں۔ مولوی دلپذیر اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں:

کرن روایت ماں یوسف دی رب نے پھر جوائی
قبروں اٹھ کر ساتھ یعقوبے اوہ بھی مصر سدھائی
ونج ملے محبوب یوسف نوں دونویں بابل مائی
جیوں کر بصری حسن ہوراں تھیں خاص روایت آئی
ایڈا فضل یعقوب نبی تے کیتا خالق سائیں
کل مراداں حاصل ہویاں اول آخر تائیں
کل پروار اکٹھا ہو کے نال نبی دے رلیا
کتنی عظمت حشمت سیتی مصر سوہاون چلیا

(گلزار یوسفؑ ص 592)

مولوی دلپذیر نے ''ذکر یعقوب علیہ السلام'' کا عنوان قائم کر کے لکھا ہے کہ:

حضرت اسحاق علیہ السلام نے ایک دن اپنے بیٹے ''عیص'' سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ آج گوشت کھانے کو میرا جی چاہتا ہے اگر تم شکار کر کے گوشت کھلا دو میں دعا کروں گا تجھے نبوت مل جائے گی۔

باپ بیٹے کے درمیان اس گفتگو کو حضرت اسحاقؑ کی بیوی اور حضرت یعقوبؑ کی والدہ

Marfat.com

نے سن لیا۔ انہوں نے حضرت یعقوبؑ سے کہا کہ بھائی کے شکار لانے سے پہلے تم گھر میں موجود بکرا ذبح کر کے اس کا کباب تیار کر کے پیش کر دو تا کہ نبوت کا منصب تجھے مل جائے۔

چنانچہ انہوں نے والدہ کے مشورہ کے مطابق عمل کیا اور خوب مصالحہ دار لذیذ کباب بنا کر اپنا تعارف کرائے بغیر والد کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اس طرح ایک منصوبہ بندی کے تحت حضرت اسحاقؑ کو دھوکے میں رکھ کر خفیہ طریقے سے نبوت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

موصوف نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف ایک ''ظلم'' یہ بھی منسوب کیا کہ انہوں نے ''بے رحمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی کنیز کے بیٹے کو فروخت کر کے اسے اس کی ماں سے جدا کر دیا تھا جس کے نتیجے میں حضرت یعقوب علیہ السلام کو بھی اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی کا غم برداشت کرنا پڑا۔

مولوی دلپذیر نے اپنی اس کتاب ''گلزارِ یوسفؑ'' میں حضرت یوسف علیہ السلام کی بھی شدید توہین کرتے ہوئے ''وَهَمَّ بِهَا'' کے تحت لکھا کہ:

جب زلیخا نے بند اور محفوظ کمرے میں حضرت یوسفؑ کو دعوتِ گناہ دی تو شیطان نے آپ کی پشت پر اپنا ہاتھ لگایا جس کی وجہ سے آپ پر ''شہوت'' غالب آ گئی جو چالیس مردوں کی شہوت کے برابر تھی۔ پھر آپ نالہ / ازار بند کھول کر زلیخا کے قریب گئے اور پلنگ اور بستر میں داخل ہو گئے۔

مولوی دلپذیر نے حضرت داؤد علیہ السلام کی توہین کرتے ہوئے ایک غلیظ اور فحش ترین داستان ان کی طرف منسوب کر دی کہ:

حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے سپاہی اور پڑوسی اوریا کی خوبصورت بیوی کو غسل کرتے ہوئے دیکھ لیا اور پیغمبر اس پر عاشق ہو گئے۔ پھر اس کو حاصل کرنے کے لیے اوریا کو دولت و منصب عطا کر کے محاذ جنگ پر بھیجا تا کہ وہ قتل ہو جائے پھر اس کی بیوی کو اپنے حرم میں داخل کر لیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

اس طرح مولوی دلپذیر اپنی زیر تبصرہ کتاب میں منافی عقیدہ عصمتِ انبیاء اور جھوٹی و اسرائیلی روایات لا کر حضرت یعقوب، حضرت یوسف اور حضرت داؤد علیہم السلام کی صریح توہین کے مرتکب ہوئے۔

Marfat.com

مولوی دلپذیر کی مذکورہ خرافات کے برعکس اہل السنت والجماعت کا اجماعی اور متفقہ عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء ورسل قبل از نبوت ورسالت بھی معصوم ہوتے ہیں اور بعد از نبوت بھی۔اللہ تعالیٰ نے شیطان کو انبیائے کرامؑ پر تسلط کا اختیار ہی نہیں دیا جس کا خود شیطان نے بھی اقرار کیا۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

"اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْغَاوِیْنَ○

(سورۃ الحجر 42)

یقیناً جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا (یعنی شیطان کا) کوئی زور نہیں چلے گا سوائے ان کے جو گمراہ ہونے والوں میں سے تیری پیروی کریں۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کر دیا کہ:

واقعی جو میرے بندے ہیں وہ شیطان کے دام فریب میں نہیں آ سکتے۔ان کو گمراہ کرنے کے لیے وہ سارے جتن کر کے دیکھ لے اسے کبھی کامیابی نہ ہوگی "اِلَّا مَنِ اتَّبَعَکَ" استثنائے منقطع ہے کیونکہ "عِبَادِیْ" سے مراد "عبادی المخلصون" ہیں۔حضرت یوسفؑ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ" یقیناً وہ میرے مخلص بندوں میں سے تھے۔

جب کہ شیطان کا اپنا اقرار یہ ہے کہ:

فَبِعِزَّتِکَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ○ اِلَّا عِبَادَکَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ○

(سورۃ صٓ۔آیت 82-83)

بس تیری عزت کی قسم! ضرور میں ان سب کو گمراہ کروں گا سوائے ان میں سے تیرے مخلص بندوں کے۔

مذکورہ آیات کی بناء پر امام فخر الدین رازی (م606ھ) ان لوگوں کے بارے میں فرماتے ہیں جو "وَهَمَّ بِهَا" کے تحت حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف فعل قبیح منسوب کرتے ہیں:

"هٰؤلاء الجهّال الّذِیْنَ نسبوا اِلٰی یوسف علیه السلام هٰذه الفضیحة إن کانوا من أتباع دین الله تعالٰی فلیقبلوا شهادة الله تعالٰی علٰی طهارته و ان کانوا من أتباع إبلیس و جنوده فلیقبلوا شهادة ابلیس علٰی

Marfat.com

طہارتہ" (التفسیر الکبیر جلد 6 ص 441)

یہ جاہل جنہوں نے اس گندے عمل کو حضرت یوسفؑ کی طرف منسوب کیا ہے اگر اللہ تعالیٰ کے مطیع و فرمانبرداروں میں سے ہیں تو وہ اس امر میں یعنی یوسفؑ کی پاک دامنی پر اللہ تعالیٰ کی گواہی قبول کر لیں کہ:

"اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ..... ، اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ"

یوسفؑ (اور تمام انبیائے کرامؑ) میرے مخلص بندے ہیں اور میرے مخلص بندوں پر شیطان کا کوئی زور نہیں چلتا۔

اور اگر منافی عصمت انبیاء اور مبنی بر توہین روایات نقل کرنے والے شیطان اور اس کے لشکروں کے پیروکار ہیں تو پھر وہ حضرت یوسفؑ (اور دیگر انبیائے کرامؑ) کی پاک دامنی پر ابلیس کی شہادت کو قبول کر لیں:

فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ o اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ o

پس تیری عزت وجلال کی قسم! ضرور میں ان سب کو گمراہ کردوں گا سوائے ان میں سے تیرے مخلص بندوں کے یعنی تیرے مخلص بندوں پر میرا کوئی زور نہیں چلتا۔

قارئین کرام! مولوی دلپذیر کی منافی عصمت انبیاء اور مبنی بر توہین منقولہ روایات اور واقعات کے مطالعہ کے بعد فیصلہ کر لیں کہ:

کیا کوئی مسلمان مذکورہ واقعات و روایات کو ایک لمحہ کے لیے بھی صحیح سمجھ سکتا ہے؟

کیا کوئی مسلمان مذکورہ واقعات و روایات پر مبنی کتاب "گلزارِ یوسف" عام محفل میں صحیح سمجھ کر پڑھ سکتا ہے؟

کیا کوئی مسلمان اس کتاب کے مؤلف مولوی دلپذیر کے ساتھ محبت و عقیدت قائم رکھ سکتا ہے؟

یقیناً ان سوالات کا جواب صرف اور صرف نفی میں ہی دیا جا سکتا ہے کہ کوئی مسلمان ان واقعات کو صحیح نہیں سمجھ سکتا کیونکہ انہیں صحیح سمجھنے، اس کتاب کو محافل میں پڑھنے اور اس کے مؤلف مولوی دلپذیر کے ساتھ محبت و عقیدت قائم رکھنے یا ان کی تائید کرنے کا نتیجہ خود اپنے

Marfat.com

ایمان سے ہی محروم ہونا ہے۔
اس بات کا ایک واضح ثبوت کتاب ''گلزار یوسف'' کے مؤلف مولوی دلپذیر کا انجام بد ہے۔
اگرچہ موصوف نے کتاب کے آخر میں ''مناجات مصنف'' کے عنوان کے تحت اپنے اس عقیدے کا اظہار کیا ہے کہ:

دین اسلام، طریقہ سنت، مذہب حنفی میرا
ملت ابراہیم نبی دی خاص خلیل جو تیرا
غیر مذاہب کولوں یا رب مینوں آپ بچائیں
ایہو عقیدہ رکھیں میرا قائم مَردیاں تائیں

(گلزار یوسف۔ص635)

مولوی دلپذیر نے اس کتاب میں انبیائے کرامؑ سے متعلق جابجا جو اپنے ''عقائد و نظریات'' بیان کیے ہیں، ان کا تعلق ''دین اسلام، سنت اور مذہب حنفی'' کے ساتھ ہرگز نہیں ہے۔ چونکہ وہ مرتے دم تک اسی عقیدہ پر قائم رہنے کی دعا کر چکا ہے اس لیے اس کی موت بھی ''مذہب حنفی، طریقہ سنت اور دین اسلام'' پر واقع نہیں ہوئی بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی کی ''بیعت'' کا طوق گردن میں ڈال کر دنیا سے رخصت ہوا۔ مولوی دلپذیر کے مستند حالات ایک مستقل عنوان کے تحت آگے آرہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کا خاتمہ ایمان اور اسلام پر فرمائیں۔ آمین

چونکہ مولوی دلپذیر بھیروی کی زیر تبصرہ کتاب غمی کی محافل میں غم ''ہلکا'' کرنے کی خاطر بڑے اہتمام و عقیدت کے ساتھ پڑھی اور سنی جاتی ہے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ زیر نظر کتاب کے آخر میں ''سنت'' کی اہمیت اور ''بدعت'' کی مذمت بیان کرنے کے ساتھ ساتھ موت اور اس کے متعلقات سے بھی قارئین کرام کو آگاہ کر دیا جائے۔ چنانچہ کتاب کے آخر میں ''حصہ دوم'' کے تحت ''موت اور اس کے متعلقات'' مع تعزیت کا مسنون طریقہ جیسے عنوانات شامل کر کے قارئین کرام کو غمی کے مواقع پر شرعی احکام سے آگاہی بھی فراہم کر دی گئی ہے جس کی بناء پر غمی کی محافل میں کسی قسم کی کوئی تشنگی محسوس نہیں ہوگی۔

راقم الحروف جملہ معاونین کے ساتھ ساتھ ماہنامہ شمس الاسلام کے مدیر اعلیٰ، دار العلوم

Marfat.com

عزیزیہ کے مہتمم اور مرکزی جامع مسجد بگویہ بھیرہ کے خطیب شفیق مکرم جناب صاحبزادہ ابراراحمد بگوی زیدہ مجدہ کا بطورخاص شکریہ ادا کرنا اپنا خوش گوار اخلاقی فرض سمجھتا ہے جنہوں نے گوناگوں مصروفیات کے باوجود مولوی دلپذیر کے مستند حالات فراہم کیے۔فجزاہ اللّٰہ تعالیٰ احسن الجزاء

آخر میں باری تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ غلطیوں اور لغزشوں کو معاف فرمائے اور اس کتاب کو شرف قبول بخشتے ہوئے اسے امت مسلمہ کی اصلاح کا ذریعہ بنائے۔آمین یا الٰہ العالمین

اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ط وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ ط عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَ اِلَیْہِ اُنِیْبُ ، وَ مَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ ، اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اِتِّبَاعَہٗ وَ اَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلاً وَّارْزُقْنَا اِجْتِنَابَہٗ ، اَللّٰھُمَّ اَحْیِنَا مُسْلِمِیْنَ وَ تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ وَ اَلْحِقْنَا بِالصّٰلِحِیْنَ۔

پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی

خطیب مرکزی جامع مسجد حویلیاں۔ہزارہ

Marfat.com

مولوی دل پذیر کون؟

''مولوی'' دلپذیر ''بھیرہ'' کے ایک علمی خاندان میں مولوی کرم الٰہی کے ہاں 1865ء یا 1875ء (علیٰ اختلاف الاقوال) میں تولد ہوئے۔ بھیرہ پہلے ضلع خوشاب اور ضلع شاہ پور کا حصہ تھا جب کہ آج کل ضلع سرگودھا میں شامل ہے۔

''مولوی'' دلپذیر بن مولوی کرم الٰہی (مؤلف فتاویٰ کرم الٰہی) نے عربی و فارسی کی مروجہ تعلیم بھیرہ کے مقامی مدارس میں ہی زیر تعلیم رہ کر حاصل کی۔ طبعی ذوق شاعری کی طرف زیادہ تھا اس لیے عربی اور فارسی بالخصوص پنجابی شاعری میں بہت زیادہ شہرت حاصل کی۔

''مولوی'' دلپذیر نے مختلف عنوانات پر مختلف اوقات میں حسب ذیل کتب تالیف کیں۔

گلزار محمدیؐ، گلزار آدمؑ، احوال الآخرت، گلزار یوسفؑ، گلزار موسیٰ، ترجمہ دیوان حافظ، معجزات محمدی، اکرام محمدی، تفسیر قرآن مجید، چراغ دلپذیر، دعوات دلپذیر، انشائے دلپذیر، وعظ دلپذیر مجموعہ خطبہ دلپذیر، مناجات دلپذیر، معراج نامہ دلپذیر، گلزارِ مکہ المعروف رہنمائے حج وغیرہم۔

مذکورہ بالا کتب میں منکر اور موضوع روایات اور قصص و حکایات پر مبنی روایات بھی پائی جاتی ہیں۔

علاوہ ازیں ''مولوی'' دلپذیر کے تعلقات اور روابط اہل تشیع اور قادیانیوں کے ساتھ بھی قائم رہے اس لیے ان کے نظریات و افکار کی جھلک موصوف کی تحریرات و تالیفات میں واضح طور پر محسوس ہوتی ہے بلکہ موصوف نے مرزا غلام احمد قادیانی کی بیعت کر کے باقاعدہ قادیانی مذہب اختیار کر لیا تھا۔

''مولوی'' دلپذیر کے مسکن ''بھیرہ'' میں قادیانیوں کی ایک بڑی تعداد رہائش پذیر تھی۔ اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ جب مرزا کی ''بیعت'' کرنے کے لیے ایک قافلہ قادیان گیا تو اس میں 313 لوگ صرف بھیرہ کے تھے۔

بھیرہ میں قادیانیت کے فروغ کی ایک وجہ یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے پہلے ''خلیفہ'' حکیم نور الدین کا تعلق بھی بھیرہ سے ہی تھا جنہوں نے مرزا کی سب سے پہلے بیعت کر کے ''اول المبایعین'' کا ''اعزاز'' حاصل کیا تھا۔ موصوف کے متعلق خود مرزا غلام احمد لکھتے ہیں کہ:

''خدا تعالیٰ نے میری دعائیں قبول کیں اور مجھے ایک مخلص، پیار کرنے والا دوست دیا جس کا نام اس کی نورانی صفات کی طرح نور الدین ہے، اسلام کے سرداروں میں سے ہے،

Marfat.com

بزرگوں کی نسل سے ہے۔ مجھے آپ کے ملنے سے ایسی خوشی ہوئی کہ کوئی اپنے ہی جسم کا ٹکڑا مل جائے اور میں اس طرح خوش ہوا جس طرح آنحضرت ؐ حضرت عمر فاروقؓ کے ملنے سے ہوئے تھے۔ مجھے سارے غم بھول گئے۔ جب میں نے آپ کو دیکھا، مجھے یقین ہو گیا کہ آپ ہی میری دعاؤں کا نتیجہ ہیں۔''

حکیم نورالدین 1892ء کے آخر میں بھیرہ سے قادیان مرزا سے بغرض ملاقات گئے تو مرزا کی خواہش پر وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔

اس موضوع پر مزید تفصیل کے خواہش مند قارئین راقم الحروف کی کتاب ''عقیدہ امامت اور خلافت راشدہ'' کی طرف مراجعت فرمائیں۔

''مولوی'' دلپذیر بھیروی، حکیم نورالدین کے قریبی عزیز تھے بالآخر انہوں نے بھی مرزا کی بیعت کر کے قادیانیت واحمدیت قبول کر لی اور اسی مذہب پر 18 جون 1945ء/1364ھ بروز پیر وہ وفات پا گئے۔ اہل بھیرہ نے انہیں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں ہونے دیا۔ چنانچہ قادیانیوں کے قبرستان میں ان کی تدفین عمل میں آئی۔

اس بات میں تو کوئی شک نہیں کہ ''مولوی'' دلپذیر نے قادیانی مذہب اختیار کر لیا تھا البتہ یہ بات تحقیق طلب ہے کہ انہوں نے کس دور میں قادیانیت اختیار کی تھی؟

''مولوی'' دلپذیر کے ہم عصر میاں مولا بخش کشتہ امرتسری لکھتے ہیں کہ:

''اخیر عمرے، مرزا قادیان دے چیلے بن گئے، مرزائی ہو گئے۔''

(پنجابی شاعراں دا تذکرہ ص 340۔ مرتبہ چوہدری محمد افضل خان عزیز پبلشرز اردو بازار لاہور 1988ء)

''مولوی'' دلپذیر کے بعض خطوط سے بھی قادیانیت کی طرف ان کا جھکاؤ ظاہر ہوتا ہے چنانچہ انہوں نے اپنے چھوٹے بھائی کے نام حسب ذیل تین اشعار لکھے ہیں:

سنیاں اساں قرآن مجید کارن کھلا قادیاں وچہ سکول بھائی
نالے ہور بھی علم تمام اوتھے پڑھے جان معقول منقول بھائی
بھاویں کرن غیرت اوتھے جاونے تھیں بعضے لوگ نادان مجہول بھائی
ایہ پر علم قرآن دے حق ایسا کوئی ہور مقام نہ مول بھائی
توں قرآن جا پڑھیں اوتھے سیکھیں دین دے پاک اصول بھائی
جنہاں دوستی نال کلام اللہ ہوئے وچہ درگاہ مقبول بھائی

(انشائے دلپذیر تحت خط نمبر 43۔ مطبوعہ اسلامیہ سٹیم پریس لاہور)

Marfat.com

صاحبزادہ ابرار احمد بگوی صاحب ''مولوی'' دلپذیر کے حج کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''یہ سفرِ حج حضرت مولانا ظہور احمد بگویؒ اور حضرت مولانا پیر نصیر الدین بگویؒ کی معیت میں کیا گیا تھا۔ اس میں ممتاز مشائخ اور علماء نے بھی شرکت کی تھی۔''

(ماہنامہ شمس الاسلام ص35، برحاشیہ۔ جولائی 2017ء)

حضرت مولانا ظہور احمد بگویؒ نے اپنا پہلا حج 26۔ اگست 1920ء/10 ذی الحج 1338ھ جب کہ دوسرا حج 1936 میں ادا فرمایا تھا۔ موصوف کے پہلے سفرِ حج کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں ملتیں (ملاحظہ ہو تذکار بگویہ جلد اول ص359، 423-424)

البتہ دوسرے حج کے بارے میں صاحبزادہ ڈاکٹر انوار احمد بگوی صاحب رقم طراز ہیں کہ:

''اللہ تعالیٰ نے مولانا (ظہور احمد) بگویؒ کو دوسری بار حج کی سعادت عطا کی۔ چنانچہ آپ مع اہل وعیال 13 فروری 1936ء کو کراچی سے اسلامی جہاز کے ذریعے عازم حجاز ہوئے۔ اس سفر میں بھیرہ اور نواح کے بہت سارے معتقدین اور رفقاء کے علاوہ آپ کی اہلیہ محترمہ بعض پراچہ خاندان بشمول اہلیہ چوہدری فضل احمد پراچہ مرحوم اور مولانا افتخار احمد بگوی بھی شریک سفر تھے۔'' (تذکار بگویہ جلد اول ص435)

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ ''مولوی'' دلپذیر نے حضرت بگویؒ کی معیت میں 1338ھ/1920ء میں حج کیا تھا۔ کیونکہ حج کے موضوع پر ''گلزارِ مکہ'' کے نام سے ان کی کتاب ''کوآپریٹو سٹیم پریس وطن بلڈنگ لاہور'' سے 1341ھ/1923ء کو شائع ہوئی تھی۔

اس کے بعد ''مولوی'' دلپذیر کی شائع ہونے والی کتب ''احوال الآخرت، زیارت حرمین شریفین وحج بیت اللہ'' کے سرورق پر ''مولوی حاجی دلپذیر بھیروی'' لکھا ہوا ہے۔ جب کہ موصوف نے اپنا دوسرا حج 1939ء میں کیا تھا۔ اسی دوسرے حج میں ایک احمدی پٹھان نادر خان بھی ان کے ہمراہ تھا جو راستے میں ہی مر گیا تھا اور اس کا مرثیہ ''مخمس'' صورت میں ''مولوی'' دلپذیر نے لکھا تھا۔

فضل الرحمٰن بسمل غفاری امیر جماعت احمدیہ بھیرہ بی۔اے بی۔ٹی نے ''بھیرہ کی تاریخ احمدیت'' (مطبوعہ دسمبر 1972ء) میں مولوی دلپذیر اور ان کے بیٹے ڈاکٹر منظور احمد کے حالات قلمبند کیے ہیں۔ متعلقہ صفحات کا عکس جناب صاحبزادہ ابرار احمد بگوی صاحب کے شکریہ کے ساتھ ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

Marfat.com

اطلبوا العلم من المهد الی اللحد
خلافت لائبریری
صدر انجمن احمدیہ پاکستان۔ ربوہ
داخلہ نمبر ۹۹۱۱۵
درجہ نمبر ۹-۱۸-۲۹۷
کتابی نمبر

۱۶۲۳۵۵

Marfat.com

بھیرہ کی

تاریخ احمدیت

مؤلفہ

فضل الرحمٰن بسمل غفاری

امیر جماعت احمدیہ بی اے۔ بی ٹی

بھیرہ

(دسمبر 1972ء)

KHILAFAT LIBRARY SADR ANJUMAN AHMADIYAH RABWAH 23/60

Marfat.com

مکرم میاں عطاالرحمٰن صاحبؓ

ولادت ۱۹۰۲ء بیعت: پیدائشی

راقم عاجز کے بڑے بھائی ہیں۔ بڑے نیک اور مخلص احمدی ہیں۔ مسجد نور مقامی کی رونق کا باعث ہیں نمازوں کے لئے نائب امام مقرر ہیں محترم والد بزرگوار کی وفات کے بعد سیکرٹری مال کی خدمات انجام دیتے رہے۔ میرے بھائی حبیب الرحمٰن اور ان کا لڑکا یحییٰ ندیم انجینئر بھی مخلص احمدی ہیں۔

حضرت مولوی محمدؐ دلپذیر صاحبؓ

ولادت ۱۸۶۵ء بیعت ۱۸۹۴ء وفات ۱۹۴۵ء

آپ پنجابی کے مشہور اور بلند پایہ شاعر تھے۔ عربی فارسی کی مروجہ تعلیم دیسی کتب میں حاصل کی۔ طبع موزوں اور ذہن کی رسائی کے سبب شعر و شاعری میں مشغول ہو گئے اور بڑا نام پیدا کیا۔ آپ بلند قامت خوبرو اور خوش مزاج بزرگ تھے۔ رجحان دینی تھا۔ عموماً دینی و ادبی قسم کی پنجابی منظوم کتب تصنیف فرماتے تھے۔ مثلاً ترجمہ دیوان حافظ منظوم پنجابی ہیں۔ اور کتاب احوال الآخرت، خطباتِ دلپذیر قصص المحسنین (تفسیر سورۃ یوسف) اس کے علاوہ گلزار مکہ و مدینہ (جن میں حج کے مناسک اور شعائر اللہ کے معلومات درج ہیں) تصنیف کر کے شائع کروائیں۔ آپ کی بعض کتب پنجابی عالم و فاضل کے امتحانات میں بطور نصاب بھی شامل ہیں آپ نے قرآن مجید کا

بقیہ حاشیہ کی نصرت فرمائی آپ سرخرو ہوئے آپ اللہ کرم کے حضور شکر گزار ہو کر فرماتے ہیں:-

میں تھا غریب و بے کس و گمنام بے ہنر
کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر

لوگوں کی اس طرف تو ذرا بھی نظر نہ تھی
میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی

اب دیکھتے ہو کیسے رجوع جہاں ہوا
اک مرجع خواص یہی قادیاں ہوا

Marfat.com

ترجمہ تفسیر بھی پنجابی نظم میں لکھ کر شائع کروائے۔

حضرتِ مولوی محمد عبداللہ صاحب بوتالوی نے (جبکہ وہ محکمہ نہر سرگودھا میں اہلمد تھے) تفسیر کے کچھ حصص کی کتابت محض حصولِ ثواب کی خاطر کی تھی۔ مکرم بشیر احمد صاحب کاتب چک نمبر ۴۶ شمالی سرگودھا نے بھی بھیرہ آ کر تفسیر کے اکثر حصص کی کتابت کا کام کیا تھا۔ حضرت مولوی صاحب کے کلام میں سلاست اور شگفتگی تھی۔ ترجمہ میں آپ کو بڑی دستگاہ تھی۔ آپ ظریفانہ انداز میں سیاسی معاشرتی اور دینی مسائل کو بیان فرماتے تھے۔ نمونہ ملاحظہ ہو۔ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ (النساء ۴: ۱۵۸) کے ضمن میں تفسیر میں فرماتے ہیں:-

دوہاں گلاں دی نفی خدا نے کیتی اس جائی
نا اوہ قتل ہویا نہ اس نوں موت صلیبی آئی
اپر انہاں دوہاں گلاں تھیں ایہ گل نکلے ناہیں
حضرت عیسیٰ فوت نہ ہویا زندہ ہے ہن تائیں

پھر امامکم منکم کے سلسلہ میں فرمایا ہے

ترجمہ لفظ امامکم وادچہ حدیث جو آیا نال اسے دے منکم دابھی لفظ نبی فرمایا
یعنی اوہ امام تساڈا ابن مریم جو آیا ہوسی اوہ تساڈے وچوں پاک نبی فرمایا

آپ کی احمدیت سے پہلے شائع شدہ کتب کی وجہ سے لوگ آپ کو غیر احمدی سمجھتے تھے۔ چنانچہ ۱۹۲۴ء میں کشمیر کے چند احمدی دوست اپنے ہمراہ بعض غیر از جماعت دوستوں کو اس لئے جلسہ سالانہ پر قادیان لائے تاکہ محترم مولوی دلپذیر صاحب کی اصالتاً قادیان میں ملاقات کروا کر ثابت کریں کہ مولوی صاحبؒ احمدی ہیں۔ ان میں باہم شرط بدی گئی تھی۔ اور مولوی صاحبؒ کو احمدی پا کر انہوں نے احمدیت قبول کرنے کا وعدہ کر رکھا تھا۔ چنانچہ حضرت مولوی صاحبؒ کے سامنے وہ لوگ جماعت احمدیہ بھیرہ کی قیام گاہ پر آئے اور حضرت مولوی صاحبؒ سے باتیں ہوئیں میں بھی موجود تھا۔ حضرت مولوی صاحب نے فرمایا کہ ۱۸۹۴ء میں کسوف خسوف کو دیکھ کر جو

Marfat.com

حضرت امام مہدیؑ کا خاص نشان تھا ہم نے حضرت مسیح موعودؑ کو قبول کیا تھا۔ وہ لوگ متاثر ہو اور بعض نے بیعت کرنیکا وعدہ کیا۔ حضرت مولوی صاحبؓ مسجد نور بھیرہ میں امام خطیب کے فرائض بھی انجام دیتے تھے۔ آپکی دوسری بیگم جو سیدہ تھیں بڑی علمدار تھیں انہوں نے کئی عورتوں کو قرآن مجید کا ترجمہ پڑھایا تھا۔ حضرت مولوی صاحبؓ کو قادیان اور خاندان مسیح موعود سے بڑی محبت تھی۔ چنانچہ ایک منظوم رسالہ لکھا تھا۔ ترکیب بند اس طرح تھا۔

شالا قادیاں شہر آباد رہے جتھے مہدی دی آل اولاد رہے

حضرت مولوی صاحب نے ۱۹۲۹ء میں دوسرا حج کیا وہاں علماء کے ایک اجتماع میں آپ نے ایک عربی قصیدہ درشان نبی اکرمؐ پڑھا تھا۔ اس پر آپ کو ایک عربی طرز کا خلعت انعام ملا تھا۔ جسے آپ عیدین پر زیب تن فرماتے تھے۔ آپ نے گلزار مدینہ میں ایک قصیدہ عربی فارسی کا مرکب لکھا تھا۔ ترکیب بند کا شعر تھا۔

یا حبیبی سیدی للہ نظر حالنا سیدا راہ خدا ایک نظر در حال ما

حضرت مولوی صاحبؓ کے اس سفرِ حج میں ایک احمدی پٹھان نادر خان بھی ہمراہ تھا۔ وہ بیچارا راستہ میں ہی فوت ہوگیا۔ مولوی صاحبؓ نے اس کتاب میں اس کا مرثیہ بھی مخمس کی صورت میں لکھا تھا۔ بار بار یہ مصرعہ آتا تھا۔

شالا رحمت رب بچے دی ہووی نادر خاناں

کئی بڑے لوگ آپ کے قدردان تھے۔ آپ ان کی شادیوں غمیوں پر نظمیں لکھتے تھے۔

افسانہ تیرا رنگیں روداد تیری دلکش شعر و سخن کو تو نے جادو بنا کے چھوڑا

آپ لفظی مصور اور صاحب طرح ادیب تھے۔ مکرم مولوی نعمت اللہ خان صاحبؓ کو جب کابل میں محض احمدی ہونے پر سنگسار کیا گیا۔ تو آپ نے ایک منظوم رسالہ شائع کیا ترکیب بند کا شعر یہ تھا۔

اگے کربل مقتل آہا سید پاک اماماں دا آہن کابل کربل بنیا احمد دیاں غلاماں دا

Marfat.com

آپ نے سلسلہ کے لئے لٹریچر میں پنجابی نظم کے ذریعہ بڑا اضافہ کیا۔ایک بند یوں تھا۔

بستر چکی پھرے اندھیرا کم خراب ہو گیا میرا!
لا واں جا کے کتھے ڈیرا دور کرے لشکارے نوں
چل قادیاں دیکھ خسارے نوں نور اللہ دے چمکارے نوں

گاندھی جی کی حکومت سے عدم تعاون کی تحریک پر ایک منظوم رسالہ تحریک خلافت لکھا۔

گاندھی دا چرخہ ست کڑیئے مہدی دا چرخہ کت کڑیئے

اس رسالہ میں آپ نے بہت سی باتیں سیاست کے متعلق واضح فرمائیں شعر تھا۔

کر دور مالا کر دی جنجو کفر دا توڑ دے ہو جا پجاری رب دا ایہہ رام رولا چھوڑ دے

سیارہ ڈائجسٹ اپریل ۱۹۷۶ء قرآن نمبر صفحہ ۴۷۶ پر لکھا ہے۔کہ مولوی دلپذیرؒ کا ترجمہ قرآن پنجابی نثر میں معہ حواشی جو ۱۳۴۱ ہجری میں شائع ہوا تھا بہت اعلیٰ چیز ہے۔ حضرت مولوی صاحبؓ کرامت والے بزرگ تھے۔انکی ایک عزیزہ نے مجھے بتایا کہ جب اس کی شادی ہوئی تو حضرت مولوی صاحبؓ نے تحفۃً سات مالٹے اس کی گود میں ڈالے۔اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سات لڑکے دیگا۔ چنانچہ واقعی اس عورت کے ہاں سات لڑکے ہوئے۔ہم لوگ شادی بیاہ کے موقع پر آپ سے خطبہ نکاح پڑھواتے اور نومولودوں کے کانوں میں اذان آپ سے دلواتے تھے۔اور نیک بختی کی دعا کرواتے تھے۔اموات پر جنازہ پڑھوانے کی بھی آپ کو ہی تکلیف دیتے تھے۔

حضرت مولوی صاحبؓ کا دربار عام تھا۔بازار میں ایک چوبارہ میں آپ کا دفتر تھا۔ ملاقاتیوں کو بھی یہیں وقت دیا جاتا تھا۔ وہیں طلبہ کو قرآن کریم پڑھاتے تھے۔تفسیر نویسی میں مصروف رہتے تھے۔۱۹۳۹ء میں قادیان میں جلسہ جوبلی پر حضرت خلیفۃ المسیح کی ملاقات کا وقت نسبتاً کم ملا تھا۔واپس آ کر چند دن بعد جب میں ان کے دفتر گیا تو گنگنا رہے تھے۔

نوشہ پیر دا نظارہ ملدا مر مر کے

آپ کا اس مختصر ملاقات کی طرف اشارہ تھا۔ایک موقع پر حضرت فضل عمر کے دیدار پر

Marfat.com

نا نے لکھا تھا۔

وہ ساعت پر سعادت ہے کہ جس میں دید ہوتی ہے خدا شاید ہمکو ایک گونہ عید ہوتی ہے!

رے آقا مرے محسن، تیرا دیدار ہونے پر! خوشی سینہ میں رقصاں صورت ناہید ہوتی ہے

تمہارا ہر قدم ہے جا بہ وہ صدق و صفائی پر! کہ شامل اس میں مولا کی بہت تائید ہوتی ہے

حضرت مولانا صاحبؓ کے فرزندِ ارجمند حضرت ڈاکٹر منظور احمد صاحبؓ

ولادت: ۱۸۹۶ء بیعت: ۱۹۰۸ء وفات: ۱۹۶۴ء

بڑے مخلص بزرگ تھے۔ ان کو تبلیغ کا خاص ملکہ حاصل تھا۔ کئی لوگ ان کے ذریعہ احمدیت ں داخل ہوئے آپ بسلسلہ ملازمت ضلع سرگودھا کے جنوبی حصہ میں رہے۔ غیر مبائعین کے تعلق لکھا۔

اوہ دارالامان مسیح دا آئے ٹھکانہ چھڈ

انہاں جاتا ہے اسلام دی ساڈے پرنے گڈ

ظم کا سارا مضمون اس شعر کے گرد چکر کاٹتا تھا ۔

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں

موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

مکرم ڈاکٹر صاحبؓ نے ایک کتاب نظارت اصلاح و ارشاد کی فرمائش پر بھی لکھی تھی (امام المتقین) یہ پنجابی نظم و نثر میں ہے۔ ایک شعر یہ ہے ۔

جے کر نبی کھلیندا رہیا پہلے ہر زمانے

ہن بھی اس سنت نوں اپنی چھڈیا نہیں خدا نے

ایک اور نظم کا ایک شعر یوں تھا ۔

Marfat.com

89

شکر الحمد خدا نے ساتوں اکھیاں نال دکھایا
جم جم آیا احمد مہدی جیو آیا جیو آیا!

آپ کا بیان واضح رواں دلچسپ اور سادہ تھا۔ انداز مرغوب خاطر اور دماغ میں سرایت کرنے والا تھا۔ آپ نے حضرت مولوی صاحبؒ کی لوح مزار کے لئے یہ اشعار کندہ کرائے۔

مزار خاتم الشعراء دلپذیر بھیروی

جو تاجور مملکت شعروسخن تھا اس وقت یہاں اسکاتہ خاک محل ہے
تھا جس کا قلم سحر۔ زباں جادو بیاں تھی آج اسکی زباں بند ہے اور ہاتھ بھی شل ہے
مداح محمدؐ کا ہو منصب جسے حاصل
منظور خنک بخت وہ مغفور ازل ہے

۱۹۴۵ء

حضرت مولوی صاحبؒ کے خادموں میں سے ایک میاں راجہ صاحب تھے۔ بڑے نیک زاہد اور عابد تھے۔ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ جلسہ سالانہ پر قادیان گئے ہیں۔ مگر ان کے پہنچنے سے تھوڑی دیر پہلے مہمان کھانا کھا چکے ہیں۔ اور کھانا ختم ہو گیا ہے۔ اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے انہیں ایک آنہ کا سکہ دیا ہے کہ بازار سے خرید کر کھالیں۔ بیدار ہونے پر وہ اکنی ان کے ہاتھ میں تھی۔ وہاں اور کوئی آدمی نہ آیا تھا۔ اس کشف کے ذریعے ہمیں حضرت مسیح موعودؑ کے سرخ چھینٹوں والے کشف کو سمجھنا بڑا آسان ہو گیا ہے۔ اور ہمارے ایمانوں میں اضافہ ہوا الحمدللہ۔

حضرت میاں قمر دین صاحبؓ

ولادت: ۱۸۶۱ء بیعت: ۱۸۹۴ء وفات: ۱۹۲۶ء

آپ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ بڑے مخلص اور بزرگ انسان

Marfat.com

کتاب ''گلزارِ یوسف علیہ السلام'' کا تعارف

''مولوی'' محمد دلپذیر صاحب المتوطن ''بھیرہ'' سابقہ ضلع خوشاب وشاہ پور حال ضلع سرگودھا نے احباب کی فرمائش پر سورۃ یوسف کی پنجابی زبان میں منظوم تفسیر لکھی جو 1335ھ /1916ء میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی بعد میں مختلف ناشرین (شیخ سراج الدین اینڈ سنز تاجران کتب کشمیری بازار لاہور، شوکت بک ڈپو گجرات، حمید بک ڈپو اردو بازار لاہور) کی طرف سے اس کتاب کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور اس کی اشاعت کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ پاکستان اور کشمیر کے عوام وخواص نے اس کتاب کو خوب پذیرائی بخشی۔ حیران کن بات یہ ہے کہ یہ کتاب کشمیر کی ثقافت کا جزو قرار پا گئی ہے۔ کشمیر کے مختلف علاقوں میں بالخصوص غمی کے مواقع پر آج بھی خواتین وحضرات کے اجتماعات میں نہایت ہی اہتمام اور عقیدت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔ یہ بات صحیح ہے کہ بعض علاقوں میں اب یہ سلسلہ متروک ہو گیا ہے لیکن اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ اسے کسی قابل اعتراض یا توہین آمیز مواد کی بناء پر ترک کیا گیا ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اب اس علاقے میں قدیم پنجابی سمجھنے اور سریلی آواز میں پڑھنے والے کمیاب ہو گئے ہیں جب کہ مصنف کے ساتھ عوام کی عقیدت بدستور اب بھی قائم ہے۔

مظفر آباد، میرپور، تراڑکھل، سری نگر اور جموں وکشمیر کے ریڈیو سٹیشنز سے بھی مختلف پروگراموں میں اس کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔ حال ہی میں ''حمید بک ڈپو'' اردو بازار لاہور سے بیت اللہ اور گنبد خضریٰ کی تصاویر سے مزین انتہائی دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ یہ کتاب شائع ہوئی ہے۔

راقم الحروف کے سامنے اس وقت اس کتاب کا ساتواں ایڈیشن ہے جسے شوکت بک ڈپو نے 1959ء میں شائع کیا ہے۔ ٹائٹل اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں:

مولوی دلپذیر کے ''خلف الرشید'' ڈاکٹر منظور صاحب (جن کے ''قادیانی'' ہونے کا ذکر بحوالہ ''بھیرہ کی تاریخِ احمدیت'' پیچھے گزر چکا ہے) ''گلزار یوسفؑ'' کے بارے میں لکھتے ہیں:

بہت ہوئی مشہوری اسدی ہر ہر شہر گرائیں
دوروں دوروں سن کر بندے آون چائیں چائیں

Marfat.com

کتھے بھیرہ وطن مصنف عاجز شہر نمانا
کتھے چین ماچین ولایت جتھے ونج دکانا
کتھوں توڑی شعر اسدے نے جا کر جادو پائے
شوقوں لوک کراچیوں ٹر کے کرن زیارت آئے
منصف قدر پچھانن والے مڑ مڑ شوقوں پڑھدے
سن سن حاسد ہور مخالف رہن وچے وچہ سڑدے
رب وڈا توفیقاں والا جو چاہے سو کردا
جس نوں چاہے عزت دیوے حاسد جل جل مردا
مولا نال نہ زور کسے دا جو سب جگ نوں پالے
سڑ سڑ آپ ہوون شرمندے حسد کماون والے

....

اپنی طرفوں حاسد لوکاں کیتیاں سو تدبیراں
کئی الزام لگائے جھوٹے بھیرے دیاں شریراں
نا حق غلطیاں پکڑن اوپر زور لگائے کئیاں
آخر کار انہاں دے تائیں منہ وچہ مکھیاں پیاں

پھر بھی شر شریراں دے تھیں مولا آپ بچاسی
ویری جے کر ویر کمایا اپنا کیتا پاسی
(گلزارِ یوسفؑ اندرون ٹائٹل)

موصوف آگے چل کر کتاب کے آخر میں لکھتے ہیں:

لو جناب اب ہو گیا تیار یوسف دلپذیر
کیا پسندیدہ ہیں یہ اذکار یوسفؑ دلپذیر
جستجو تھی جس کی بے حد سو بسو اور کو بکو
آ گیا وہ چھپ کے ہر بازار یوسفؑ دلپذیر

Marfat.com

شائقینوں بس تمہیں کافی ہے یہ ہر بزم میں
محفلوں کا زیب اور سنگار یوسفؑ دلپذیر
غمزدوں کا غم ربا، مونس ہے یہ تنہاؤں کا
واعظوں کے واسطے ہتھیار یوسفؑ دلپذیر
صوفیاء کا ورد ہے اور رہنمائے عاشقاں
کون ہے جس کو نہیں درکار یوسفؑ دلپذیر
دیکھیے انصاف سے اس کی نزاکت کو ذرا
کیا مزا دیتے ہیں یہ اشعار یوسفؑ دلپذیر
پڑھتے پڑھتے شعر اس کے بس نہیں کرتا ہے دل
شعر ہیں یا موتیوں کے ہار یوسفؑ دلپذیر
(گلزار یوسفؑ۔ص642)

مولوی دلپذیر خود زیرِ عنوان ''سببِ تالیف'' لکھتے ہیں: ۔

اگے بھی میں کتنی واری اسدا قصد اٹھایا
اپر قاصر ہمت میری اتنا بھار نہ چایا
پھر جدوں محباں قصہ ڈٹھا عجب ستارے والا
مڑ مڑ آکھن جاگ پذیرا بھر دے عشق پیالا
بھی شیخ الٰہی بخش لاہوری تاجر کتب گرامی
اوہ بھی اس قصے دی خاطر کردے امر مدامی
بھی شیخ جلال الدین انہاں دا جو فرزند پیارا
اس نوں بھی اس قصے کارن شوق دلیوچہ بھارا
کتنی واری میرے تائیں باپ بیٹے فرمایا
پھر گھلیا خط اُچیچا مینوں وچہ لاہور سدایا
....
ایہ گل آکھ سنائی مینوں جد یاراں احباباں
کیتا امر قبول انہاندا رکھ امید ثواباں

Marfat.com

بہت مسائل ثابت ہوسن نال حدیثاں آیتاں
بحر العشق تے نقرہ کاروں نقل کراں کجھ باتاں
بھی تفسیر امام غزالیوں بعض بیان لیاواں
نال روایت اہل سلف دے ثابت کردا جاواں
جامی تے فردوسی والے لکھاں بعض حوالے۔
بھی قصص الانبیاء دے وچوں کجھ مضمون نکالے
موسیٰ دی توراتوں جیوں غلام رسول لیایا
نالے عبدالستار پیارا جیونکر لکھ سدھایا
اکثر نقل انہاں دی کرساں میں سردوس نہ کوئی
اپنا دخل نہ دیواں ہرگز جیویں روایت ہوئی
سادہ شعر تے پختہ سندوں لکھاں واہو واہیں
اپر شعر سخن دی لذت وس اساڈے ناہیں
لکھاں صرف امید ثوابوں میں اس قصے تائیں
یا رب سَہَل سَہَل ہر دم کرے پذیر دعائیں
(گلزارِ یوسفؑ ص 31-32۔تحت ''سبب تالیف'')

تیراں سو تے چوہیہ ہجری سنہ رسول گرامی
جدوں تیار کرائی رب نے ایہہ تصنیف تمامی
اپنی طرفوں کوشش کیتی کر تحقیق بہتیری
کرے قبول خداوند عالم فضلوں محنت میری
جیہاں بزرگاں دا میں اس وچہ ذکر بیان لیاندا
عمل قبول کریسی میرا صدقہ شرم تنہاندا

....

دیسی اجر حضوروں مینوں آپ جناب الٰہی
دنیا دیاں امیراں کولوں آس چروکی لاہی
(گلزارِ یوسفؑ ص 633۔تحت ''ذکر آوردن حضرت موسیٰ صندوق یوسفی را....'')

Marfat.com

ایہہ گلزار یوسف دی یا رب جس تصنیف کرائی
سنے مصنف بخشیں یا رب تینوں تھوڑ نہ کائی
سن فرزنداں خویشاں یاراں دائم رحمت پاوے
بھی رحمت کریں اونہاں تے جو کوئی لکھے پڑھے پڑھاوے
پڑھے سنے جو شوقوں اس نوں کر کے نیک ارادہ
دوہاں جہاناں اندر یا رب پاوے فضل زیادہ
جو کر کے حسد کتاب میری تے ناحق عیب لگاوے
دوہاں جہاناں وچہ مو کالا سدا سزائیں پاوے
جو مومن پڑھ کر حق میرے وچہ نیک دعا فرماون
بخشیں عیب اونہاں دے یا رب نیک جزائیں پاون
خوش ہوسن جو شعر میرے نوں نال خوشی دے پڑھدے
جیڑے سن کر سڑن وچارے رہن ہمیشہ سڑدے
یا رب آپ جنابوں مینوں بخشیا تدھ خزانہ
آپے کریں قبول کتاباں سب تیرا خصمانہ
جئیوں تدھ اپنے فضل کرم تھیں ہمت بخشی مینوں
تویں کریں مقبول خدایا سب توفیقاں تینوں
یا رب جو سب حاجت میری اول آخر تائیں
کل مراداں بخشیں مینوں کریں قبول دعائیں

(گلزارِ یوسفؒ ص 638۔تحت ''مناجات مصنف'')

مذکورہ تفصیل سے خود مصنف کی ''زبانی'' کتاب ''گلزارِ یوسفؒ'' کی اہمیت ومقبولیت اوراس کی ''استنادی حیثیت'' واضح ہوگئی ہے کہ موصوف نے کس قدر محنت شاقہ اور ''تحقیق'' کے بعد زیر تبصرہ کتاب تصنیف کی ہے اور کس سازش اور منصوبہ بندی کے تحت سادہ لوح عوام کے ایمان پر ڈاکہ ڈالا گیا ہے؟اس طرح مذکورہ کتاب حسب ذیل آیات کی مصداق بن گئی ہے:

''وَ الشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ o اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ كُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ o وَ اَنَّهُمْ

Marfat.com

يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ۝ (سورۃ الشعراء 224-226)

اور شاعروں کی راہ تو بے راہ لوگ چلا کرتے ہیں (مراد راہ سے شعر گوئی ہے یعنی مضامین خیالی شاعرانہ نثر میں یا نظم میں کہنا ان لوگوں کا طریقہ ہے جو مسلک تحقیق سے دور ہوں۔ آگے اس دعویٰ کی وضاحت ہے کہ) اے مخاطب کیا تم کو معلوم نہیں کہ وہ (شاعر) لوگ (خیالی مضامین کے) ہر میدان میں حیران (ٹکریں مارتے تلاش مضامین میں) پھرا کرتے ہیں اور (جب مضمون مل جاتا ہے تو چونکہ اکثر خلاف واقعہ ہوتا ہے اس لیے) زبان سے وہ باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں (حتیٰ کہ کبھی کفریات بکنے لگتے ہیں۔ حاصل جواب کا یہ ہوا کہ مضامین شعریہ کے لیے خیالی اور غیر محقق ہونا لازمی ہے اور مضامین قرآنیہ جس باب سے بھی متعلق ہیں سب کے سب تحقیقی، غیر خیالی ہیں) (معارف القرآن جلد ششم ص 549-550)

البتہ مومن اور اعمال صالحہ بجالانے والے اور اللہ تعالیٰ کو کثرت کے ساتھ یاد کرنے والے شعراء جن کے کلام میں خیالی، غیر تحقیقی، خلاف شرع اور بے ہودہ مضامین نہیں ہوتے وہ مستثنیٰ ہیں۔

''اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْراً.'' (الشعراء 227)

جن شعراء کی مذکورہ آیات میں مذمت بیان کی گئی ہے مولوی دلپذیر بلا شبہ ان میں شامل ہیں کیونکہ ان کی کتاب ''گلزارِ یوسفؑ'' میں خیالی، غیر تحقیقی، خلاف شرع اور بے ہودہ مضامین کے علاوہ موضوع و اسرائیلی اور مبنی بر توہین و منافی عصمت انبیاءؑ روایات بھی پائی جاتی ہیں۔ لہٰذا زیر تبصرہ کتاب ہر اعتبار سے ہرگز ہرگز پڑھے جانے کے قابل نہیں ہے اور اسی یعنی نہ پڑھنے میں ہی ایمان و اسلام کی سلامتی مضمر ہے۔

مصنف نے اگرچہ یہ ''دعویٰ'' کیا ہے کہ وہ اس کتاب میں آیات و احادیث اور پختہ سند کے ساتھ ''تحقیقی'' مضامین لائے ہیں لیکن کتاب کا زہریلا مواد ان کے اس ''دعویٰ'' کی کلی طور پر نفی کرتا ہے۔

مولوی دلپذیر نے اپنی زیر تبصرہ کتاب ''گلزارِ یوسف'' میں جو منافی عصمت اور مبنی بر توہین روایات نقل کی ہیں یہ ان کی نحوست کا ہی اثر ہے کہ موصوف اپنی زندگی کے آخر میں قادیانی مذہب قبول کر کے ''حسنِ خاتمہ'' سے محروم قرار پائے اور آج بھیرہ میں قادیانیوں کے قبرستان میں پیوند خاک ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس طرح کے انجام بد سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین یا الٰہ العالمین

Marfat.com

بلا تحقیق نقل روایت کا شرعی حکم

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا" (الحجرات: 6)

"اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو"

اس آیت مجیدہ میں نہایت ہی اہم اصول بیان کیا گیا ہے جس کی انفرادی اور اجتماعی دونوں سطحوں پر نہایت اہمیت ہے۔ یہاں "نباء" کا لفظ آیا ہے جس کے معنی اہم خبر کے ہیں جس سے دور رس نتائج نکل سکتے ہوں۔

امام ابوبکر جصاص اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

"و مقتضی الآیة ایجاب التثبت فی خبرالفاسق والنھی عن الاقدام علی قبوله الّا بعد التبین" "اس آیت کا مقتضی یہ ہے کہ فاسق کی خبر کی تحقیق کرنا واجب ہے جب تک حقیقت حال پوری طرح واضح نہ ہو جائے اس پر عمل کرنا (یعنی اسے صحیح سمجھنا، آگے نقل کرنا یا بیان کرنا) ممنوع ہے۔

پھر ہر خبر کی اپنی اہمیت ہوتی ہے۔ جتنی خبر اہم ہوگی اتنی ہی اس کی تحقیق بھی ضروری ہوگی خواہ اس خبر کا تعلق انفرادی معاملات کے ساتھ ہو یا اجتماعی معاملات کے ساتھ اگرچہ اجتماعی معاملات سے متعلق خبر کی تحقیق کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔

اسی طرح خبر کا مخبر پر بھی بہت انحصار ہوتا ہے وہ ثقہ ہے یا غیر ثقہ لیکن خبر کی اہمیت کے پیش نظر ہر پہلو کے اعتبار سے اس کی تحقیق ضروری ہے۔ کیونکہ بعض اوقات ایک ثقہ راوی بھی غلط فہمی کا شکار ہو کر ایک فاسق کی خبر بلا تحقیق آگے بیان کر دیتا ہے۔ اس لئے حکم دیا گیا کہ کوئی خبر سنتے ہی اسے آگے مت پہنچاؤ بلکہ توقف کرو یہاں تک کہ اس کے صحیح یا غلط ہونے کی تصدیق ہو جائے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ہر سنی سنائی بات کو بلا تحقیق آگے نقل کرنے والے کو "جھوٹا" قرار دیا ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے:

"کَفٰی بِالْمَرْءِ کَذِبًا اَنْ یُّحَدِّثَ بِکُلِّ مَا سَمِعَ"

(صحیح مسلم۔ باب النہی عن الحدیث بکل ما سمع۔ جلد 1۔ ص 8)

Marfat.com

کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لئے بس اتنی بات کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات بیان کرتا پھرے (اور اس کی تحقیق نہ کرے)۔

اسی طرح اگر "خبر" کا تعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ساتھ ہو یا ان کی طرف منسوب کردی گئی ہو تو پھر تحقیق کا معیار مزید سخت ہو جائے گا کیونکہ آپ ؐ نے فرمایا ہے کہ:

"لَا تَكْذِبُوْا عَلَيَّ فَمَنْ يَّكْذِبْ عَلَيَّ يَلِجِ النَّارَ، لَا تَكْذِبُوْا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَلِجِ النَّارَ"

(صحیح بخاری کتاب العلم باب اثم من کذب علی النبی. رقم الحدیث 106)

مجھ پر جھوٹ نہ بولو اس لئے کہ جو مجھ پر جھوٹ بولے گا وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

"مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ"

(حوالہ مذکور۔ رقم الحدیث 107)

جو مجھ پر جھوٹ بولے گا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔

"مَنْ يَّقُلْ عَلَيَّ مَالَمْ أَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ"

(حوالہ مذکور۔ رقم الحدیث 109)

جس نے میری طرف ایسی بات کی نسبت کی جو میں نے نہیں کہی تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔

مذکورہ احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنا حرام ہے اور جو شخص جانتا ہو یا اس کا گمان ہو کہ جو روایت وہ بیان کرتا ہے وہ جھوٹی ہے تو تنبیہ کئے بغیر اسے بیان کرنا حرام ہے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ:

"جس کو کسی روایت کا موضوع ہونا معلوم ہو یا اس کے ظن غالب میں وہ موضوع ہو تو اس کے لئے ہرگز جائز نہیں کہ اس حدیث کو بیان کرے۔ اور جو یہ علم رکھنے کے باوجود کہ فلاں روایت موضوع ہے اس کو بیان کرتا پھرے اور اس کا موضوع ہونا بیان نہ کرے تو وہ اس شدید وعید میں داخل اور ان لوگوں میں شامل ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ اور افتراء باندھتے ہیں۔"

امام ابن صلاح فرماتے ہیں کہ:

"جس کو کسی روایت کا موضوع ہونا معلوم ہو جائے تو اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ اسے موضوع کہے بغیر بیان کرے" (مقدمہ ابن الصلاح ص 131-130)

Marfat.com

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ:

"واتفقوا علیٰ تحریم روایة الموضوع الّا مقرونا ببیان وضعه"(شرح نخبة الفكر ص 81)

محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ موضوع روایت کا بیان کرنا حرام ہے مگر اس وقت اس کی اجازت ہو گی جب اس کا موضوع ہونا بھی بیان کر دیا جائے۔

وکیل احناف مشہور محدث اور فقیہ علامہ ابو الحسنات محمد عبدالحی لکھنوی (متوفی 1304ھ) ایک منقولہ "عبارت" کے جواب میں فرماتے ہیں:

ومنهم من قال: ان الشيخ لم يذكر ذلك من عند نفسه، بل نقله عن غيره والناقل ليس عليه الا تصحيح النقل، وانما العهدة على من منه النقل- وفيه سخافة ظاهرة عند اهل الفضل، فان العالم المتبحر والصوفی المتبصر، لا يعذر فی نقل مثل هذا الباطل، بل لا يحل نقله الا للرد عليه والقدح فيه على الوجه الكافل- (الرفع والتكميل فی الجرح والتعديل ص 379)

بعض نے کہا کہ شیخ نے یہ بات اپنی طرف سے نہیں لکھی، بلکہ دوسرے سے نقل کی ہے، اور ناقل کے ذمے تو صرف صحیح طور پر نقل کرنا ہے، باقی ساری ذمہ داری تو اس پر ہے جس سے نقل کیا گیا ہے۔ (علامہ لکھنوی کہتے ہیں) اس جواب کی کمزوری ظاہر ہے، کیونکہ ایک متبحر عالم اور صاحب بصیرت صوفی کو اس جیسی باطل بات کے نقل کرنے میں معذور نہیں رکھا جا سکتا، بلکہ اس کو تو صرف رد کرنے اور کامل طور پر اس پر طعن کرنے کے لیے ہی نقل کرنا حلال ہے"۔

اگر بالفرض روایت موضوع نہیں بلکہ ضعیف ہے تو اس کے بارے میں بھی یہ احتیاط ملحوظ رکھی جائے کہ اسے "جزماً" آپؐ کا قول نہ قرار دیا جائے اور نہ ہی اس پر عمل کو "سنت" قرار دیا جائے۔

فقیہ العصر مولانا مفتی رشید احمد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ:

ضعیف حدیث پر عمل کرنے میں مندرجہ ذیل مفاسد ہیں:

1- اس میں یہ شرط ہے کہ اس عمل کو سنت نہ سمجھا جائے۔ اور حال یہ ہے کہ عوام تو درکنار، خواص بلکہ مشہور علماء اور مقتدیٰ حضرات بھی ایسے اعمال کو سنت سمجھتے ہیں بالخصوص شیخ عبدالحق دہلویؒ کی کتاب "ما ثبت بالسنة" کا نام دیکھ کر اس میں مذکورہ سب

Marfat.com

اعمال کو مسنون سمجھا جاتا ہے حالانکہ اس میں اکثر روایات اسی قسم کی ہیں۔

2- یہ شرط بھی ہے کہ روایت ضعیفہ سے کوئی حکم شرعی ثابت نہ کیا جائے اور ''اعتقاد فضیلت'' حکم شرعی ہے البتہ ''خیال فضیلت'' حکم شرعی نہیں۔

3- یہ شرط بھی ہے کہ روایت میں ضعفِ شدید نہ ہو۔ اور فضائل سے متعلق اکثر روایات کا حال یہ ہے کہ صرف ضعیفہ شدیدہ ہی نہیں بلکہ موضوعہ ہیں۔ بیشتر کے موضوع ہونے کی تو اصحابِ فن نے تصریح فرمائی ہے اور بقیہ کے بارے میں بھی بوجوہ ذیل یہی ظن غالب ہے:

ان کے رواۃ وضّاع، روافض اور صوفیہ ہیں۔ وضع احادیث میں روافض کا کردار اتنا واضح اور اس قدر مشہور ہے کہ مزید وضاحت کی حاجت نہیں۔ علاوہ ازیں اس کی تفصیل تحریر میں لانے کے لئے مختصر مضمون کافی نہیں، دفاتر کے دفاتر درکار ہیں۔ وضع احادیث کے فن میں ''صوفیہ'' کے کارناموں سے بھی کتب حدیث ورجال بھری پڑی ہیں......

یہ صحیح ہے کہ روایات ضعیفہ کے تعدد سے قوت آجاتی ہے مگر کتب مذکورہ (غنية الطالبين، قوت القلوب إحياء العلوم، مكاشفة القلوب كيميائے سعادت تصانيف سيوطی، ما ثبت بالسنة) کے بیشتر رواۃ ایسے ہیں کہ ان جیسوں کا عدد ہزار سے بھی بڑھ جائے تو بھی ان پر اعتماد کرنا جائز نہیں: "الخبيث لا يزيد الّا اخبثا" (احسن الفتاویٰ جلد دہم ص 123-125۔ مطبوعہ الحجاز پبلشرز کراچی)

مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری فرماتے ہیں کہ:

''مودودی صاحب تیسرا مغالطہ یہ دیتے ہیں کہ انہوں نے جو کچھ لکھا ہے، تاریخ کی مستند کتابوں ہی سے لکھا ہے...'' ''میں پوچھتا ہوں کہ کسی بھی دشمن اسلام نے اسلام، پیغمبر اسلام اور تعلیمات اسلام کو ہدف طعن وتضحیک بناتے وقت کوئی بات بلاحوالہ نقل کی ہے؟ سب اپنی خرافات کے پورے حوالے درج کرتے ہیں۔ پھر دشمنان صحابہؓ نے حضرات صحابہؓ پر حملہ کرتے ہوئے جو واقعات نقل کئے ہیں سب تاریخِ اسلام کی ''مستند ترین کتابوں'' ہی سے ماخوذ ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دشمنان دین کا، دین کے خلاف سب سے بڑا اور کارگر حربہ یہی تاریخ اسلام اور تاریخ اسلام کی مستند ترین کتابیں ہی ہوتی ہیں۔ مودودی صاحب کے فریب خوردہ یا فریب کار متبعین بھی یہی کہتے ہیں کہ اس میں مودودی صاحب کا کیا قصور ہے؟ انہوں نے تو صرف تاریخ پیش کی ہے اور مؤرخین کی

Marfat.com

روایات نقل کردی ہیں کیا یہ بھی گناہ ہے؟ ہاں یہ گناہ ہے اور بے شک معصیت۔ اس کے گناہ و معصیت اور فسق و فجور ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ کسی انسان کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ جھوٹے راویوں کی جھوٹی روایات نقل کر کے یہ عذر پیش کرے کہ میں نے تو صرف یہ روایات نقل کی ہیں۔

اگر اسے ان روایات کے موضوعہ مکذوبہ ہونے کا علم نہیں تو اس جاہل کو یہ کس حکیم نے بتلایا ہے کہ وہ ضرور یہ روایات نقل کرے ورنہ اس کے دماغ میں فتور و خلل پیدا ہو جائے گا۔ اور اگر وہ جانتا ہے کہ یہ روایات جھوٹی ہیں اور پھر بھی انہیں نقل کرتا چلا جاتا ہے تو اب اس کے خود جھوٹا ہونے میں کوئی شک نہیں اور یہ قیامت میں اپنے اس جھوٹ کے لئے اسی طرح پکڑا جائے گا جس طرح وہ جھوٹی روایات وضع کرنے والا پکڑا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "کفی بالمرء کذباً أن یحدث بکل ماسمع" آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ ہر بات جو سنے روایت کردے۔ امام مسلم نے یہ حدیث دو سندوں کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت حفصہؓ سے روایت کی ہے۔" حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ارشاد ہے:

"بحسب المرء من الکذب أن یحدث بکل ما سمع"
آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ ہر بات جو سنے روایت کردے۔

امام مالک نے اپنے شاگرد ابن وہب سے فرمایا:

"اعلم انه لیس یسلم رجل حدث بکل ما سمع ولایکون اماماً أبداً وهو یحدث بکل ماسمع"

یاد رکھو وہ آدمی نہیں بچ سکتا جو ہر سنی سنائی بات بیان کردے اور نہ ہی وہ شخص کبھی امام بن سکتا ہے جو ہر سنی بات کو روایت کردے۔ (یہ تمام روایات صحیح مسلم مقدمہ باب "النهی عن الحدیث بکل ما سمع" سے منقول ہیں)

امید ہے حضور کریمؐ، حضرات صحابہؓ اور امام الائمہ امام مالک کے ان ارشادات وتصریحات کے بعد نہ یہ فریب کھایا جائے گا اور نہ ہی دیا جائے گا کہ کسی تاریخی روایت کو صرف نقل کردینا تو کوئی گناہ نہیں۔ گناہ ثواب تو راوی پر ہے۔ مودودی صاحب (اور طبری صاحب) نے تو صرف روایات نقل

Marfat.com

کردی ہیں۔ (عادلانہ دفاع جلد ثانی ص 78-80۔ مطبوعہ دار التصنیف والارشاد قدیر آباد ملتان)

مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ ''تاریخی روایات'' کے نقل کرنے سے متعلق قرآن کریم کی روشنی میں ''ایک اہم اصول'' کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ'' یعنی ان لوگوں کو آدمؑ کے دو بیٹوں کا قصہ صحیح صحیح واقعہ کے مطابق سنا دیجیے۔

اس میں ''بِالْحَقِّ'' کے لفظ سے تاریخی روایات کی نقل میں بڑی احتیاط لازم ہے جس میں نہ کوئی جھوٹ ہو نہ کوئی تلبیس اور دھوکہ اور نہ اصل واقعہ میں کسی قسم کی تبدیلی یا کمی زیادتی۔ (ابن کثیر)

قرآن کریم نے صرف اسی جگہ نہیں بلکہ دوسرے مواقع میں بھی اس اصول پر قائم رہنے کی ہدایات دی ہیں:

ایک جگہ ارشاد ہے: ''اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ.''

دوسری جگہ ارشاد ہے: ''نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُمْ بِالْحَقِّ.''

تیسری جگہ ارشاد ہے ''ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِّ.''

ان تمام مواقع میں تاریخی واقعات کے ساتھ لفظ ''حق'' لاکر اس بات کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے کہ نقل واقعات میں حق وصدق کی رعایت لازمی ہے۔ روایات وحکایات کی بناء پر جس قدر مفاسد دنیا میں ہوتے ہیں ان سب کی بنیاد عام طور پر نقل واقعات میں بے احتیاطی ہوتی ہے۔ ذرا سا لفظ اور عنوان بدل دینے سے واقعہ کی حقیقت مسخ ہو جاتی ہے۔ پچھلی اقوام کے مذاہب و شرائع اسی بے احتیاطی کی راہ سے ضائع ہو گئے اور ان کی مذہبی کتابیں چند بے سند و بے تحقیق کہانیوں کا مجموعہ بن کر رہ گئیں۔ اس جگہ ایک لفظ ''بِالْحَقِّ'' کا اضافہ کر کے اس اہم مقصد کی طرف اشارہ فرما دیا گیا۔ (معارف القرآن۔ جلد سوم ص 111۔ طبع جدید۔ ادارۃ المعارف کراچی، ستمبر 2013ء)

مولوی دلپذیر صاحب کی کتاب ''گلزار یوسفؑ'' بھی منکر، ضعیف، سقیم، رطب و یابس، موضوع اور اسرائیلی روایات کا مجموعہ ہے جن میں انتہائی غلو اور مبالغہ آرائی کے علاوہ انبیائے کرام کی توہین وتنقیص بھی پائی جاتی ہے لیکن ان ''واقعات'' کی نشاندہی سے پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کی عصمت ومعصومیت کے حوالے سے اہل السنت والجماعت کا عقیدہ ملاحظہ فرمائیں:

Marfat.com

عقیدہ عصمتِ انبیاء کرام علیہم السلام

لغت میں "اَلْعَصْمُ وَالْعِصْمَةُ" کے معنی ''محفوظ رکھنے، بچانے اور روکنے'' کے ہیں۔
قرآن مجید میں اسم فاعل کے طور پر ''عاصم'' کا لفظ آیا ہے:
" لَاعَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِاللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ "(سورہ ھود:43)
آج اللہ کے حکم (یعنی قہر و عذاب) سے بچانے والا کوئی نہیں لیکن جس پر وہی رحم کرے۔
اسی سے اس کا اسم مفعول ''معصوم'' ہے۔ جس کے معنی ہیں: روکا ہوا، بچایا ہوا، محفوظ رکھا ہوا۔
جبکہ اصطلاح شریعت میں "عِصْمَة" کے معنی: گناہوں سے بچانے کے ہیں اور ''معصوم'' وہ ہے، جس کو اللہ تعالیٰ گناہوں سے بچاتا ہے اور اس سے کوئی گناہ صادر نہیں ہوسکتا۔
''معصومیت'' کا اعزاز تمام انسانوں میں سے صرف انبیاء کرام کو حاصل ہے۔
بشریت و انسانیت کے اوصاف و کمالات کی سرحد ''معصومیت'' ہے جو بشریت کے کمال کی آخری ''حد'' بھی ہے اور بشریت کا یہ کمال صرف انبیائے کرامؑ کو نصیب ہوتا ہے کہ وہ معصوم اور گناہوں سے پاک اور بے داغ ہوتے ہیں۔ نبی و رسول کے سوا کسی بھی انسان کو عصمت و بے گناہی کا یہ اعلیٰ ترین رتبہ اور درجہ حاصل نہیں ہوسکتا۔

اہل السنّت والجماعت کا اجتماعی اور متفقہ عقیدہ ہے کہ انبیاء و رسل قبل از نبوت و رسالت بھی معصوم ہوتے ہیں یعنی وہ اپنی پہلی زندگی میں بھی گناہ نہیں کرتے اور بعد از نبوت و رسالت تو ان کی معصومیت مزید نمایاں ہے جس میں گناہ کا کوئی سوال ہی باقی نہیں رہتا۔ کیونکہ وہ دنیا میں لوگوں کے لئے مقتدیٰ، پیشوا اور نمونہ بنا کر بھیجے جاتے ہیں اگر نبی کی زندگی میں گناہ کا کوئی تصور ہو تو پھر اس کی زندگی نمونہ نہیں بن سکتی۔

مسئلہ عصمت قرآن کریم کی متعدد آیات سے ثابت ہے اور یہ انبیاء کرامؑ کی ایسی مخصوص صفت ہے جس میں کوئی فرد بشر شریک نہیں ہوسکتا۔ محقق علماء، متکلمین، مجتہدین اور مفسرین نے اپنی تفاسیر اور کتب عقائد میں اس عقیدے کا واضح الفاظ میں ذکر کیا ہے کہ انبیاء کرامؑ نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد کبیرہ و صغیرہ گناہوں اور عیبوں بالخصوص صفات خسیسہ سے بھی ''عمداً، سہواً،

Marfat.com

سرّاً أو جہراً'' پاک اور معصوم ہوتے ہیں۔ علامہ قرطبی نے تو جمہور علمائے امت کے اجماعی عقیدہ عصمتِ انبیاء عن الکبائر والصغائر عمداً و سہواً کو ائمہ مجتہدین کا مختار مذہب نقل فرمایا ہے:

''وقال جمهور من الفقهاء من أصحاب مالك و أبي حنيفة والشافعي: إنهم معصومون من الصغائر كلها كعصمتهم من الكبائر إجماعاً'' (تفسیر قرطبی جلد اول ص 308)

تمام فقہاء مالکیہ، حنفیہ اور شافعیہ نے فرمایا ہے کہ انبیاءؑ تمام صغیرہ گناہوں سے اس طرح معصوم ہیں جس طرح کبیرہ گناہوں سے پاک ہیں۔

اس مسئلہ پر امام رازی، علامہ سید محمد آلوسی، علامہ خازن، قاضی عیاض، امام خفاجی، حافظ ابن قیم، ملا علی قاری اور علامہ ابن حجر کی کتب تفاسیر اور تصانیف میں نہایت نفیس و لطیف محققانہ بحثیں موجود ہیں۔

حافظ ابن حزم اندلسی (م 456ھ) منکرین عصمت کا مدلّل رد کرنے کے بعد آخر میں لکھتے ہیں کہ:

انبیاءؑ سے قطعاً کوئی گناہ بھی سرزد نہیں ہوتا۔ ابن ابی سرح کے واقعہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک انصاری نے کہا تھا: ''هلا أو مأت إليّ'' آپؐ نے مجھے اشارہ کیوں نہ فرمادیا: تو نبی علیہ السلام نے فرمایا: ''کسی نبی کو یہ سزاوار نہیں کہ اس کی آنکھ خیانت کرے''

پس نبی علیہ السلام نے جملہ انبیاء سے دز دیدہ نگاہی کو مستبعد سمجھا حالانکہ دز دیدہ نگاہی نہایت خفیف گناہ اور ایک معمولی سا ظاہر کا باطن کے خلاف ہونا ہے۔ جب ایسا خفیف گناہ نبی کو سزاوار نہیں تو دیگر گناہوں سے نبی بالاولیٰ پاک ہوگا۔ ہم مسلمان انبیاء کے جملہ افعال و کردار میں ان کی اتباع و اقتداء کے لئے مامور ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ'' (الاحزاب: 21)

''تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بہترین نمونہ ہے''

''اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ'' (الانعام: 90)

''یہ ہدایت یافتہ ہیں ان ہی کی ہدایت کی پیروی کیجئے''

لہٰذا واضح ہو گیا کہ اگر ''بفرضِ محال'' کسی نبی سے ارادۃً کوئی صغیرہ کبیرہ گناہ صادر ہونا ممکن ہو:

Marfat.com

گویا اللہ تعالیٰ نے ہمیں معاصی کی ترغیب وتحریض کی اور گناہ کی پیش کش کی۔ انبیاء سے ارادۃً گناہ کے سرزد ہونے کا اعتقاد صریح کفر ہے کیونکہ انبیاء کے جملہ "ارادی افعال" سرتا سر خیر اور حق ہی ہوتے ہیں۔ ذوالخویصرہ نے جب نبی علیہ السلام کو کہا اے محمد! عدل وانصاف سے کام لیجئے کیونکہ اس تقسیم سے اللہ کی رضا جوئی مقصود نہیں ہوتی تو آپ نے سخت تنبیہ اور سرزنش کی کہ میں خائن نہیں امین ہوں اور ارادۃً کوئی گناہ نہیں کرسکتا اور فرمایا: افسوس میں عدل نہ کروں تو اور کون کرے گا؟ اللہ تعالیٰ تو مجھے امین اور قابل اعتماد سمجھتا ہے اور تم مجھ پر اعتماد نہیں کررہے....

کاش مجھے معلوم ہوتا کہ منکرین عصمت کو انبیاء کے متعلق تبلیغ رسالت میں جھوٹ نہ بولنے سے کیوں کر اطمینان ہوا؟ شاید انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام پر جھوٹ کی تبلیغ کی ہو لہٰذا ممکن ہے انبیاء کے وہ افعال وکردار جن کو ہم اسوہ حسنہ سمجھتے ہیں وہ دراصل بے دینی، زندقہ اور اللہ تعالیٰ کی معصیت ہوں۔ ہم نے رافضیوں اور منکرین عصمت سے بڑھ کر کسی کو دین کا دشمن اور اسلام کی بیخ میں کوشاں نہیں پایا۔ یہ دونوں ملعون فرقے دین میں تحریف کے قائل ہیں۔

(رسالہ عصمت انبیاء ص 101، 102، 106۔ مترجمہ مولانا ہدایت اللہ ندوی)

انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کا انتخاب ہیں:

"اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ (سورۃ الحج 75)

اللہ چھانٹ لیتا ہے فرشتوں میں پیغام پہنچانے والے اور آدمیوں میں۔

جس طرح فرشتے معصوم ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم میں نافرمانی نہیں کرتے تو اسی طرح انبیاء بھی (جو فرشتوں سے افضل ہیں) اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے پیغمبروں کے دل اتنے پاک صاف ہوتے ہیں کہ ان میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہ کی طرف ادنیٰ سے ادنیٰ میلان بھی پیدا نہیں ہوسکتا۔

انبیائے کرام مستقل مطاع ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے، ان کی پیروی میں جنت اور مخالفت میں جہنم ملتی ہے۔ اس لئے انبیاء کرام اپنے افعال واعمال میں بھی مطلقاً معصوم ہوتے ہیں۔ ان سے نہ کبیرہ گناہ سرزد ہوتا ہے اور نہ ہی صغیرہ۔ ان سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سرزد نہیں ہوسکتی اور ان کا مستقل اور مطلق مطاع ہونا ہی ان کی عصمت کی دلیل ہے۔

کیونکہ بالفرض اگر ان سے گناہ اور نافرمانی کا صدور ہوجائے تو پھر اس سے یہ لازم

Marfat.com

آئے گا کہ دوسرے انسان اس گناہ اور نافرمانی میں بھی ان کی اطاعت کریں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے بہر حال ان کی اطاعت کا حکم دیا ہے، ان کی زندگی کو دوسروں کے لئے اسوہ حسنہ قرار دیا ہے لیکن معصیت اور گناہ کی پیروی کا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نہیں ہوسکتا لہٰذا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ انبیائے کرام ہر گناہ اور ہر معصیت سے بالکل معصوم ہوتے ہیں۔ معصیت و نافرمانی کا کوئی داغ ان کے دامن عصمت کو چھو بھی نہیں سکتا۔ جبکہ ''زلّت'' (جس کا صدور انبیاء سے ممکن ہے) پر صغیرہ گناہ کا اطلاق بھی نہیں ہوتا اور جو محض ''ترک اولیٰ اور ترک افضل'' کے معنی میں مستعمل ہے۔

''زلّت'' کے لغوی معنی ''پھسلنا'' یعنی لغزش ہے اور شرعی اصطلاح میں ''زلّت'' اس لغزش کو کہتے ہیں جو بلا ارادہ سرزد ہو جائے جیسے کوئی مسافر چلتے ہوئے کیچڑ کی وجہ سے پھسل جائے۔

علامہ تفتازانی انبیاء کرام سے صغائر کے صدور کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''أما الصغائر فیجوز عمدا عند الجمهور خلافا للجبائی و اتباعه و یجوز سهواً بالاتفاق الّا ما یدلّ علی الخسّة کسرقة لقمة والتطفیف بحبّة لکن المحققین اشترطوا أن ینبهوا علیه فینتهوا عنه هٰذا کله بعد الوحی....

(شرح العقائد ص 102)

جہاں تک صغائر کا تعلق ہے تو عمداً ان کا ارتکاب جمہور کے نزدیک جائز ہے برخلاف جبائی اور ان کے متبعین کے اور صغائر کا ارتکاب سہواً تو بالاتفاق جائز ہے بجز ایسے صغیرہ کے جو خست اور گھٹیا پن پر دلالت کرے۔ جیسے ایک لقمہ چوری اور ایک دانہ ناپ تول میں کمی کرنا لیکن محققین نے شرط لگائی ہے کہ وہ متنبہ کئے جائیں تو اس سے باز آجائیں اور یہ سب تفصیل وحی کے بعد....

موصوف یہاں یہ فرمارہے ہیں کہ انبیائے کرام سے قبل از نبوت اور بعد از نبوت صغائر کا صدور بالاتفاق جائز ہے مگر ایسے صغائر کا صدور سہواً بھی نہ ہوگا جو کہ ذلت، رسوائی اور کمینہ پن پر دلالت کرتے ہوں۔ جبکہ محققین کا کہنا ہے کہ اس قسم کی صورت حال میں نبی کو اللہ کی طرف سے اطلاع ملتی ہے کہ یہ کام آپ کی شان کے لائق نہیں لہٰذا اس اطلاع سے نبی اس کام سے رک جاتا ہے۔

علامہ تفتازانی اس بحث کے آخر میں لکھتے ہیں کہ:

''فمانقل عن الأنبیاء علیهم السلام مما یشعر بکذب أو معصیة فما کان منقولا بطریق الآحاد فمردود، وما کان بطریق التواتر فمصروف

Marfat.com

عن ظاهره إن أمكن، و ألا فمحمول على ترك الاولىٰ أو كونه قبل البعثة" (شرح العقائد ص 102)

''انبیاء سے جو ایسی باتیں منقول ہیں جو کذب اور معصیت پر دلالت کرتی ہیں تو جو خبر واحد کے ذریعے منقول ہو وہ مردود ہے اور جو تواتر کے طریقے سے منقول ہو، اگر ممکن ہو تو اس کی تاویل کی جائے گی ورنہ ترک اولیٰ پر یا اس کے قبل البعثت ہونے پر محمول ہوگا''۔

بہر حال انبیاء کے ارفع واعلیٰ مقام اور منصب نبوت کے تقاضے کے پیش نظر صحیح بات یہی ہے کہ وہ صغائر و کبائر سے پاک ہوتے ہیں اور جن حضرات نے ان سے ''سہواً'' صغائر کا صدور تسلیم بھی کیا ہے تو انہوں نے اس کے ساتھ ہی اس بات کی بھی تصریح کر دی ہے کہ ''سہواً'' صغائر کے صدور کے باوجود ایسے صغائر کا ہرگز صدور نہیں ہوسکتا جو ''ذلت، رسوائی، کمینہ پن اور گھٹیا پن'' پر دلالت کرتے ہوں۔

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی فرماتے ہیں کہ:

عصمت نبی کے معنی:۔ خالق کائنات نے انسان کی تخلیق متضاد قوتوں کے ساتھ فرمائی ہے۔ یعنی اس کو نیک و بد دونوں قسم کی قوتیں عطا کی گئی ہیں وہ گناہ بھی کرسکتا ہے اور نیکی بھی۔ وہ ارادہ بد کا بھی حامل ہے اور ارادہ خیر کا بھی اور یہی اس کے انسانی شرف کا طغرائے امتیاز ہے۔ ان متضاد قوتوں کے حامل ''انسان'' میں سے ''حضرتِ حق'' انسانی رشد و ہدایت اور وصول الی اللہ کے لئے کبھی کبھی کسی شخص کو چن لیتے ہیں اور اس کو اپنا رسول، نبی اور پیغمبر بنا لیتے ہیں اور اس سلسلہ کی آخری کڑی ذات اقدس محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اور جب یہ ہستی نبوت کے لئے چن لی جاتی ہے تو اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ عمل و ارادہ کی زندگی میں ہر قسم کے گناہ سے پاک اور ہمہ قسم کی نافرمانیوں سے منزّہ ہو۔ تاکہ پیغام الٰہی کے منصب میں خدا کی صحیح نیابت ادا کر سکے۔

اس طرح وہ ایک انسان اور بشر بھی ہے کھاتا ہے، پیتا ہے، سوتا ہے اور اہل و عیال کی زندگی سے بھی وابستہ ہے اور وہ ہر قسم کے عملی اور ارادی گناہوں سے پاک بھی ہے کیونکہ وہ ہر قسم کی نیکی کے لئے ہادی و مرشد اور خدا کا نائب ہے اور اگرچہ وہ دوسرے انسانوں کی طرح متضاد

Marfat.com

قوتوں کا حامل ضرور ہے لیکن عمل اور ارادہ میں اس سے ہر قسم کی بدی کے ظہور کو ناممکن اور محال کر دیا گیا ہے تاکہ اس کا ہر ایک ارادہ، ہر ایک عمل اور ہر ایک قول غرض ہر ایک حرکت و سکون، کائنات کے لئے اسوہ اور نمونہ بن سکے البتہ بشریت وانسانیت سے متصف ہونے کی بناء پر سہو، نسیان اور لغزش کا امکان باقی رہتا اور کبھی کبھی عملی شکل بھی اختیار کر لیتا ہے مگر فوراً ہی اس پر متنبہ کر دیا جاتا ہے اور وہ اس سے کنارہ کش ہو جاتا ہے۔

سہو اور نسیان تو اپنے مفہوم میں ظاہر ہے مگر زَلَّۃ (لغزش) کیا ہے؟ تو اس کا اطلاق ایسی حقیقت پر ہوتا ہے کہ جہاں نہ عمل اور کردار میں تمرد اور سرکشی کا دخل ہو اور نہ قصد وارادہ کے ساتھ حکم کی خلاف ورزی کا اور ساتھ ہی وہ عمل اپنی حقیقت اور ماہیت کے اعتبار سے قبیح، بد اور شر بھی نہ ہو بلکہ ان تمام امور کے پیش نظر وہ اپنی ذات میں اگرچہ اباحت اور جواز کا درجہ رکھتا ہو مگر کرنے والی ہستی کے شایانِ شان نہ ہو بلکہ اس کے عظیم رتبہ کے سامنے سبک اور ہلکا نظر آتا ہو۔ بایں ہمہ اس لئے عمل میں آ گیا کہ عمل کرنے والے کی نگاہ میں اس کا اس طرح کرنا خدائے تعالیٰ کی مرضی کے خلاف نہ تھا لیکن نبی پر چونکہ خدائے تعالیٰ کی مستقل حفاظت ونگرانی رہتی ہے اس لئے فوراً ہی اس کو متنبہ کر دیا جاتا ہے کہ یہ عمل تمہاری جلالتِ قدر اور عظمت مرتبہ کے شایانِ شان نہیں ہے اور قطعی غیر مناسب ہے۔ اسی فرق مراتب کو عربی کی اس مثل میں ظاہر کر دیا گیا ہے:

"حسنات الأبرار سيآت المقربين" نیکوکار انسانوں کی عام خوبیاں مقربین بارگاہِ الٰہی کے حق میں برائیاں ہوتی ہیں۔

مگر اس لئے کہ ایک مقرب بارگاہ الٰہی کو خدا کی مرضی کے سمجھنے میں بھی یہ لغزش کیوں پیش آئی؟ سنۃ اللہ یہ جاری ہے کہ وہ انبیاء و مرسلینؑ کی اس قسم کی لغزش پر جب ان کو متنبہ کرتا ہے تو اول نہایت سخت اور مجرمانہ عمل کی حیثیت میں اس لغزش کا ذکر کرتا ہے مگر پھر کسی دوسرے مقام پر اس معاملے کی اصل حقیقت کو ظاہر کر کے نبی ورسول کے عمل کو لغزش ہی کی حد میں لے آتا اور ان کی جانب سے خود ہی معذرت کر دیتا ہے تاکہ کسی ملحد اور زندیق کو کسی بھی نبی ورسول کی جانب گناہ کے الزام کے لگانے کی بے جا جرأت نہ ہو سکے۔ اسی مجموعہ حقیقت کا نام "عصمتِ انبیاء" ہے اور یہی اسلامی عقائد میں سے ایک بنیادی عقیدہ ہے۔

(قصص القرآن جلد اول ص 46-44)

Marfat.com

سورۃ یوسف کا شانِ نزول

مولوی دلپذیر زیرِ عنوان ''شانِ نزول سورۃ یوسف'' لکھتے ہیں:

کرن روایت ہک دن حضرتؐ سید شاہ جمالاں
حسنؓ حسینؓ شہزادیاں تائیں کیتا پیار کمالاں
ہکی بغل مبارک اندر پایا حسنؓ شہزادہ
دوجی وچہ حسینؓ سہارا جو ہے ولی خدا دا
کدیں حسنؓ دا منہ سر چُمن لاڈ پیار کریندے
کدیں حسینؓ ولی دی تائیں حضرتؐ بوسے دیندے
ڈٹھا غیرت رب سچے دی جو شان دی وچہ آئی
اوسی ویلے طرف زمین دے بھیجیا وحی الٰہی
جا کے پچھ حبیب میرے تھیں حکم کیتا رب سائیں
ایہ دو لڑکے بہت پیارے ہین تساڈے تائیں
جبرائیل امین خدا دا طرف زمین دے آیا
خدمت وچہ رسول اللہ دے آن سلام سنایا
بعد سلام پیغام الٰہی نال آداب پکارے
یا حضرت ایہ بچڑے تینوں لگدے بہت پیارے
حضرت آکھیا آہو بھائی اس وچہ شک نہ کائی
ایہ دو گوشے جگر میرے دے اکھیاں دی روشنائی
تاں جبرائیل کہیا یا حضرت کیہڑا بہت پیارا
حضرتؐ کہیا دوہاں اندر فرق نہیں کجھ یارا
دونویں باغ ہکی دے میوے ہکی اصلوں آئے
ایہ دو پھل ہکی گلزاروں رب عطا فرمائے

Marfat.com

دونویں موتی اکس لڑی دے دونویں گوہر پارے
دونویں ٹکڑے قرص فلک دے سورج چند سوہارے
دونویں تارے اکس برج دے دونویں نور نبی دے
دونویں میرے دوہتے سکے دونویں جن علیؑ دے
دوہاں نوں میں دوست رکھاں ہکو جتنا جاناں
ایہ گل سن کے پاک نبی نوں کہندا وحی ربانان
یا حضرتؐ ایہ دونویں بیٹے جو تدھ بہت پیارے
ہکی نوں تقدیر خدا دی زہر دوا کے مارے
دوجے دا سر تیغوں اک دن دھرتی اُپر جھڑسی
نال دوہاں دے غیرت رب دی ایہ تماشا کرسی
رب دی صفت صبور کریندا دوہتیاں نال صبوری
تے سجناں نال غیوری پاروں کردا غیرت پوری
جاں ایہ خبر ڈراون ہاری جبرائیل سنائی
سن کے پاک رسول اللہ نوں ترت بے ہوشی آئی
ہوش پئی تاں دونویں بیٹے پاک رسول بلائے
دوہاں طرفوں دیکھ وحی نوں پھر حضرت فرماوے
جبرائیلا بچڑے میرے کیہڑا مارن والا
دس اساں نوں کس دے ہتھوں پیون اجل پیالہ
کہیا فرشتے امت تیری قتل انہاں نوں کرسی
شاہ حسنؓ نوں زہر ملے گی موت شہادت مرسی
تے کرن شہید حسینؓ ولی نوں دھرتی کربل والی
سن ایہ خبر روون لگے پاک محمدؐ عالی
چھم چھم ہنجو جاری ہویاں کہیا نبی سوہارے
امت میری قتل کریسی میرے پُت پیارے

Marfat.com

"امّتی یؤمنون بی و یرجون شفاعتی ثمہ یقتلون اولادی، عجبا من امّتی"

اوہ میرے نال ایمان لے آون آس شفاعت لاون
پھر اولاد میری نوں مارن امت عجب کہاون
اسے غم وچہ نبی سوہارا کردا بیٹھ گزارا
تاں جو جبرائیل فرشتہ آیا پھیر دوبارہ
سورت یوسف نال لے آیا کہندا کر دل جوئی
یا نبی اللہ اس گل اندر کر افسوس نہ کوئی
قتل کرن اولاد تیری نوں لوک جو امت والے
تے یوسفؑ نال بھراواں سکیاں دیکھ جو کیتے حالے
عاصی امت آل تیری تے کرسن ظلم کمایاں
تے دیکھ احوال جو نال یوسفؑ دے کیتا سکیاں بھائیاں
ایہ ناسکے نا آل تیری تھیں ہوسن لوک گناہیں
کی ہویا جے کرن بے ادبی کوئی تعجب ناہیں
کرو تسلی کرو تسلی ایہ عزت نبیاں دی
تیری خاص تسلی کارن میں ایہ سورت آندی
پڑھیا حال یوسفؑ دا حضرت ہوئی صبر قراری
کہن مفسر سورت یوسفؑ اس دن رب اتاری
بہت بزرگاں ہور بھی لکھے شان نزول گرامی
ایہ پر نقرہ کار بتاوے اس تھیں بیٹھ تمامی

(گلزار یوسفؑ ص49-50۔ تحت "شان نزول سورہ یوسف")

مولوی دلپذیر نے سورۃ یوسف کا "شانِ نزول" یہ بتایا ہے کہ جب جبرائیل امین نے نبی اکرمؐ کو امت کے ہاتھوں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے قتل کی خبر دی تو آپؐ اس سے بہت زیادہ غمگین ہوئے جس پر اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو تسلی دینے کے لیے سورۃ یوسف نازل فرمائی۔

موصوف پیچھے حضرت حسنؓ کے فضائل میں یہ بات بھی لکھ آئے ہیں کہ ایک فرشتے سے

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی ہوئی تو سزا کے طور پر اس کا جسم جل گیا۔ حضرت حسنؓ کی ولادت کے موقع پر جبرائیل امین نبی اکرمؐ کو مبارکباد دینے کے لیے آئے تو راستے میں ''فطرس'' فرشتے کا جسم جلا ہوا پایا۔ ان کے استفسار پر اس نے بتایا کہ مجھ سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سرزد ہوگئی تھی جس کی بناء پر یہ سزا ملی۔ پھر وہ دونوں آپؐ کے پاس آ گئے اور شفاء کے لیے دعا کی درخواست کی۔

نبی اکرمؐ نے جبرائیل امین سے فرمایا کہ اس فرشتے کا جسم حضرت حسنؓ کے جسم کے ساتھ لگاؤ۔ انہوں نے یہ حکم بجالایا تو فرشتے کا جسم ٹھیک ہوگیا۔

جس دن حسنؑ تولد ہویا حکم کیتا رب سائیں
جبرائیلا ونج مبارک آکھ محمدؐ تائیں
جبرائیل مبارک لے کے جدوں نبی ول چلیا
راہ وچہ اس نوں ہور فرشتہ ملیا جلیا بلیا
فطرس نام آہا اس کولوں پچھیا جبرائیلے
کی ہویا دس فطرس تینوں کیوں بیٹھوں اس حیلے
کہندا فطرس حکم ربے وچہ مینوں غفلت ہوئی
آتش غضب جلایا مینوں ہور گناہ نہ کوئی
پھر اس فطرس جبرائیلوں پچھیا اس دا حالا
جبرائیل کہیا ہے مینوں بھیجیا رب تعالیٰ
جمیاں حسنؑ علیؑ دا بیٹا گھر گھر ہوئی شادی
چلیا ہاں میں پاک نبی نوں کہن مبارکبادی
فطرس نام نبی دا سن کے کہندا اس دی تائیں
جبرائیلا پاس نبی دے مینوں بھی لے جائیں
مت کے فضل کرے رب مینوں برکت شاہ عرب دی
جبرائیل اٹھا کر اس نوں آندا چھیدی چھیدی
خدمت وچہ نبی دے آندا فطرس کو لے کو لے
وحی مبارک آکھی حضرتؐ خیر مبارک بولے

Marfat.com

ادب، سلام، مبارکبادی ہو چکی جد ساری
حضرت پچھیا جبرائیلا ہے ایہ کون آزاری
ہے ایہ ملک چہارم فلکوں جبرائیل الایا
غیرت قہرالٰہی اس دا ہر اک کھنب جلایا
کرو دعا جو اس دی تائیں بخشے نور الٰہی
رحمت آوے زحمت جاوے ہووے دور سیاہی
تاں پھر پاک نبی فرمایا جبرائیلے تائیں
جُثہ اس دا شاہ حسنؓ دے جُثے نال لگائیں
انشاء اللہ جاندا رہسی سارا ساڑ ملک دا
جاں ایہ صاف ہویا تاں دیکھیں کیسا نور چمکدا
جبرائیل تے اونویں کیتا جیوں حضرتؐ فرمایا
اسے وقت فرشتے اُتے اللہ رحم کمایا
سڑیا بدن ہویا مڑ تازہ نکلی لاٹ حسنؓ دی
اتنی برکت جمدیاں ہوئی حضرت شاہ حسنؓ دی

(گلزار یوسف ص 24-25 تحت "فضائل حضرت امام حسن علیہ السلام")

مولوی دلپذیر نے حضرت حسنؓ کی پیدائش کے ساتھ ہی جہاں ان کے جسم کی برکت ثابت کی وہیں ایک معصوم فرشتے کو اللہ تعالیٰ کا حکم عدول اور نافرمان بھی قرار دے ڈالا۔ بہرحال مولوی دلپذیر نے سورۃ یوسف کا جو شانِ نزول بتایا ہے وہ بالکل ہی غلط ہے کیونکہ:

سورۃ یوسف تمام کی تمام "مکی" ہے جب کہ حضرت حسنؓ کی تاریخ ولادت عام قول کے مطابق 15۔ رمضان 3ھ ہے اور تحقیقی قول کے مطابق 7ھ میں غزوہ خیبر کے بعد پیدا ہوئے۔ اہلِ سنت اور اہلِ تشیع دونوں کی کتب میں یہ روایت ملتی ہے کہ حضرت حسنؓ کی ولادت کے موقع پر دایہ گیری کرنے والی سیدہ اسماء بنت عمیسؓ زوجہ جعفر طیار تھیں۔ جب کہ یہ ایک مسلمہ تاریخی حقیقت ہے کہ سیدہ اسماء بنت عمیسؓ اپنے شوہر حضرت جعفر طیارؓ کے ہمراہ حبشہ سے محرم 7ھ میں مدینہ منورہ واپس تشریف لائی تھیں، نبی اکرمؐ نے اس موقع پر ارشاد فرمایا تھا کہ

Marfat.com

میں نہیں سمجھتا کہ دو باتوں میں سے کس بات کو مسرت وخوشی کا باعث قرار دوں، جعفرؓ کے آنے سے خوش ہوں یا خیبر کی فتح سے؟ یعنی یہ دونوں باتیں میری مسرت وخوشی کا باعث ہیں۔ اس روایت کی رو سے حضرت حسنؓ کی ولادت کا سال 7ھ قرار پاتا ہے جب کہ حضرت حسینؓ، حضرت حسنؓ سے بھی عمر میں ایک سال چھوٹے ہیں جو عام تاریخی قول کے مطابق 5 شعبان 4ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ اس سلسلے میں مزید تفصیل کے لیے راقم الحروف کی کتاب ''اہل بیت رسولؐ کون؟'' (تحت ''نواسہ رسولؐ سیدنا حسین بن علیؓ) کی طرف مراجعت فرمائیں۔

مولوی دلپذیر نے کہا کہ سورۂ یوسف کے نزول سے نبی اکرمؐ کو حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کی شہادت کے سلسلے میں تسلی دینا مقصود تھا۔

یہ بات بھی غلط ہے کیونکہ حضرت حسنؓ نبی اکرمؐ کی وفات کے چالیس سال بعد 50ھ میں اور حضرت حسینؓ پچاس سال بعد 61ھ میں شہادت سے سرفراز ہوئے۔

قرآن کریم نے حضرت یوسفؑ کے تذکرے کو ''اَحۡسَنُ الۡقَصَص'' (نہایت عمدہ قصہ) کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔ یہ قصہ صرف اسی ایک سورت میں ملتا ہے۔

حضرت یوسفؑ کا یہ عجیب وغریب قصہ ارباب بصیرت کے لیے اپنی آغوش میں نہایت اہم اخلاقی مسائل رکھتا ہے۔ دراصل یہ قصہ ایک واقعہ نہیں ہے بلکہ فضائل اخلاق کی الٰہی ترین داستان ہے جس کا ہر پہلو موعظت وبصیرت کے جواہر سے لبریز ہے۔

قوت ایمانی، استقامت، ضبط نفس، صبر وشکر، حیا وعفت، دیانت وامانت، رشد وہدایت، رضا وتسلیم، ابتلاء وآزمائش، عفو ودرگزر، جذبہ ایثار وقربانی، جذبۂ قدر ومنزلت، جذبۂ دعوت وتبلیغ اور اصلاح وتقویٰ جیسے اخلاقِ فاضلہ اور صفاتِ کاملہ کا ایک نادر سلسلۃ الذہب ہے؛ جو اس قصہ کے ہر نقش میں منقش نظر آتا ہے۔

سورۂ یوسف کے شان نزول کے بارے میں حدیثی وتفسیری روایات کا حاصل یہ ہے کہ کفار مکہ نے نبی اکرمؐ کے متعلق علمائے یہود سے گفتگو کی اور ان کے سامنے اپنی درماندگی وپریشانی کا اظہار کیا۔ اس پر علمائے یہود نے ان سے کہا کہ اس مدعی نبوت کو زچ کرنے اور جھوٹا ثابت کرنے کے لیے تم ان سے یہ سوال کرو کہ حضرت یعقوبؑ کی اولاد شام سے مصر کیوں منتقل ہوئی اور یوسفؑ سے متعلق جو واقعات ہیں، ان کی تفصیل کیا ہے؟ اگر یہ نبی

Marfat.com

نہیں ہیں تو ان سوالوں کا جواب ہرگز نہیں دے سکیں گے۔

کفار مکہ نے یہود علماء کی ہدایت کے مطابق نبی اکرمؐ سے یہ سوال کیا۔ ان کے اس مطالبہ پر سورۃ یوسف نازل ہوئی اور آپؐ نے وہ سب کچھ ان کے بتا دیا جو سورۃ یوسف میں موجود ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ یہودی علماء نے اس سوال کا اس لیے انتخاب کیا تھا کہ یہ قصہ مکہ مکرمہ میں مشہور نہ تھا اور نہ ہی وہاں کوئی یہودی یا عیسائی عالم تھا جو کسی کو بتا سکے۔ ایسے حالات میں جب کہ خود نبی اکرمؐ امی لقب تھے، نہ کسی مکتب میں درس لیا تھا اور نہ ہی آپؐ نے نبوت سے پہلے یہ قصہ کسی سے سنا تھا۔

ان مخصوص حالات میں نہایت تفصیل اور کامل وضاحت کے ساتھ حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کا طویل واقعہ بیان کر دینا خود نبوت کی ایک کھلی اور واضح دلیل تھی اور آپؐ کا یہ صریح معجزہ تھا۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ مولوی دلپذیر کا بیان کردہ شانِ نزول غلط، من گھڑت اور خلافِ واقعہ ہے۔

Marfat.com

گلزارِ یوسفؑ اور توہین انبیاء کرام علیہم السلام

پیچھے ''عقیدۂ عصمتِ انبیاءؑ'' کے عنوان کے تحت بتایا جاچکا ہے کہ:

اہل سنت کے محقق علماء، متکلمین، مجتہدین اور مفسرین نے واضح طور پر اس بات کا اعلان کیا ہے کہ:

انبیائے کرامؑ نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد کبیرہ وصغیرہ گناہوں اور عیبوں سے ''عمداً ، سہواً ، سراً وجہراً'' پاک اور معصوم ہوتے ہیں اور جن حضرات نے انبیائے کرامؑ سے ''سہواً'' صغائر کا صدور تسلیم بھی کیا ہے تو انہوں نے اس کے ساتھ اس بات کی بھی تصریح کردی ہے کہ ''سہواً'' صغائر کے صدور کے باوجود ان سے ایسے صغائر کا صدور ہرگز نہیں ہوسکتا جو ''ذلت ، رسوائی، کمینہ پن اور گھٹیا پن'' پر دلالت کرتے ہوں۔

اس کے برعکس ''زلت'' (جس کا صدور انبیائے کرامؑ سے ممکن ہے) پر صغیرہ گناہ کا بھی اطلاق نہیں ہوتا۔ خبر واحد کے ذریعے منقول ایسی تمام روایات مردود سمجھی جائیں گی۔ البتہ بطریق تواتر منقول روایات کی ہر ممکن طریقے سے تاویل کی جائے گی۔ بصورتِ دیگر ''ترکِ اولیٰ وترکِ افضل اور قبل البعثت'' کے حالات پر محمول ہوں گی۔

مولوی دلپذیر صاحب نے ''عصمت انبیاءؑ'' سے متعلق اہل السنّت والجماعت کے ''اجماعی عقیدہ'' کے برعکس اپنی کتاب ''گلزار یوسفؑ'' میں اسرائیلیات ، منافی عصمت اور توہین وتنقیص پر مبنی روایات جمع کردی ہیں۔

ستم بالائے ستم یہ کہ زیرِ تبصرہ کتاب میں منقولہ روایات وحکایات سے انبیائے کرامؑ کی طرف صرف قبل از نبوت ہی نہیں بلکہ بعد از نبوت بھی ، صرف سہواً ہی نہیں بلکہ عمداً وقصداً بھی ، صرف صغیرہ گناہوں کی ہی نہیں بلکہ کبیرہ گناہوں کی بھی اور صرف ''سہواً'' عام صغائر کی ہی نہیں بلکہ قصداً وعمداً انتہائی خسیس وگھٹیا صغائر وکبائر کی بھی نسبت کی گئی ہے۔

مولوی دلپذیر صاحب نے حضرت یعقوب ، حضرت یوسف اور حضرت داؤد علیہم السلام کی شدید توہین کرتے ہوئے ان کی طرف انتہائی خسیس ، گھٹیا ، فضول اور بے ہودہ واقعات

Marfat.com

منسوب کیے ہیں۔ اگر یہ کتاب کشمیری ''ثقافت'' کا حصہ نہ ہوتی یا غمی کی محافل میں نہ پڑھی جاتی یا مولوی دلپذیر کے ساتھ اب بھی ''عقیدت'' نہ رکھی جاتی یا ''گلزارِ یوسفؑ'' کو سورۃ یوسف کی صحیح و مستند منظوم تفسیر کے طور پر نہ پیش کیا جارہا ہوتا تو ان منافی عصمت اور مبنی بر توہین واقعات کو یہاں ہرگز نقل نہ کیا جاتا۔

اللہ تعالیٰ شاہد ہے کہ عقیدہ عصمت انبیاءؑ کے تحفظ، احقاقِ حق اور ابطالِ باطل اور مسلمانوں کو موضوع، جھوٹی، یہودی اور اسرائیلی روایات سے آگاہ کرنے کی خاطر انتہائی شرمندگی محسوس کرتے ہوئے، بہتی آنکھوں، دھڑکتے دل اور کانپتے ہوئے قلم سے مولوی دلپذیر کی کتاب ''گلزارِ یوسفؑ'' سے چند واقعات پوری امت مسلمہ سے معافی کی درخواست کے ساتھ ہدیۂ قارئین کیے جاتے ہیں:

Marfat.com

گلزارِ یوسفؑ اور توہین حضرت یعقوب علیہ السلام

مولوی دلپذیر صاحب زیرِ عنوان ''ذکر حضرت یعقوب علیہ السلام'' لکھتے ہیں کہ:

دو بیٹے اسحاق نبی دے پہلا عیص سوہارا
دوجا سی یعقوب پیغمبر رب دا خاص پیارا
ہکی حملوں پیدا ہوئے دونویں جوڑے بھائی
پہلوں عیص تولد ہویا صاحب زور صفائی
پچھوں اسدے قدم مبارک دوجا پکڑی آیا
تاہیں چا یعقوب پیارا ما پیاں نام ٹکایا
عیص بہادر نوں رب بخشی قوت زور جوانی
نرم طبیعت یعقوبے دی حسن اندر لاثانی
اسماعیل ذبیح اللہ سی چاچا انہاں دوہاں دا
اسدے گھر اک بیٹی آہی راوی ذکر لیاندا
تسمیہ نام آہا اس بی بی نیک طبیعت والی
اسدے نال نکاح پڑھایا عیص بہادر عالی
سی یعقوب کوارا اجے پیو نابینا ہویا
دمدم شکر گزارے ربدا لوں لوں ذکر پرویا
دونویں پتر پیو اپنے دی خدمت خاطر کردے
جو فرمان سناوے بابل چُم اکھیں تے دھردے
بہت محبت عیص پتر دی رکھدا باپ سہارا
مائی نوں اس نالوں ودھ کے سی یعقوب پیارا
کتنے سال گزارے انہاں اینویں خوشی خوشائیں
اوڑک اک دن قدرت اپنی ظاہر کیتی سائیں
سد کے عیص پتر دے تائیں ایہ فرمان سنایا
ہے اج گوشت کھاون کارن دل میرا سد ہرایا

Marfat.com

جے اج گوشت آن کھواویں اے فرزند پیارے
کراں دعائیں تیر یکارن خالق دی سرکارے
دیوے رب پیغمبری تینوں مرسل خاص بناوے
میرے بعد نبوت درجہ تدھ تائیں ہتھ آوے
تیرے نال پیار اساڈا حدوں ودھ زیادہ
دل چاہے جو تیرے اُپر اترے وحی خدا دا
کی جانے اسحاق وچارا کویں خدا نوں بھاوے
اوہ چاہندا عیص پیغمبر ہووے رب یعقوب بناوے
تدبیراں دا زور نہ چلدا مول اگے تقدیراں
جاں تقدیر الٰہی آوے رہن وچے تدبیراں

....

سنوں حقیقت عیص بہادر آہا وڈا شکاری
سن فرمان پدر دا اس نے کیتی ترت تیاری
کر کے نیت شکار کرن دی جنگل طرف سدھایا
پچھوں یعقوبے نوں اماں اپنے پاس بلایا
کر کے پیار بتاوے اس نوں سن بچہ میں واری
باپ تیرے اج عیص پتر نوں حکم کیتا ایہ جاری
لے آ کوئی شکار جو اس دا میں گوشت کھاواں
کراں دعا جنابوں تینوں پیغمبری دلواواں
گیا شکار کرن اوہ باہر تیرا ویر پیارا
تینوں مول شکار کرن دا یاد نہیں ول سارا
ہور دساں میں اٹکل تینوں اس تھیں بہت سکھالی
لے بکرا ہک گھر اپنے دا ذبح کریں نی الحالے
کر کے صاف شتابی اس نوں خوب کباب بنائیں
بھائی نالوں اگے جا کے بابل پیش ٹکائیں

Marfat.com

کھاوے باپ تے راضی ہووے نیک دعا فرماوے
اس تھیں پہلے تیرے تائیں مولیٰ نبی بناوے
یعقوبے پھر اینویں کیتا جیوں مائی فرمایا
مت وچہ اسحاق نبی دے آن کباب ٹکایا
چپ چپاتے کول کھلوتے دونویں بیٹا مائی
یعقوبے کجھ گل نہ کیتی بی بی عرض سنائی
لو حضرت ایہ گوشت تازہ بھن کباب لے آندا
ہو راضی پیغمبر پچھدا صد شاباش کس آندا
یعقوبے دے بولن کولوں اگے بولی مائی
آندا ایہ فرزند تساڈے نام نہ دسیا کائی
آکھ جزاک اللہ پیغمبر منہ وچہ لقمہ پایا
دل وچہ سمجھا عیص پیارا پکڑ شکار لیایا
سی اسحاق نابینا اس نوں پتہ نہ لگا کوئی
کون کباب لے آون والا اصلی خبر نہ ہوئی
خوب کباب مصالحاں والا جیوں جیوں حضرت کھاندا
دلوں دعائیں کردا اس نوں جس اوہ کھانا آندا
کھانے تھیں جد فارغ ہوئے بی بی عرض سنائی
کرو دعائیں اس دے حق وچہ جس ایہ چیز کھوائی
کیتیاں پھر اسحاق پیغمبر وچہ جناب دعائیں
جس ایہ گوشت آندا یا رب اس نوں نبی بنائیں
(گلزارِ یوسفؑ ص 59-60۔ تحت ذکر یعقوب علیہ السلام)

واپس آمدن عیص از شکار و وفات حضرت اسحاق علیہ السلام:

جد یعقوب دعائیں لے کے باپ کولوں ٹر آیا
پچھوں عیص شکاروں واپس پکڑ شکار لیایا

Marfat.com

باپ پیارے دی وچہ خدمت آ کر عرض سناندا
لے بابل میں تیری خاطر ایہ گوشت لے آندا
جس ویلے اس عیص پتر دا نبی آواز پچھاتا
وچہ حیرانی نبی خدا دا ہو گیا چپ چپاتا
ہو متعجب کرے دلیلاں یا رب بار خدایا
ایہ کی حالا قدرت والا ساڈے نال وہایا

ملی نبوت یعقوبے نوں باپ جدوں فرمایا
ایہ گل عیص سنی جس ویلے دل وچہ غصہ آیا
رتو رت ہویا اس ویلے غضبوں بھڑکن بھاہیں
جے لبھے یعقوب کداہیں قتل کراں اس تائیں
ایسی غیرت آئی اس نوں باہر حدوں شماروں
اپر اوہ سب غیرت غصہ آہا اللہ پاروں

تقدیراں دے کم نہ معلم ہرگز مول کسے نوں
جاتا عیص جو بھائی سکے دھوکھا دیتا مینوں
ملنی سی پیغمبری مینوں اس نے جبر کمایا
اس گلوں یعقوبے اپر اس نوں غصہ آیا

مائی نوں جد معلم ہویا غصہ عیص ولی دا
یعقوبے نوں اگلے کوٹھے کر دیتا پوشیدہ
ہر دم کرے حفاظت اس دی عیص نوں خبر نہ کائی
چوری اس تھیں یعقوبے نوں ملے پیاری مائی

Marfat.com

اندر خانے روٹی اس نوں ہر دو وقت پہنچاوے
اندر اس دا سر منہ دھووے اندروار سواوے
اندر اس دی پرورش کردی جو منگے سو دیندی
راتیں چھپ کے یعقوبے نوں ونج پیار کریندی
پورا سال یعقوب نبی نے اندر بیٹھ لنگھایا
وچہ انہاں دے اتے سیالے کدی نہ باہر آیا
اجے نہ کاوڑ عیص ونجائی ڈھوہے لیل نہاراں
جے ملے یعقوب کتھائیں گردن اس دی ماراں
مائی بابل متیں دیون کول بہا سمجھاون
پر اوہ شوق الٰہی یاروں دل دے داغ نہ جاون

اوڑک متیں دیندیاں دیندیاں تھوڑے روز لنگھائے
پنی عمر اسحاق نبی دی موت سنیہے آئے
دار فناہ تھیں رحلت پائی چھوڑیا اہل عیالاں
دنیا اتے زندہ رہیا ہک سو تے سٹھ سالاں

(گلزارِ یوسف ص 60-62)

مدفون شدن حضرت اسحاقؑ ورفتن بہ سفر یعقوب ازخوف برادر عیص:

جاں اسحاق پیغمبر رب دے چھوڑی دنیا فانی
کفن بہشتی آندا ملکاں خالق دی مہمانی
سارہ خاتون آہی جتھے دفن نبی دی مائی
کول مائی دے اسحاقے دی لوکاں قبر بنائی
دفنوں پچھے یعقوبے نوں فکر پیا دل بھارا
ہن میرا گھر رہنا مشکل ہونا نہیں گزارا

Marfat.com

بخش اجازت میرے تائیں رو رو عرض سناوے
خبر نہیں جو قسمت سانوں کس پاسے لے جاوے
ایہ گل سن کے ماں پیاری چھم چھم آنسو کیرے
منہ سر چم لگایا سینے کنڈی تے ہتھ پھیرے
اوڑک ہو آزردہ خاطر ایہہ فرمایا مائی
جاہ بچہ تقدیر الٰہی ساڈے وس نہ کائی

....

کیتا حکم جو راتیں ویلے کرناں تساں چلاناں
شام اندر ونج ڈیرا لاناں ہور کتے نہیں جاناں
اوتھے ہے اک رہندا تیرا وڈا تونگر ماماں
کہنا اس نوں میری طرفوں بہت آداب سلاماں
اوسے دے گھر رہنا تساں کرسی خاطر داری
بخشے گا اوہ تیرے تائیں بیٹی اپنی پیاری
نالے اس نوں میری طرفوں ایہہ پیغام سنائیں
ماں میری فرمایا بیٹی بخشو میرے تائیں

....

شام اندر ونج پہنتا اوتھے ملیا مامے تائیں
مائی طرفوں آکھ سناوے ادب سلام دعائیں
مامے گھر دو بیٹیاں آہیاں ایک دا نام راحیلہ
صورت شکل حسابوں باہر صاحب حسن جمیلہ
دوجی مالیہ نام مبارک وڈی اس دے نالوں
راحیلہ وِدھ حسن جمالوں مالیہ عقل کمالوں

Marfat.com

یعقوبے راحیلہ کارن کیتی حیلہ جوئی
مامے کر منظور آمنّا عذر نہ کیتا کوئی
ست برساں فرمایا مامے اجڑ چاریں میرا
جس دن مہلت پوری ہوئی عقد کریساں تیرا

....

ستواں سال بھی خدمت اندر جاں لنگھ چکا سارا
یاد کرایا اس مامے تائیں عقد نکاح دا کارا
مالیہ تدوں نکاح کر دتی یعقوبے نوں مامے
جس دم ڈٹھا بی بی تائیں اس یعقوب امامے
خدمت مامے دی وچہ آکے عرض سوال سنایا
اے ماماں اوہ وعدہ اپنا شاید تساں بھلایا
آکھ راحیلہ میرے تائیں مالیہ دتی مینوں
اور وعدہ راحیلہ والا یاد نہ رہ گیا تینوں
مامے کہیا راحیلہ چھوٹی مالیہ وڈی آہی
چھوٹی نوں پرناندا پہلوں ایہ گل لائق نا ہی
ست برساں توں اگے وانگوں دنبے پھر چرائیں
راحیلہ بھی دیساں تینوں بنیں دوہاں دا سائیں
پھر یعقوب نبی ست برساں اجڑ مال چرایا
نال راحیلہ عقد پڑھایا دل دا مقصد پایا
دونویں بھیناں نال یعقوبے جمع ہویاں یکجائی
کپڑے گہنے دولت مامے بہت عطا فرمائی
اوس زمانے دونہاں بھیناں دا کرنا عیب نہ کوئی
ابراہیموں موسیٰ تائیں خاص اجازت ہوئی
جاں توریت اتاری اللہ حکم منع دا آیا

Marfat.com

اونویں وچہ قرآن خدا نے سرورؐ نوں فرمایا

أن تجمعوا بين الاختين الّا ما قد سلف

(گلزارِ یوسفؑ۔ص 65)

مولوی دلپذیر صاحب نے اپنے مذکورہ "کلام" میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی سیرت وکردار کا کس قدر مکروہ انداز میں نقشہ کھینچا؟ جو کسی عام مسلمان اور متقی شخص کے بھی شایان شان نہیں ہے۔

یہی نہیں بلکہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی پاک اور نیک بیوی پر بھی الزام دھر دیا کہ انہوں نے اپنے نابینا اور پیغمبر شوہر کی خواہش کے برعکس بڑے بیٹے کے خلاف "سازش" کرتے ہوئے باقاعدہ منصوبہ بندی کے ساتھ حضرت اسحاق علیہ السلام کو آخر وقت تک دھوکے میں مبتلا رکھا۔ کیا کباب کھلانے سے بھی نبوت ملا کرتی ہے؟

پھر ستم بالائے ستم یہ کہ منصب نبوت پر فائز ہونے والے حضرت یعقوب علیہ السلام اس ساری "سازش اور منصوبہ بندی" میں برابر کے شریک دکھائے گئے ہیں۔

جس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام نے نبوت حاصل کی ہے اس طرح تو کوئی "پیرو مرشد" اپنے کسی مرید کو "روحانی خلافت" بھی تفویض نہیں کرتا۔

انبیائے کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد بنی نوع انسان کی اعتقادی وعملی طور پر اصلاح کرنا ہے مگر حضرت یعقوب علیہ السلام نبوت ملنے کے بعد اپنے حقیقی بھائی کی طرف سے قتل کیے جانے کے اندیشہ کی بناء پر پہلے تو ایک سال تک کسی حجرے میں چھپے رہے حتیٰ کہ وہ اپنے والد حضرت اسحاق علیہ السلام کی تجہیز، تکفین، جنازہ وتدفین کے عمل میں بھی شرکت نہ کر سکے۔ پھر وہ برس ہا برس تک شام میں "مامے" کے گھر میں پناہ گزین رہے اور پہلے "مامے" کی ایک بیٹی کے رشتہ کے حصول کے لیے اس کی سات برس تک بکریاں چرائیں؛ پھر اس کی دوسری بیٹی کے ساتھ عقد کی خاطر اتنے ہی برس تک اس کی بکریاں چراتے رہے۔ اس طرح ایک پیغمبر حضرت یعقوب علیہ السلام نے دو حقیقی بہنوں کو ایک ساتھ اپنے نکاح میں جمع کر لیا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے صحیح اور مستند حالات بیان کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قارئین کو حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف منسوب ایک "جھوٹے قصے"، ان کے مصر روانگی اور وفات سے متعلق مولوی دلپذیر صاحب کی "تحقیق انیق" سے بھی آگاہ کر دیا جائے۔ ملاحظہ فرمائیں:

Marfat.com

حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف منسوب ایک ''جھوٹا قصہ''

مولوی دلپذیر صاحب نے اپنی کتاب میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی بیوی ''بنیامین'' کی ولادت کے بعد جب فوت ہوگئی تو انہوں نے بیٹے کی رضاعت اور دیکھ بھال کے لیے ایک ''کنیز'' خریدی جس کا ایک بیٹا بھی تھا۔ بعد میں حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی کنیز کے بیٹے کو فروخت کر دیا جس کے بدلے میں حضرت یوسف علیہ السلام کو خود اپنے بھائیوں نے کنویں میں ڈالا۔ اس طرح کنیز کی طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کو بھی اپنے بیٹے کی جدائی برداشت کرنا پڑی۔

مولوی دلپذیر نے حضرت یعقوبؑ پر یہ الزام بھی لگا دیا کہ انہوں نے ''بے رحمی'' کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک بیٹے کو اپنی ماں سے جدا کر دیا تھا جس کے نتیجے میں خود ان کا بیٹا یوسفؑ بھی ان سے جدا کر دیا گیا۔ موصوف زیرِ عنوان ''پیدائش بنیامین .... '' لکھتے ہیں:

دوجے سال تولد ہویا بنیامین سوہارا
دونہاں سالاں دا آہا اس دن یوسف پیارا
ہک روایت پنج سالاں دا سی یوسف اس ویلے
بنیامین تولد ہویا میل الٰہی میلے
ہک مائی دے شکموں ہوئے ایہ دوئے سکے بھائی
بنیامن ہویا جد پیدا مائی لد سدہائی
دونویں ہوئے یتیم نمانے دونویں بال ایانے
کس نوں معلم کم ربانے کردا اپنے بھانے
بنیامین وچارے تائیں رج نہ ڈٹھا مائی
نہ وچہ گود کھڈایا بچڑا نا اس تھنج چگھائی
نا کجھ لاڈ پیار کمایا نا جھولی وچہ پایا
اچٹا چیت راحیلہ تائیں ملک الموت بلایا

Marfat.com

دیکھے جاں یعقوب پیغمبر دونویں پُت پیارے
غم دے تیر لگن وچہ چھاتی رو رو آہیں مارے
بنیامین پتر دے کارن ایک باندی مُل آندی
شیر پلاوے گود کھلاوے ہر دم ٹہل کماندی

(گلزارِ یوسفؑ ص76-77)

مولوی دلپذیر آگے چل کر زیر عنوان:

''بیاور دن خط بشیر قاصد از مصر پیش حضرت یعقوب علیہ السلام'' لکھتے ہیں:

آ گیا قاصد شہر مصر تھیں خاص غلام حضوری
جس دا نام بشیر مبارک خبر لیایا پوری
یوسف وانگ وچھنا ایہ بھی چھوٹی عمر نماناں
اول میں کجھ دساں تینوں اس دا حال وہاناں
بنیامین نبی دے گھر وچہ جدوں تولد پایا
مر گئی ماں شتابی اس دی نہ فرزند کھڈایا
رہ گیا بال یتیم ایانا عاجز ہو کر شیروں
مشکل بنی یعقوبؑ نبی نوں امر جیویں تقدیروں
گھر یعقوب نبی دے آہی ہک کنیزک بھائی
شمس مجالس نقرہ کاروں جیویں روایت آئی
ایہو بشیر جو شہر مصر تھیں قاصد بن کر آیا
اس باندی دے کچھڑ آہا ایہ فرزند سجایا
بنیامین بھی اس باندی نوں کیتا نبی حوالے
دوہاں نوں اوہ شیر پلاوے دوہاں نوں اوہ پالے
جدوں بشیر وڈیرا ہویا دتا ویچ نبی نے
غم اس دے تھیں ماں اس دی نوں چھک پئی وچہ سینے

Marfat.com

درد فراقوں بیٹے کاروں رو رو عاجز ہوئی
شالہ ایہ غم پتراں والا مول نہ ویکھے کوئی
کرے سوال خداوند اگے یا رب بار خدایا
جیویں یعقوبؑ اساڈے کولوں پتر جدا کرایا
توں بھی کوئی پتر اس دا جدا کریں اس نالوں
قدر جدائی معلم ہووس دردمنداں دے حالوں
جاں کوئی اس دا بیٹا جاوے اندر غیر زمین دے
تاں جانے جو مسکیناں دے پتر انج وچھیندے
ایسے طور کرے نت عرضاں رو رو حال ونجاوے
ہک دن اس نوں خوابے اندر ہاتف خبر سناوے
اے مسکین نہ کر بے صبری سونپ پیارا مینوں
امن سلامت بیٹا تیرا اسیں ملاواں تینوں
دوجا جو یعقوبؑ نبی نے تینوں دکھ پہنچایا
اسیں بھی دکھ پہنچاواں اس نوں حکم حضوروں آیا
بہت پیارا پتر اس دا اسیں جدا کر دیساں
جیوں اس بیٹا وچھیا تیرا اس دا اسیں وچھیساں
جاں پھر اس نوں بیٹا اس دا فضلوں اسیں ملاواں
اول اس تھیں بچھڑا تیرا تیرے کول لیاواں
آخر ایسے طور برابر حق عدالت ہوئی
یوسفؑ اتے بشیر دوہاں وچہ فرق نہ رہ گیا کوئی
دکھ دینا مسکیناں تائیں مول نہ رب نوں بھاوے
جیسا عمل کماوے کوئی ایسا بدلہ پاوے
بچیا سی یعقوبؑ پیغمبر جویں بشیر نماناں
تویں برابر یوسف اس دا ونج پردیس دکاناں

Marfat.com

ملیا تخت مصر دا جس دم حضرت یوسفؑ تائیں
ایسی قدرت کیتی فضلوں پاک خداوند سائیں
وکدا وکدا گیا مصر وچہ اوہا بشیر وچارا
کیا اسباب بناون لگی حکمت رب دی یارا
کال پیا تاں کول یوسف دے بردے سب وکانے
ایہ بھی ونج وکانا اوتھے پاس حبیب ربانے
دونویں یار اکٹھے ہوئے درد جدائیاں والے
ایہ پر کسے معلم نہ کیتے ہک دوجے دے حالے
کل غلاماں وچوں اس نوں بہت ملی منظوری
وانگ وزیراں درجہ اس دا خاص غلام حضوری
بے خبری وچے کتنی مدت رل کے انہاں لنگھائی
اوڑک جدوں خدا دی طرفوں رحمت نیڑے آئی
اوہا بشیر غلام یوسفؑ نے کر قاصد پہنچایا
لے کر خط محبوب یوسف دا وچہ کنعانے آیا
قدرت رب دی رستے اُپر اس دی عاجز مائی
چھپڑ تے یعقوبؑ نبی دے کپڑے دھوون آئی
جدوں بشیر ڈٹھی اوہ صورت دل تھیں راضی ہویا
پتہ نبی دا پچھنے کارن نیڑے آن کھلویا
نہ کوئی خبر بشیر ہوراں نوں ہے ایہ کون زنانی
نہ اس ماں پچھاتا بیٹا ہے میرا دل جانی
آپس دے وچہ وچھڑیاں جس نوں اسی برس دہائے
اچن چیت پذیر فقیرا کویں پچھاتا جائے
سمجھ بشیر ناواقف اس نوں اتنی خبر سنائی
گھر یعقوبؑ نبی دا مینوں دس اے بڈھڑی مائی

Marfat.com

کہن لگی کی دساں تینوں کس گھر حضرت ہوندا
رستے اُپر حجرہ اس دا، رہے ہمیشہ روندا
کدی کلام نہ کیتی اس نے نال کسے دے کوئی
چپ کر بیٹھا رہے اکیلا کتنی مدت ہوئی
جو کوئی شخص زیارت کارن خدمت اندر جاوے
یوسفؑ کتے ڈھوئی میرا اتنا سخن الاوے
تو کیوں پچھیں اس دے تائیں تدوں بشیر الاندا
اوسے یوسف دا اج مصروں میں اک خط لیاندا
ایہ گل سن کر بڈھڑی مائی کیتا شور اوچیرا
رو رو آکھے یا رب سائیاں سچا وعدہ تیرا
حکم تیرے پر صبروں شکروں جریا دکھ بتھیرا
اج یوسف دیاں خبراں آیاں، نہیں آیا پُت میرا
وعدہ سی تدھ نال اساڈے یا رب خالق سائیں
یوسفؑ نالوں اگے بچھڑا ملسی تیرے تائیں
آ گئے قاصد یوسفؑ والے لے کر خط نشانی
کی ہویا نہیں آیا ہن تک میرا دلبر جانی
اسّی برس تکیندیاں گزرے عہد قرار نہ آیا
جے آیا تاں اینویں آیا دلبر یار نہ آیا
کی جاناں کی گزری اس نوں یا رب بار خدایا
گزر گیا اقرار اساڈا اجے نہ جانی آیا
جدوں بشیر ڈٹھی اوہ بڈھڑی عاجز ہو کر روندی
روہڑن لگ پئی نیر اکھیں تھیں کپڑے دھوندی دھوندی
کہیا بشیر سنا کجھ مائی توں کیوں اتنا روئی
سن کر خبر اساڈے کولوں تو کیوں عاجز ہوئی

Marfat.com

روکر کہن لگی اوہ بڈھڑی، سن میں صدقے جاواں
میں بھی وچھڑے بیٹے والی دکھ پھول سناواں
جس دن دا یعقوبؑ پیغمبر دلبر یار کھڑایا
کجھ دن اس تھیں اگے میں بھی اپنا پُت گوایا
مُل خرید غلام نبی دی ہاں میں درد رنجانی
ہکو بیٹا سی اوہ میرا سن دا چل کہانی
چھوٹی عمر یعقوبؑ نبی نے ویچ دتا استائیں
مولا اگے عذر نہ کوئی کس نوں دوس لگائیں
دور ہویا جد بیٹا میرا روواں کر کر زاری
ہک دن ہاتف غیب اسانوں ایہ آواز پوکاری
نہ رو اے مسکین نمانی حکم دتا رب عالی
جس نے ویچیا بیٹا تیرا اوہ بھی نہ رہے خالی
اس دا بھی اک پُت پیارا جدا کرایا جاسی
جیکر دکھ دتا اس تینوں اوہ بھی سکھ نہ پاسی
جس ویلے پھر اس دے تائیں میلیاں اساں پیارا
اس تھیں اول ہجر تیرے دا دور کراں دکھ سارا
سو اج تدھ یعقوب نبی ول خبر خوشی دی آندی
بحر غماں وچہ میں درماندی رہ گئی غوطے کھاندی
رو کے میں اوہ رب اپنے نوں وعدہ یاد کرایا
یا رب اس محبوب اساڈے کیوں اتنا چر لایا
سن کر کوکاں ماں اپنی دیاں کر بشیر جھورانا
دونویں طرفاں چھم چھم رودن کتنا وقت دہانا
آخر رو کر امبڑی اگے کہے بشیر سیانا
کیا کجھ نام سداندا آہا تیرا پُت نمانا

Marfat.com

کہندی نام بشارت والا اساں بشیر دھرایا
ایہ پر ہن تک اس دی کوئی نہیں بشارت لیایا
کہیا بشیر بشارت تینوں آپ بشیر سناندا
ایہو بشیر تساڈا بیٹا وچھڑیا مدتاں دا
خوشی مبارک ہووے تینوں ملیا جگر پیارا
پڑھ الحمد خدا دے فضلوں پورا ہو گیا کارا
آ امڑی گل لگ ملا ہاں کڈھ ہواڑ غماں دی
گئے جھورانے سوز پرانے پُنی آس دلاندی
اٹھ کرملی عزیز اپنے نوں صدقے صدقے جاندی
نال خوشی دے ہنجوں برسن رب دا حمد الاندی
کہندی بول سنا کجھ مینوں کتھے عمر گزاری
میں قربان میرے فرزندا آیاں تو میں واری
دسی کھول حقیقت اس نے جیویں پردیس دہائی
شہروں باہر رب دوہاندی خوش ملاقات کرائی
کپڑے دھو کے فارغ ہو کے دونویں بیٹا مائی
آئے پاس یعقوب نبی دے دوہاں زیارت پائی

(گلزارِ یوسف ص 584-587)

Marfat.com

روانہ شدن حضرت یعقوب علیہ السلام مع قبائل بجانب مصر

دتا حکم یعقوبؑ نبی نے کل خویشاں ابراراں
گھت عماریاں ناقیاں اُتے کرہو راس مہاراں
ڈیڑھ سو شتر جو مصروں آئے عود عماریاں والے
گھوڑے تریہہ عجائب تازی تیز سواریاں والے
سبھناں اُتے زین لگاماں عجب سنگار نرالے
جڑے جواہر ساز تمامی سوہنے چمکن والے
پہن پوشاکاں زینت ناکاں پاک نبی دیاں ساکاں
پائے قدم سواریاں اُتے کل مشتاقاں پاکاں
خوشیوں بول آوازے کیتے ناقیاں تیز چلاکاں
چھوڑ گئے کل درد قضیئے دل چاکاں غمناکاں
ہودیاں اندر مستوراتاں بیٹھیاں نیک صفاتاں
وچہ عماریاں صاجزادے پڑھدے حمد صلوٰتاں
تسبیحاں پڑھ ملک نورانی فلکوں پاون جھاتاں
ایہ یوسف دے پاک جمالوں چلے لین براتاں
جھلمل کرن لباس پوشاکاں سید عالی ذاتاں
عرش مجیدوں چھم چھم اترن رحمت تے برکاتاں
کیتے بہت یعقوبؑ نبی نے صدقے تے خیراتاں
درم دینار یوسف دا صدقہ وسّن جیوں برساتاں
عجب سواری عجب عماری موتیاں نال پروئی
جس دم پیش یعقوبؑ نبی دے آ کر حاضر ہوئی
دتا حکم جناب الٰہی جبرائیل وحی نوں
جنتی ناقہ ساڈی طرفوں دیہ یعقوب نبی نوں

Marfat.com

کرے سواری اس دے اپر خاص حبیب ربانا
سن کر حکم فرشتہ جلدی جنت طرف سدہانا
نوری قسم عجائب ڈاچی زینت زیب سنگاری
اک پل اندر پکڑ بہشتوں آ کر پیش کھلہاری
پڑھ بسم اللہ اس پر حضرت قدم مبارک پایا
جویں امام غزالی صاحب خبر روایت لیایا
نقرہ کاروں کرن روایت سنتوں یار حقانی
جس دم رخصت ہوون لگا پیغمبر کنعانی
کر افسوس تمام مومن وداع کرن نوں آئے
پکڑ عماری رودن چھم چھم نیر چلائے
بھج بھج کرن مصافحے مومن کنوں نیاز آداباں
نال لجاویاں متھے رگڑن چمن کھلے رکاباں
آکھن اج سرتاج اساڈا لگا ہون دوراڈا
فخر اساڈا شان اساڈی برکت یمن اساڈا
کل کنعانی درد فراقوں رو رو مارن ڈھائیں
شفقت کرم یعقوبؑ نبی دے دل تھیں بھلن ناہیں
اوڑک نبی روانہ ہویا روندیاں چھوڑ تنہاں نوں
پکڑ مہار چلائی ڈاچی کنڈ دتی کنعانوں
ہور تمامی شتر سواراں چایاں ترت مہاراں
بدھی گھوک مصر دی راہیں کل سید سرداراں
کرن روایت ماں یوسف دی رب نے پھر جوائی
قبروں اٹھ کر ساتھ یعقوبے اوہ بھی مصر سدہائی
ونج ملے محبوب یوسف نوں دونویں بابل مائی
جیونکر بصری حسن ہوراں تھیں خاص روایت آئی

Marfat.com

ایڈا فضل یعقوبؑ نبی تے کیتا خالق سائیں
کل مراداں حاصل ہوئیاں اول آخر تائیں
کل پروار اکٹھا ہو کے نال نبی دے رلیا
کتنی عظمت سیتی مصر سوہاون چلیا

....

سنوں حقیقت جد یعقوبے قدم سفر وچہ پایا
سنے قبائل ہر منزل وچہ بہت آسودہ آیا
راوی کہندا راہ وچہ حضرت اُترن جس ٹکانے
نفر یوسف دے لے کر اگوں ملن آمادہ کھانے
ہر منزل وچہ ایہو طریقہ جس منزل وچہ جاون
بَنھ کے ہتھ غلام تمامی خدمت اندر آون
کٹ مسافت رستے والی سب مقبول پیارے
چلدے چلدے منزل منزل پہنتے نیل کنارے
لادتا یعقوبؑ نبی نے نیل کنارے ڈیرا
دسیا آن بشیر یوسف نوں آ گیا بابل تیرا
چھ ویہاں کوہ پینڈ آہا راوی ذکر لیایا
جتھوں نکھڑ بشیر اگیرے خبر سناون آیا

(گلزارِ یوسفؑ ص591-593)

فرستادن یوسفؑ سپاہ و امراء برائے استقبال والد بزرگوار:

سن خوشخبری حضرت یوسفؑ باپ پیارے والی
استقبال کرن دی خاطر جلدی فوج نکالی
تریہہ ہزار سوار بہادر عربی گھوڑیاں والے
بھیجے طرف یعقوبؑ نبی دی کارن استقبالے
جد اوہ فوجاں پیش نبی دے ہویاں آن سلامی
کون کوئی ایہ لوک تمامی پچھدا نبی گرامی

Marfat.com

سبھناں عرض کیتی وچہ خدمت عزت کر کے پوری
اسیں تمام غلام یوسف دے خدمت گار حضوری
سن کر بہت تعجب آیا پیغمبر دے تائیں
اتنے خدمت گار یوسف نوں بخشے خالق سائیں
سارے نال نبی دے رل کے اوتھوں ہوئے روانہ
تن کوہ جدوں اگیرے آیا اوہ محبوب یگانہ
کیا ویکھن اک فوجاں اگوں ہور مقابل آیاں
رومی گھوڑے بیٹھ جنہاں دے عجب پوشاکاں لایاں
تریہہ ہزار برابر اوہ بھی گنتی اندر آہے
استقبال نبی دے کارن آن ملے وچہ راہے
ویکھ نبی نوں گھوڑیاں اُتوں ماری چھال تماماں
ادبوں پَیر پیادے ہوئے پھڑیاں ہتھ لگاماں
نال تواضع خدمت اندر آن سلامی ہوئے
بنھ کے ہتھ غلاماں وانگوں پیش حضور کھلوئے
پھر حضرت نے پچھیا کس دی ہے اے چڑتل بھاری
کہن لگے سب نفر یوسف دے ہاں نوکر سرکاری
سن کر کہیا نبی اللہ دے واہ واہ شان الٰہی
وچہ پردیس یتیماں تائیں دیندا عزت شاہی
اسیں جہان دی بے خبری وچہ رہے ہمیشہ مردے
رب دے فضلوں ملکاں اندر پھرن حکومت کردے
آخر نال نبی یعقوبے اوہ بھی فوجاں رلیاں
ادبوں ہو کر جمع تمامی صفاں بنا کر چلیاں
جاں کجھ پندھ اگیرے ہوئے چڑتل ملی زناناں دی
کل عماریاں نظر آون صفت نہ کیتی جاندی

Marfat.com

سب سرداراں شہر مصر دیاں اشرافاں دیاں جایاں
استقبال نبی دے کارن نال زلیخا آیاں
گرد بگرد غلام کنیزاں صاحب حسن سنگاراں
باہجہ شمارا نظری آون جیویں پریاں دیاں ڈارا
چھنمن کرن سنگار انہاں دے زیور شور مچایا
صد بسم اللہ باپ یوسف دا جیو آیا جیو آیا
جدوں قریب نبی دے آیا اوہ سب ساتھ زنانہ
ترت زلیخا ہوئی پیادہ دیکھ حبیب یگانہ
باقی نال دیاں جو ہیسن سب سرداراں سیاں
ادبوں دیکھ زلیخا تائیں اوہ بھی اتر پیاں
کر تعظیم زلیخا وانگوں قدماں اندر آیاں
دیکھ جمال پڑھن شکرانے حمداں بول سنایاں
برقعے وچہ زلیخا بی بی صاحب شرم صفائی
کتنا دور تواضع کارن پیریں ٹردی آئی
پچھیا نبی غلاموں پاسوں کون ایہ نیک زنانی
تدوں غلاماں پیش نبی دے کیتا عرض زبانی
حضرت ایہ نونہہ تساڈی یوسف دے گھر والی
نام زلیخا بیگم اس دا شہر مصر دی
سن پیغمبر راضی ہویا لگا کرن دعائیں
فضلوں جنت بخشیں اس نوں یا رب خالق سائیں
دتا حکم زلیخا تائیں پاک حبیب غفاری
کرو سواری وچہ عماری اے فرزند پیاری
ہوا سوار ٹری پھر بی بی جدوں اجازت ہوئی
آپو آپ عماریاں اندر چڑھ بیٹھی سب کوئی

Marfat.com

اہل البیت یعقوب نبی دیاں آہیاں جو مستوراں
نال انہاں دے شامل ہوئیاں شہر مصر دیاں حوراں
اگوں ہور ملن کئی فوجاں بھج بھج سیس جھکاون
جتول نظر گزارن حضرت فوجاں نظری آون
جاں کجھ ہور اگیرے آئے فوج ملی ہک بھاری
بڑے اکابر شہر مصر دے چہل ہزار سواری
عمر ضعیف نورانی چہرے چٹیاں داڑھیاں والے
صوفی مرد لباس مصفا نیک جنہاں دے چالے
کردے آون ذکر ربانا ذاکر رب دے پیارے
بابل طرف سفارش کرن یوسف بھیجے سارے

....

جیوں جیوں استقبال کرن نوں آون لوک تمامی
نال محبت سب دے کولوں پچھدا نبی گرامی
کیوں نہیں آیا یوسف میرا دمدم نال سنبھالے
عرض کرن شہزادہ صاحب آہے آون والے
سن سن آمد یوسف والی پاک حبیب خدائی
نال خوشی دے جلدی جلدی آون واگاں چائی
اگوں ہور ملی ہک راہ وچہ سوہنی فوج اسواراں
شکلاں جیوں غلمان بہشتی دیہہ سو وچہ شماراں
دو اسوار انہاں دے اگے صاحب عظمت عالی
سب تھیں عجب لباس جنہاں دے شکل فرشتیاں والی
سوہنی صورت سوہنی سیرت وانگ بدر رخسارے
اوہ دونویں چن سورج جاپن گرد تمامی تارے
یوسف دے فرزند پیارے اچیاں شاناں والے
نال تحمل آئے دونویں کارن استقبالے

Marfat.com

دونویں دیکھ پیغمبر تائیں گھوڑیاں تھیں لیہ آئے
آ کر جد مبارک اگے دوہاں سیں جھکائے
چُمے قدم دوہاں جس ویلے پچھیا نبی حقانی
یوسف میرے دا ایہ نقشہ کون جوان نورانی
ہکو ورگا حسن دوہاں دا سر تے پیراں توڑی
کہو جوانوں کتھوں آئی ایہ لعلاں دی جوڑی
کیتا عرض وزیرا میراں یا مقبول خدا دے
ایہ دونویں فرزند تساڈے یوسف دے شہزادے
اس دا نام منشا وڈا صاجبزادہ
ایہ ہے افراہیم پیارا صاحب قدر زیادہ
سن کر بہتا راضی ہویا پاک حبیب یگانہ
کرے پیار دوہاں دے تائیں موہوں پڑھے شکرانہ

....

بول دعائیں نبی خدا دے جلدی حکم سنایا
کرو سواری تا پھر دوہاں قدم رکابے پایا
چائی واگ یعقوبؑ پیغمبر منہ تھیں حمد الاوے
ہویاں جمع ہزاراں فوجاں جھال نہ جھلی جاوے
لگے بھاگ مصر دے رستے قدم نبیاں پایا
آکھ پذیر کیوں کر یوسفؑ آن جمال دکھایا

(گلزار یوسفؑ ص594-596)

آمدن حضرت یوسف علیہ السلام برائے استقبال والد بزرگوار:

جدا جدا یعقوب پیغمبر سب تھیں حال پچھاندا
کتھے ہے اوہ یوسف میرا کیوں نہیں باہر آیا
اینویں گھر وچہ حضرت یوسف جیوں جیوں خبراں پاوے
دل بے صبر زیارت کارن شوق نہ جریا جاوے

Marfat.com

کئی سوار تسلی کارن کیتے پیش روانہ
پیا اڈیکے حکم ربانا آپ حبیب یگانہ
جس ویلے پھر ملنے کارن امر حضوروں آیا
کر شکرانہ حمد ربانا عجب لباس لگایا
دھریا تاج مبارک سر تے یوسف نبی ربانے
وانگ ستاریاں چمکن جس تے لعل جواہر دانے
اعلیٰ قسم سنہری ہیسی زینت زیب سوایا
جیونکر روشن چند فلک دا گل وچہ ملن آیا
صدقے جاون ویکھ نبی نوں نوری ناری خاکی
جیسا عجب جمال یوسف دا ویسی عجب پوشاکی
بن تن جدوں پیغمبر زادے زینت زیب سجایا
شوقوں ہر اک ملک نورانی کرن زیارت آیا
سوہنی فوج سلامی کارن نال تیار کرائی
بدھی ٹھاٹھ تمامی لشکر زینت حد نہ کائی
سوہنا گھوڑا سوہنا جوڑا سوہنی فوج تمامی
چلیا باپ پیارے کارن یوسفؑ کرن سلامی
ملک ریان بھی اپنی طرفوں کیتی فوج آمادہ
نال یوسف دے شامل ہویا مومن مرد خدا دا
کیا اس روز مصر تھیں چلیاں فوجاں شوکت شانوں
چاروں طرف عماریاں دسن باہر حد بیانوں
سن سن کر خبراں گرد نواحوں خلقاں دوڑیاں آون
جیونکر حج گزارن کارن حاجی بھج بھج جاون
سب لوکاں نوں عید برابر خوشی مصر وچہ ہوئی
کھلے اڈیکن راہ نبی دا گھر وچہ رہیا نہ کوئی

Marfat.com

کئی وزیر امیر اکار ہور خواص عوامی
دھوماں دھاموں نال یوسف دے شامل ہوئے تمامی

غزل

مچی ہے دھوم جہاں میں یہ کیا جنوب و شمال
ہے کس حضور کی آمد کا آج استقبال
یہ کس کی شادی میں شاغل ہیں مَلک و جن و بشر
زمانہ کس کی خوشی میں ہے آج مالا مال
یہ کیسے آج مہیا ہوئے ہیں سب سامان
یہ کیسے غلغلے کیسے ہیں خوشگوار مقال
خوشی کے جلسے یہ کیسے ہیں ہو رہے ہر جا
فلک پہ زہرہ بھی گاتی ہے شادیانہ خیال
وہ کون حضرت آتا ہے کس کی آمد ہے
کہ جھک رہا ہے فلک بھی جسے باادب کمال
نہ کیوں ہو رونق جنت کی آج دنیا میں
کہ آج یوسفؑ و یعقوبؑ کا ہے روزِ وصال
پذیر چل تو بھی خدمت میں جلد ہو پا بوس
کہ لاکھ زہد سے بہتر ہے انبیاء کا جمال
سنو حقیقت جس دم یوسفؑ شہروں باہر آیا
سجّے کھبّے لشکر فوجاں شوکت شان سوایا
صفاں بنا کر اگلے پچھلے چلن پالو پالی
بجلی دا لشکار وکھاوے لٹک سواراں والی
زرین پٹکے کمر دوالے پیٹیاں وچہ تلواراں
لس لس کرن سنہری قبضے شان جویں اسواراں
وانگ ہوا دے چلن گھوڑے تیز قدم رفتاراں
تھر تھر کنبے طبق زمین دا اسمان دے وچکاروں

Marfat.com

تریہہ لکھ فوج یوسف دی آہی راوی خبر بتاون
باراں ہزار نشان عجائب اگے جھلدے جاون

....

نال شتابی فوجاں لے کر چلیا چائیں چائیں
دو منزل تے اگے جا کرملیا بابل تائیں
اودھروں فوج یعقوب نبی دی دتی آن وکھالی
اودھروں نکلی فوج یوسف دی رحمت ٹھاٹھ نکالی
فضلوں دوطرفاں دیاں فوجاں جدوں مقابل آئیاں
عرش فرش تک نال خوشی دے ملکاں دھماں پایاں
کھول دتے در آسمانا ورتے فضاؤں خالق سائیں
ہویا حکم زیارت کارن نوری ملکاں تائیں
دہ سے فوج فرشتیاں والی جبرائیل لیایا
نوری ملکاں تھیں رب خالق استقبال کرایا
بھج بھج آون ملک نورانی ادبوں صفاں بناون
کرن زیارت محبوباں دی شکر بجا لیاون
دیکھن جلسہ پیغمبر دا کرن طواف دوالے
خادم کیتے رب نبیاں دے منگتیں وسن والے
کرن روایت فوج یوسف دی ڈٹھی باپ جداہیں
ویکھ تجمل شان زیادہ پچھیا نبی تداہیں
کون کوئی ایہ کس دا آیا اتنا لشکر بھارا
لوکاں عرض کیتی جو آیا حضرت یوسفؑ پیارا
ایہ سب فوج تساڈی خاطر ادبوں نال لیایا
نبی کہیا کیا حاجت آہی ایڈ عروج بنایا
اتنا حرج کسی نوں دینا نہیں پسند اسانوں
جبرائیل کہیا اج رب نے بخشیا شان تسانوں

Marfat.com

کے ہویا جے مصری فوجاں پیش تساڈے چلیاں
ویکھو رب آسمانی فوجاں خدمت اندر گھلیاں
مدت پچھوں ہوون لگا میل مِلا مقبولاں
آئے کرن ملائک نوری استقبال رسولاں
سنیا جد یعقوبؑ نبی نے حضرت یوسفؑ آیا
نال محبت روون لگا چھم چھم نیر چلایا
صبر قرار نہ رہیا دل وچہ جوش نہ جریا جاوے
جلدی ملے پیارا جانی صبر تداہیں آوے
دو گھڑیاں وچہ نال نبی دے جویں حقیقت بیتی
اَسّی برس وچھوڑے اندر اوہ گل درد نہ کیتی
اوڑک بے وس ہو کے حضرت چھڈ دتی سواری
پَیر پیادہ دوست دے ول چلیا نبی غفاری
پکڑ یہودے بابل تائیں موڈھے نال لگایا
دوروں یوسفؑ ویکھیا اس نوں راوی ذکر لیایا
وچہ عماری حضرت یوسف آوے واگ اٹھائی
ادبوں جبرائیل فرشتے اتنی عرض سنائی
یا نبی اللہ باپ تساڈا کتنا ادب کماوے
چھوڑ عماری تے اسواری قدمی ٹردا آوے
تسیں بھی جیکر ادب نیازوں دیندے چھوڑ اسواری
ستر مرسل نسل تیری تھیں کردا خالق باری
ایہ پر تسی نہ اُترے پہلے ترک ادب دی ہوئی
ایس قصوروں نسل تیری وچہ نبی نہ ہوسی کوئی
ایہ گل سن کر حضرت یوسفؑ رووے تے پچھتاوے
ایپر رنیاں ہتھ نہ آوے جیڑا وقت دہاوے

Marfat.com

رو رو کہے فرشتے تائیں میں تھیں غفلت ہوئی
ویکھ جمال سجن دا سانوں ہوش نہ رہ گئی کوئی
بھل گیاں سب زبراں زیراں نظر پیارا آیا
بے خبری بے ہوشی پاروں غفلت پردہ پایا
توبہ کر کے رناں یوسفؑ پیش خداوند سائیں
ایہر ایہ افسوس نبی دا گیا نہ مردیاں تائیں

جد یوسف نوں بابل کارن وحی آداب سکھایا
اوسی وقت پیادہ ہو کر خدمت اندر آیا
سب تھیں اول مصری لوکاں کیتی آن سلامی
اس تھیں پچھے حاضر ہویا یوسفؑ نبی گرامی
دو طرفاں تھیں آپس اندر ہویا جدوں نظارا
نین نیناں نوں ساہویں ہوئے کیتا درد پسارا
مدت پچھوں واصل ہوئے دونویں یار وچھنے
اللہ اکبر بول زبانوں پا گلونڈڑی رُنے
''السلام علیکم یا مذھب الاحزان'' بابل نے فرمایا
روندیاں روندیاں دوہاں دلاں نے ہوش حواس بھلایا
بے خود ہو کے دھرتی اُتے ڈِگے لرزے کھاندے
وچہ بے ہوشی ساون وانگوں برسن نین دوہاں دے
چھم چھم روون فوجاں سبھے حیرت اندر آیاں
گھوڑے شتر تمام حیواناں ندیاں نیر چلایاں
پہنچیا درد زمین آسماناں رو رو خلقت ساری
حالت ویکھ حبیباں والی ملک کریندے زاری

Marfat.com

ہور روایت جنت اگوں پردہ ہٹایا
اپنیاں محبوباں دا جلسہ حوراں نوں دکھلایا
بھی اس ویلے حکم سنایا پاک جناب ربانی
نال وحی دے نازل کیتے ستر ملک نورانی
سب دے ہتھ سوغاتاں جنتی بھی گلدستے نوری
وارن کھلے دوہاں دے سر تھیں سبھے ملک حضوری

سنو حقیقت وچھڑیاں دا جس دم ہویا میلا
یا گلونڈری روندیاں روندیاں گزر گیا بہوں ویلا
درد کنوں یعقوبؑ نبی نوں ہوش نہ رہ گئی کوئی
چپ کلاموں سخن زبانوں غش دی حالت ہوئی
اس دن حضرت بے ہوشی وچہ کسر نہ باقی چھوڑی
پہنچ گیا یعقوبؑ پیغمبر مرنے دی حد توڑی
پکڑ کلاوے بیٹھا یوسفؑ رو رو نیر چلاوے
نال محبت صدقے جاوے کر کر پیار بلاوے
کوئی جواب نہ دیوے منہ تھیں پاک حبیب ربانا
کول کھلوتیاں رووَن فوجاں کتنا وقت وہانا
چر پچھوں جد ہوش سنبھالی حالت ہور وہائی
وچہ تفسیر خلاصے جیونکر خبر روایت آئی
کدیں ہسّے یعقوبؑ پیغمبر یوسفؑ چھم چھم رووے
جاں پھر یوسفؑ ہسّن لگے بابل روندا ہووے
کتنی دیر دوہاں وچہ اینویں رہیا تماشا ہوندا
باپ رووے تاں یوسفؑ ہسّے اوہ ہسّے تاں روندا
جد عاشق تے معشوق پیارے اکٹھے ہوون
ایہو تماشا بنے انہاں دا ہک ہسّن ہک رووَن

Marfat.com

ناز کرن معشوق پیارے عاشق رہن ترسدے
کدی اوہا پھر روندے دِسن عاشق کھڑ کھڑ ہسدے
ایہو حوالہ گزریا اس دن باپ بیٹے وچہ بھائی
عاشق تے معشوقاں والی حالت چج وہائی
اوڑک جس دم شوق پیاروں ملے حبیب غفاری
اکس عماری دے وچہ رل کے کر بیٹھے اسواری
مائی باپ پیارا یوسفؑ اپنے ساتھ چڑھایا
روز جمعہ دے شہروں باہر رب نے میل کرایا
ہو اسوار روانہ ہوئے طرف مصر دی چلے
حوراں مَلک سلامی ہوون برسن نور تجلّے
عزت زینت شوکت پاروں اوڑک رہیا نہ کوئی
اس دن عجب یعقوبؑ نبی دی عظمت ظاہر ہوئی
جھنڈے فوج یوسف دی اپنے نال لیائی
سب یعقوبؑ نبی دے سرتھیں نیویں دِسن بھائی
اتنا شان یعقوبؑ نبی نوں بخشیا رب توانا
سب تھیں اچا نظری آوے پاک حبیب یگانہ

(گلزارِ یوسف ص 597-601)

Marfat.com

حضرت یعقوب علیہ السلام کی وفات

مولوی دلپذیر کی مذکورہ منظوم ''روداد'' سے قارئین بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس میں موصوف اللہ تعالیٰ پر بھی بہتان باندھنے سے باز نہیں آئے اور یوسف علیہ السلام کو اس قدر ''استقبال'' کرنے کے باوجود والد کا بے ادب ٹھہرا کران کی نسل (جس میں بقول دلپذیر 70 رسول مبعوث ہونے تھے) کو آئندہ منصب نبوت سے ہی محروم کر دیا۔ مذکورہ روداد میں ہی نہیں بلکہ 644 صفحات پر مشتمل پوری کتاب میں ہی کذب وافتراء، غلو ومبالغہ آرائی اور توہین وتنقیص پائی جاتی ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے جس ''انداز اور کروفر'' سے اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کا ''استقبال'' کیا اور کرایا، سخت تعجب ہے کہ نہ صرف انہوں نے بلکہ ان کے کنعان سے آئے ہوئے تمام بھائیوں اور ان کی اولاد نے بھی حضرت یعقوب علیہ السلام کو تنہا اور اکیلا ہی ''ڈاچی'' پر بٹھا کر مصر سے روانہ کر دیا جہاں فرشتوں نے ہی ان کی قبر کھودی، ان کی تجہیز وتکفین کی اور ان کی نماز جنازہ پڑھنے کے بعد انہیں دفن بھی کر دیا۔ بعد میں اسی ''ڈاچی'' نے واپس آکر یوسف علیہ السلام کو ان کی وفات سے آگاہ کیا؟؟؟ حالانکہ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کو اپنی وفات سے آگاہ کر چکے تھے مگر اس کے باوجود انہوں نے اپنے والد کو اکیلے ہی روانہ کر دیا۔

قارئین کرام! یہ کہانی بلا تبصرہ آپ مولوی دلپذیر کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

کوچ کرو ہُن شہر مصر تھیں چھوڑو میلا بھریا
پہنچو وچہ کنعان مبارک حکم الٰہی کریا
مصر زمین وچہ لائق ناہیں دفن تساڈا تھیوے
پیو دادے دے کول تساڈی تربت پاک کچیوے
چلو شتابی وطن مبارک چھوڑو مصر ٹکاناں
اوتھے ہوگ وفات تساڈی ہویا حکم ربانا

Marfat.com

سن کر حکم یعقوبؑ پیغمبر سدیا یوسف تائیں
ساری خبر سنائی اس نوں امر کیتا جویں رب سائیں

....

سن فرمان پدر دا یوسفؑ کاڑ زمین تے جھڑیا
غش پے گیا نبی دے تائیں دروں جگرا پھڑیا
جاں کجھ ہوش یوسف نوں آئی بھر بھر نیر اچھالے
کر گئے زخم جگر دے اندر بول جدائیاں والے

....

سب فرزند یعقوبؑ نبی دے روون کھلے دوالے
سب نوں درد فراق سجن دے تن تن بھانبڑ بالے
رو رو آکھے حضرت یوسفؑ نال پیار کمالے
جیکر امر حضوروں ہوندا میں بھی جاندا نالے
باپ کہے نہ رو فرزندا صبر کریں ہر حالے
دوہیں جہانیں تنگی تینوں رب نہ مول وکھالے
سب فرزنداں خویشاں تائیں ربدے کراں حوالے
شالہ فضلوں دوست ساڈے ہر دم رہن سوکھالے

....

کر کر وعظ نصیحت اوڑک کیتی نبی تیاری
چھم چھم رووے درد فراقوں سب اولاد پیاری

(گلزارِ یوسفؑ ص618-619)

وداع شدن یعقوب علیہ السلام از مصر بجانب کنعان:

حضرت یوسفؑ بابل کارن ڈاچی پیڑ منگائی
عاشق تے معشوق پیارے لگے کرن جدائی
اہل اسلام تمامی فوجاں درددں کلمل آیاں
خدمت اندر روون سارے پیاں مصر دوہایاں

Marfat.com

بول دعا یعقوبؑ پیغمبر قدم رکابیں پاوے
ادبوں سب فرزند پیارے وداع کرن نوں آئے

....

آون جاون دنیا اندر رسم قدیموں آئی
آ کے دیس بیگانے اندر بیٹھ نہ رہندا کائی

....

سنوں حقیقت جد پیغمبر شہروں باہر آیا
سب خویشاں فرزنداں تائیں ایہ فرمان سنایا
رخصت کرو اساڈے تائیں ہوواں اسیں روانہ
کرے آرام گھراں وچہ جا کے جو کوئی خویش بیگانہ
نال محبت یوسفؑ تائیں ملیا پکڑ کلاوے
روز قیامت تینوں مینوں خیریں رب ملاوے
سب فرزند نبی دے تائیں ملدے وارو واری
درد فراقوں مومن سارے کردے گریہ زاری
اوڑک آکھ سلام علیکم پیغمبر کنعانی
کیتی تیز مہار شتر دی کامل پیر حقانی
رہ گئے کھلے اکیلے روندے سب فرزند پیارے
نال جدائی حضرت یوسف رو رو آہیں مارے

....

جدوں مصر تھیں رخصت ہو کر چلیا نبی سوہارا
امر الٰہوں نال شتابی آ گیا وطن پیارا
پہونتی آن نبی دی ڈاچی قبرستان کنارے
جتھے دفن نبی دے آہے دادا باپ پیارے

....

Marfat.com

سنو بیان یعقوبؑ پیغمبر جد قبراں تے آیا
روندیاں روندیاں اکھیں جڑیاں سفنہ رب وکھایا

....

ایہ کجھ سفنہ ویکھ پیغمبر آیا وچہ بیداری
نظر پئی اک تربت تازی قدرت خالق باری
سوہنے مشک معطر حلے اس تربت تھیں آون
کول کھلا ہک مرد نورانی راوی خبر سناون
نال پیار یعقوب پیغمبر پچھیا اس تھیں بھائی
ایسی سوہنی کس دے کارن قبر تیار کرائی
لگا کہن ہک دوست رب دا ہے مقبول حقانی
ہوئی تیار ایہ اس دی خاطر تربت پاک نورانی
کون کوئی اوہ دوست رب دا پچھیا نبی پیارے
کہن لگا رب جس دے اپر کرم کمائے بھارے
ویکھ مکان یعقوبؑ پیغمبر رب نوں عرض گزاری
ایہو تربت بخش اسانوں یا رب خالق باری
اوسے وقت جناب الٰہوں حکم نبی نوں آیا
بے شک اساں تساڈے کارن ایہو مکان بنایا
سن پیغام یعقوب پیغمبر بہت خوشی وچہ آیا
نال شتابی ڈاچی تائیں رخصت حکم سنایا
جاؤ ناقہ ہن دنیا اُتوں ساڈا کوچ چلانا
مصر اندر وںج یوسف تائیں ایہ پیغام سنانا
رخصت ہو گیا باپ تساڈا دنیا چھوڑ سدہانہ
جاندی وار سلام تساں نوں کہہ گیا نبی ربانا
سن کر خبر وفات اساڈی صبر جمیل کمانا
اسیں تسیں پھر ملساں اس دن جدوں خدا نوں بھانا

Marfat.com

لے پیغام نمانی ڈاچی طرف مصر دی دہانی
باقی سنو یعقوبؑ نبی دی کیونکر بات دہانی
اوہ جو شخص کھلوتا حضرت ویکھیا گور کنارے
سی اوہ مَلک الموت فرشتہ سن توں یار پیارے
اوسی وقت فرشتیاں والی صورت بدل کھلویا
خدمت وچہ یعقوب نبی دی آ کر حاضر ہویا
آکھ سلام نبی دے اگے کردا عرض آدابوں
یا نبی اللہ سَد تساں نوں ہویا پاک جنابوں
حکم کرو تاں نوکری اپنی اسیں بجا لیاواں
ہو گئی عمر تمام تساڈی یا محبوب سچاواں
راضی ہو کر آکھن لگا پاک حبیب یگانہ
حاضر اسیں خدا اپنے ول نہ کوئی عذر بہانہ
تاں پھر عزرائیل فرشتے ادبوں عرض گزاری
کرو دراز وجود مبارک یا محبوب غفاری
ہویا دراز حبیب خدا دا خوشی محبت پاروں
تاں اس وقت فرشتے تائیں حکم ہویا سرکاروں
روح مبارک یار میرے دا نرمی نال نکالیں
کریں خیال حبیب میرے نوں نہ تکلیف وکھالیں
کرن روایت جدوں فرشتہ کول نبی دے آیا
بول یعقوب خدا اپنے نوں عرض سوال سنایا
یا رب میرا یوسف تائیں وداع سلام پوچائیں
نالے حال وفات میری دا خبر کریں اس تائیں
اس تھیں بعد فرشتے تائیں کہیا نبی حقانی
وارد کر ہن ساڈے اپر جو تقدیر ربانی

Marfat.com

دھریا ہتھ نبی دے سینے عزرائیل سوہارے
نال سہولت حاضر ہویا جیوں کر یار پیارے

....

سنو حقیقت جد یعقوبے اجل شہادت پائی
آ گئے ملک خدا دے بھیجے نال خدائی
جبرائیل فرشتہ نالے میکائیل حضوری
آئے نال انہاں دے کتنے ہور ملائک نوری
نوری کفن بہشتاں وچوں حضرت کارن آیا
غسل جنازہ کر کے ملکاں پیغمبر دفنایا
جس تربت نوں ویکھ پیغمبر ہیسی عرض گزاری
اوہا گور یعقوب نبی نوں بخشی خالق باری
ترن قبراں سن اگے اوتھے صاحب عظمت عالی
ہک اسحاق نبی دی دوجی جد مبارک والی
تریجی تربت دادی صاحب حضرت سارہ مائی
چوتھی گور یعقوب پیغمبر کول انہاں دے آئی
ہور روایت نقرہ کاروں آئی نظر اسانوں
جس دن سی یعقوب پیغمبر کیتا سفر جہانوں
اوسی دن یعقوب نبی دا دوجا ویر پیارا
دنیا اتوں رخصت ہویا حضرت عیص سوہارا
ہکس دیہاڑے پیدا ہوئے دونویں جوڑے بھائی
ہکس دیہاڑے دوہاں بھراواں رل کے رحلت پائی
ہکو جتنی عمر دوہاں دی دو سو برساں ہوئی
ہکو تربت ملی دوہاں نوں فرق نہ رہ گیا کوئی
جیونکر شکم مائی دے اندر رہے اکٹھے دونویں
فضل الٰہوں تربت اندر ستے پھر اونویں

Marfat.com

فضل کرم تھیں رب جنہاں دی آپ رلائے جوڑی
سنگ انہاں دا مٹے ناہیں روز قیامت توڑی
بہت مقدس اندر ہویا ہک مقام دوہاں دا
ایسا کرم اونہاں تے ہووے نیک نصیب جنہاں دا
اِنَّا لِلّٰہِ آکھ پڑیا کوچ کرو کنعانوں
خبر کرو چل یوسف تائیں حال وفات بیانوں

رسانیدن خبروفات حضرت یعقوب علیہ السلام ناقہ درشہر:

جاں کجھ دیر ہوئی تاں آئی ڈاچی بابل والی
وچھڑ گیا اسوار پیارا آسن دِسّے خالی
دے پیغام یعقوبؑ نبی نے جد رخصت فرمائی
پکڑ مہار فرشتیاں جلدی آن مصر پہونچائی
کول یوسف دے حاضر ہوئی دوروں روندی آوے
جیونکر غم یعقوب نبی دے رو رو وین الاوے
ڈھاہیں مار مجالس ذکر وفات سنایا
یا حضرت اج باپ تساڈا جگ تھیں لگ سدھایا
وچہ عبرانی کرے کلاماں رو رو حال دسیندی
اوڑک ترییجے روز نمانی مرگئی وین کریندی
غم ہووے تاں ایسا ہووے قبریں مار پوچاوے
جتول یار پیارے جاون اتول نال لیجاوے
روندیاں روندیاں ڈاچی عاجز فوت نمانی ہوئی
بعد نبی تھیں اس دے اپر ہور نہ چڑھیا کوئی
لے گیا درد نبی دا اس نوں دنیا چھوڑ سدھانی
نویں سروں پھر تازہ ہوئی ماتم درد کہانی
کتنے روز مصر دے بندے رہے تأسف کردے
یوسف نوں پرچاون آون کل ارکان شہر دے

(گلزارِ یوسف ص619-624)

Marfat.com

حضرت یعقوب علیہ السلام کی سیرت

مولوی دلپذیر نے اپنی منظوم روداد میں حضرت یوسف علیہ السلام کی سیرت و کردار کا جو نقشہ کھینچا ہے اس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔ وہ یقیناً منافی عصمتِ انبیاءؑ اور مبنی بر توہین و تنقیص ہے؛ جسے مذہبی و دینی تعلیم سے نابلد اور ناآشنا ایک "عام قاری" بھی اچھی طرح محسوس کر سکتا ہے۔ لہٰذا یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے صحیح اور مستند حالات مختصراً ہدیۂ قارئین کر دیے جائیں:

مولوی دلپذیر کی بیان کردہ "روداد" تورات اور اسرائیلی روایات سے ماخوذ ہے۔ جب کہ قرآن مجید ان تفصیلات کے بارے میں قطعاً خاموش ہے اور وہ صرف حضرت یعقوب علیہ السلام کے جلیل القدر نبی، صاحب صبر و استقامت اور یوسف علیہ السلام کے برگزیدہ والد ہونے کا ذکر کرتا ہے۔ اور اسی ضمن میں "نام" کی تصریح کے بغیر حضرت یوسف علیہ السلام کے دوسرے بھائیوں کا بھی ذکر آ جاتا ہے: "وَجَآءَ اِخْوَةُ یُوْسُفَ...."

حضرت یعقوب علیہ السلام کا ذکر سورۃ یوسف اور سورۃ مومنون میں جا بجا ضمائر اور اوصاف کے اعتبار سے آیا ہے۔ البتہ حسب ذیل سورتوں میں 11 مرتبہ بہ تصریح نام (یعقوب و آلِ یعقوب) ان کا ذکر کیا گیا ہے:

1۔ سورۃ البقرۃ آیات 132، 133، 136، 137 (4 مرتبہ)

2۔ سورۃ النساء آیت نمبر 163۔ (1 مرتبہ)

3۔ سورۃ الانعام آیت نمبر 84 (1 مرتبہ)

4۔ سورۃ یوسف آیات 6، 38 (2 مرتبہ)

5۔ سورۃ مریم آیت نمبر 6 (1 مرتبہ)

6۔ سورۃ انبیاء آیت نمبر 72 (1 مرتبہ)

7۔ سورۃ صٓ آیت نمبر 45 (1 مرتبہ)

علاوہ ازیں قرآن مجید نے بعض مقامات پر حضرت یعقوب علیہ السلام کو "اسرائیل" کے

Marfat.com

نام سے بھی یاد کیا ہے جوان کا عبرانی نام ہے۔یہ نام دو لفظوں ''اسر'' (بمعنی بندہ) اور ''ایل'' (بمعنی اللہ) سے مرکب ہے۔اور عربی میں اس کا ترجمہ ''عبداللہ'' کیا جاتا ہے۔

قرآن کریم نے اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کو ''بنی اسرائیل'' کہہ کر مخاطب کیا ہے۔ ''بنی'' مخفف ہے ''بنین'' کا اور ''بنین'' ابن کی جمع ہے۔گو ''ابن'' کے معنی بیٹے کے ہیں لیکن یہاں مراد تمام اولاد ہے۔جس طرح ''بنی آدم'' سے مراد تمام اولادِ آدم ہے اسی طرح بنی اسرائیل سے مراد تمام اولادِ یعقوب علیہ السلام ہے۔حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا اسم گرامی مشہور و معروف ہے۔انہی کی نسل میں ہزار ہا انبیاء و رسل پیدا ہوئے ہیں جنہیں ''انبیائے بنی اسرائیل'' کہا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے کنعانیوں کی اصلاح و تبلیغ کے لیے حضرت یعقوب علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ساری زندگی کنعان (فلسطین) ہی میں تبلیغ فرماتے رہے۔البتہ آخری عمر میں اپنے عظیم المرتبت فرزند حضرت یوسف علیہ السلام سے ملنے کے لیے مصر تشریف لے گئے اور وہیں وفات پائی اور بعد وفات اپنی وصیت کے مطابق ملک شام میں لے جا کر اپنے بزرگوں کے پاس دفن کیے گئے۔

Marfat.com

کیا منصبِ نبوت کسبی ہے؟

مولوی دلپذیر نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے منصب نبوت کے حصول کے لیے اپنی والدہ کے ساتھ مل کر جس منصوبہ بندی اور حیلہ جوئی کا ذکر کیا ہے وہ کسی عام ''متقی'' شخص کے بھی شایان شان نہیں ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ باپ کو ''کباب'' کھلانے یا عبادت وریاضت کے عوض کسی کو نبوت عطا کرتے ہیں۔ کیونکہ نبوت ورسالت ایک ایسی نعمت ہے جو''اکتسابی''نہیں ہے یعنی اس کا تعلق انسان کی کسی کوشش ومحنت اور عبادت وریاضت کے ساتھ ہرگز نہیں ہے؛ بلکہ محض ''وہبی'' اور عطیہ الٰہی ہے۔ جو حضرات اس بلندترین منصب پر فائز ہوتے ہیں وہ اگرچہ امانت ودیانت، ذہانت واستقامت اور تمام اوصافِ حمیدہ کے مالک ہوتے ہیں۔ مگر اس کے حصول میں ان کی کسی ہمت وکاوش اور ریاضت وعبادت کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اسی ''نکتہ'' اور حقیقت کی وضاحت قرآن مجید میں مختلف انداز میں بیان کی گئی ہے؛ مثلاً:

''اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ۔'' (الانعام 124)

اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے (اس دل کو) جہاں وہ رکھتا ہے اپنی رسالت کو۔

''قُلْ رَّبِّیْٓ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْھُدٰی۔'' (القصص 85)

کہہ میرا رب خوب جانتا ہے کون آیا ہے ہدایت کے ساتھ۔

قرآن مجید میں بعض مقامات پر نبوت کو اللہ تعالیٰ کا خاص الخاص فضل فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے عطا کردے:

''قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ....'' (آل عمران 73)

کہہ دیجیے کہ بے شک (یہ نبوت کا) فضل تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔

''ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔'' (الجمعۃ 4)

یہ اللہ کا فضل ہے، عطا فرماتا ہے اسے جسے چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ صاحب فضل عظیم ہے۔

Marfat.com

"اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا" (بنی اسرائیل 87)

یقیناً اس کا فضل آپ پر بہت بڑا ہے۔

قرآن مجید میں بعض مقامات پر منصب نبوت کی حقیقت کو "فضل" کے علاوہ "رحمت خاص" کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے:

يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔" (آل عمران 74)

جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ مخصوص کرتا ہے اور بڑے فضل والا ہے۔

"وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ o

(البقرۃ 105)

اور اللہ اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہتا ہے مخصوص کرتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے

"رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ (الدخان 6)

رحمت ہے تیرے رب کی بے شک وہی ہے سننے جاننے والا۔

"اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا o (الاسرا 87)

مگر رحمت ہے تیرے رب کی۔ بے شک اس کا فضل تجھ پر بہت بڑا ہے۔

"وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ" (القصص 86)

اور آپ توقع نہ رکھتے تھے کہ اتاری جائے آپ پر کتاب مگر رحمت ہے آپ کے رب کی۔

"وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ" (القصص 46)

اور تو نہ تھا طور کے کنارے جب ہم نے آواز دی۔ لیکن یہ رحمت ہے تیرے رب کی۔

قرآن مجید میں بعض مقامات پر نبوت و رسالت کو انعام الٰہی اور احسان الٰہی قرار دیا گیا ہے:

"قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ" (ابراہیم 11)

کفار مشرکین کے جواب میں ان کے رسولوں نے کہا کہ ہم تو اسی طرح آدمی ہیں جیسے تم۔ لیکن اللہ (نبوت و رسالت کا) احسان کرتا ہے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام کے متعلق ایک موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ" (الزخرف 59)

Marfat.com

نہیں وہ اور کچھ مگر ایک بندہ جس پر ہم نے انعام واحسان کیا۔

علاوہ ازیں قرآن مجید نے انبیائے کرام علیہم السلام کے لیے "اصطفیٰ" (چن کر پسند کرنے) کا لفظ استعمال کیا ہے جس سے نبوت ورسالت کی حقیقت پوری طرح واضح ہوجاتی ہے کہ یہ انعام واحسان اور فضل ورحمت (منصبِ رسالت) محض اللہ تعالیٰ کے چناؤ سے نصیب ہوتا ہے جسے وہ پسند فرمائے۔

انبیائے کرام اور رسل عظام علیہم السلام کی رسالت کے عمومی قانون الٰہی کا ذکر:

"اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ۔" (الحج 75)

اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے فرشتوں سے بعض پیغام پہنچانے والے اور انسانوں میں سے بھی بعض کو رسول۔

"اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ o" (آل عمران 33)

بے شک اللہ تعالیٰ نے چن لیا آدمؑ اور نوحؑ اور ابراہیمؑ کے گھرانے کو اور عمران کے گھرانے کو سارے جہاں والوں پر۔

ایک آیت میں نہایت ہی پرتاثیر انداز میں حقیقت رسالت کی تشریح اس طرح کی گئی ہے:

"وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ o اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ o وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ o" (صٓ 45 تا 47)

اور یاد فرماؤ ہمارے (مقبول) بندوں ابراہیمؑ، اسحاقؑ اور یعقوبؑ کو بڑی قوتوں والے اور روشن دل تھے۔ ہم نے مختص کیا انہیں ایک خاص چیز سے اور وہ دارِ آخرت کی یاد تھی اور یہ (حضرات) ہمارے نزدیک چنے ہوئے بہترین لوگ ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ o

اور بے شک ہم نے چن لیا ابراہیمؑ کو دنیا میں اور بلاشبہ وہ قیامت کے دن نیکوکاروں میں ہوں گے۔

Marfat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشادِ باری ہے کہ:

"قَالَ یٰمُوْسٰۤی اِنِّیْ اصْطَفَیْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ وَبِكَلَامِیْ" (اعراف 144)

فرمایا اے موسیٰ! میں نے چن لیا ہے تجھ کو تمام لوگوں سے اپنے پیغاموں اور کلام کے لیے۔

کلیم اللہ کے کانوں میں پہلی بار جو ربانی آواز گونجی اسے قرآن مجید نے بایں الفاظ ادا کیا:

"اِنِّیْۤ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًىؕ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا یُوْحٰى" (طٰہٰ 12-13)

بلاشبہ میں تیرا پروردگار ہوں پس تو اتار دے اپنے جوتے۔ بے شک تو طویٰ کی مقدس وادی میں ہے اور میں نے پسند کر لیا ہے تجھے (رسالت کے لیے) سو خوب کان لگا کر سن جو وحی کیا جاتا ہے۔

قارئین کرام! مذکورہ قرآنی نصوص کی روشنی میں مولوی دلپذیر کی وضع کردہ کہانی کے بارے میں خود ہی کوئی فیصلہ کر لیں۔

Marfat.com

حضرت یعقوب علیہ السلام کا نکاح

مولوی دلپذیر نے لکھا ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے اپنی والدہ کے ساتھ ساز باز کر کے اپنے نابینا والد حضرت اسحاق علیہ السلام کی خواہش کے برعکس انہیں دھوکہ میں رکھ کر اور مصالحہ دار کباب کھلا کر نبوت حاصل کی؛ پھر بھائی ''عیص'' کے خوف سے پہلے ایک سال تک تو پردہ نشین رہے پھر اسی دوران میں حضرت اسحاق علیہ السلام کی وفات ہوگئی جس سے خوف میں مزید اضافہ ہوگیا بالآخر اپنی والدہ کے ساتھ مشاورت کے بعد ''شام'' میں ماموں کے پاس چلے گئے۔

ماموں کی دو بیٹیاں تھیں مالیہ اور راحیلہ۔ حضرت یعقوبؑ نے چھوٹی بیٹی ''راحیلہ'' کا رشتہ طلب کیا جسے ماموں نے سات سال تک بکریاں چرانے کی شرط پر قبول کر لیا۔ جب شرط پوری ہوئی تو ماموں نے چھوٹی بیٹی کے بجائے بڑی بیٹی کے ساتھ نکاح کر دیا۔ ''احتجاج'' کے بعد ماموں نے وعدہ کیا کہ مزید سات سال تک بکریاں چراؤ گے تو چھوٹی بیٹی ''راحیلہ'' بھی نکاح میں دے دوں گا۔

الغرض سات سال مدت کی تکمیل کے بعد ''راحیلہ'' کے ساتھ بھی نکاح ہوگیا۔ اس طرح دو حقیقی بہنیں بیک وقت حضرت یعقوبؑ کے نکاح میں جمع ہوگئیں، جس کا ''جواز'' قرآن سے بھی تلاش کر لیا گیا کہ:

''اَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ'' (سورۃ النساء 23)

حضرت یعقوبؑ کی شریعت میں دو بہنوں کا ایک مرد کے ساتھ نکاح میں بیک وقت جمع کرنا جائز تھا۔ جسے بہت بعد میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کردہ کتاب ''تورات'' کے ذریعے حرام قرار دیا گیا۔ ''مالیہ'' کے بطن سے چھ بیٹے، اس کی کنیز سے دو بیٹے جب کہ ''راحیلہ'' سے دو بیٹے (یوسفؑ، بنیامین) اور اس کی کنیز سے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ بنیامین کے علاوہ گیارہ بیٹے شام میں ماموں کے گھر ہی پیدا ہوئے۔ کنعان واپس آنے کے بعد ''راحیلہ'' کے بطن سے بنیامین (بارہویں بیٹے) پیدا ہوئے۔ جن کی پیدائش کے بعد ''راحیلہ'' کا انتقال ہوگیا۔ پھر جب حضرت یعقوبؑ 80 سال کی طویل جدائی کے بعد اپنے بیٹے حضرت یوسفؑ کے ساتھ ملاقات کی غرض سے مصر روانہ ہوئے تو راستے میں ''راحیلہ'' بھی قبر سے اٹھ کر حضرت یعقوبؑ کے

Marfat.com

ساتھ ڈاچی پر پیچھے سوار ہو گئی اور دونوں نے مصر پہنچ کر اپنے بیٹے سے ملاقات کی۔ ؎

کرن روایت ماں یوسف دی رب نے پھر جوائی
قبروں اٹھ کر ساتھ یعقوبے اوہ بھی مصر سدھائی
ونج ملے محبوب یوسف نوں دونویں بابل مائی
جیوں کر بصری حسن ہوراں تھیں خاص روایت آئی

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: گلزارِ یوسفؑ صفحات 63 تا 76، 592۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے نکاح سے متعلق مذکورہ تفصیلات کا ''ماخذ'' اسرائیلی اور یہودی روایات ہیں جنہیں بعض مفسرین اور مولوی دلپذیر نے اپنی کتب میں نقل کر دیا۔

مولوی دلپذیر نے ماموں کے ہاں بکریاں چرانے کی مدت 7+7=14 سال بیان کی جب کہ تورات میں 10+10=20 سال کا ذکر بھی آیا ہے۔

(ملاحظہ ہو: پیدائش، باب 64۔ آیت 1)

اسرائیلی روایات میں حضرت یعقوبؑ کی جو اخلاقی زندگی پیش کی گئی ہے وہ ''تورات'' کی دوسری محرف روایات کی طرح انبیائے کرامؑ اور ان کے خاندان کے شایانِ شان بھی نہیں ہیں بلکہ منافی عصمتِ انبیاء ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی توہین و تنقیص پر بھی مبنی ہیں۔

مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ سورۃ یوسف آیت 7 کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''اس آیت میں یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا ذکر ہے۔ ان کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے یوسف علیہ السلام سمیت بارہ لڑکے تھے۔ ان میں سے ہر لڑکا صاحب اولاد ہوا، سب کے خاندان پھیلے۔ چونکہ یعقوب علیہ السلام کا لقب اسرائیل تھا اس لیے یہ سب بارہ خاندان بنی اسرائیل کہلائے۔

ان بارہ لڑکوں میں دس بڑے لڑکے یعقوب علیہ السلام کی پہلی زوجہ محترمہ حضرت "لیّا" بنت لیّان کے بطن سے تھے۔ ان کی وفات کے بعد دو لڑکے یوسف علیہ السلام اور بنیامین پیدا ہوئے۔ اس لیے یوسف علیہ السلام کے حقیقی بھائی صرف بنیامین تھے۔ باقی دس بھائی علاتی یعنی باپ شریک تھے۔ یوسف علیہ السلام کی والدہ ''راحیل'' کا انتقال بھی ان کے بچپن ہی میں بنیامین کی ولادت کے ساتھ ہو گیا تھا۔'' (معارف القرآن جلد پنجم ص 29-30)

Marfat.com

حضرت موصوف اسی سورت کی آیت 99: "فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ" کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

"دوسری طرف جب مصر پہنچنے کا وقت قریب آیا تو حضرت یوسف علیہ السلام اور ملکِ مصر کے لوگ استقبال کے لیے شہر سے باہر تشریف لائے اور چار ہزار سپاہی ان کے ساتھ سلامی دینے کے لیے نکلے۔ جب یہ حضرات مصر میں یوسف علیہ السلام کے مکان میں داخل ہوئے تو انہوں نے اپنے "والدین" کو اپنے پاس ٹھہرایا۔

یہاں ذکر "والدین" کا ہے حالانکہ یوسف علیہ السلام کی والدہ کا انتقال بچپن ہی میں ہو چکا تھا مگر ان کے بعد یعقوب علیہ السلام نے مرحومہ کی بہن "لیّا" سے نکاح کر لیا تھا جو یوسف علیہ السلام کی خالہ ہونے کی حیثیت سے بھی مثل والدہ کے تھیں اور والد کے نکاح میں ہونے کی حیثیت سے بھی والدہ ہی کہلانے کی مستحق تھیں۔" (معارف القرآن جلد پنجم ص 144)

حضرت مفتی صاحبؒ سورۃ یوسف آیت 99 کی تفسیر کرتے وقت یہ بات "بھول" گئے کہ وہ سورۃ کے شروع میں آیت 7 کی تفسیر میں کیا لکھ آئے ہیں؟ اس طرح دونوں تفسیری اقوال میں تضاد پایا جاتا ہے۔ صفحہ 30 پر لکھا کہ "لیّا" کی وفات کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کی حقیقی بہن "راحیل" سے نکاح کیا جس سے حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی بنیامین پیدا ہوئے۔ بعد میں راحیل کا بھی انتقال ہو گیا۔

جب کہ صفحہ 144 پر اس کے برعکس لکھتے ہیں کہ:

حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ کے انتقال کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام نے مرحومہ کی بہن "لیّا" سے نکاح کر لیا تھا جو حضرت یوسف علیہ السلام کی خالہ ہونے کی حیثیت سے مثل والدہ کے تھیں۔ موصوفؒ کے ایک تفسیری قول کے مطابق "لیّا" سے پہلے نکاح ہوا تھا، ان کی وفات کے بعد "راحیل" سے نکاح ہوا مگر وہ بھی بنیامین کی ولادت کے بعد انتقال کر گئی تھیں۔ جب کہ دوسرے تفسیری قول کی رو سے "راحیل" کی وفات کے بعد ان کی بہن "لیّا" حضرت یعقوب علیہ السلام کے نکاح میں آئی تھیں اور ان کا انتقال نہیں ہوا تھا اور یہی "لیّا" جو حضرت یوسف علیہ السلام کی خالہ لگتی تھیں حضرت یعقوبؑ کے ساتھ مصر گئی تھیں۔

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب اس مقام پر "حاشیہ" میں وضاحت کرتے ہوئے لکھتے

Marfat.com

ہیں کہ:

''یہ توجیہ اس روایت کے مطابق ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ حضرت یوسفؑ کی والدہ بنیامین کی ولادت کے وقت وفات پا گئی تھیں۔ اسی بناء پر یہاں حضرت مصنفؒ کی عبارت ص 29-30 کی عبارت سے متضاد معلوم ہوتی ہے جس میں حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ راحیل کو قرار دیا گیا ہے۔

لیکن دراصل اس معاملے میں کوئی مستند روایت تو ہے نہیں، اسرائیلی روایات ہیں اور ان میں بھی تعارض ہے۔ خود صاحب روح المعانی نے لکھا ہے کہ یہودی حضرات، حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ کے بنیامین کی ولادت کے وقت انتقال کے قائل نہیں ہیں۔ اگر اس روایت کو مان لیا جائے تو کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔ اس صورت میں ''وَ رَفَعَ اَبَوَیۡہِ'' میں حضرت یوسفؑ کی حقیقی والدہ مراد ہوں گی۔ ابن جریر اور ابن کثیر نے اسی کو راجح قرار دیا ہے۔ چنانچہ ابن کثیر اس پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''قال ابن جریر و لم یقم دلیل علی موت امه (أی أم یوسفؑ) و ظاهر القرآن یدل علی حیاتها'' (معارف القرآن جلد پنجم ص 144 بر حاشیہ)

مگر صد افسوس کہ موصوف نہ تو ''اصل تضاد'' کو سمجھ سکے اور نہ ہی اسے رفع کر سکے۔ ''راحیل'' کے حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ ہونے میں تو کوئی تضاد نہیں پایا جاتا۔ تضاد تو صرف اس میں ہے کہ ''لیا'' سے پہلے نکاح ہوا تھا یا ''راحیل'' سے؟ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے پہلے تفسیری قول کے مطابق جب ''لیا'' اور ''راحیل'' دونوں بہنوں کا انتقال ہو چکا تھا تو پھر دوسرے تفسیری قول میں اس بات کا تکلف کیوں اٹھایا گیا کہ ''خالہ بھی مثل والدہ کے تھیں''؟ کیونکہ خالہ کی وفات تو پہلے ہو چکی تھی جن کے انتقال کے بعد ہی حضرت یعقوبؑ نے والدہ یوسفؑ ''راحیل'' سے نکاح کیا تھا۔

جناب مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کا یہ لکھنا بھی محل نظر ہے کہ:

''یہ توجیہ اس روایت کے مطابق ہے....'' جب کہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے دونوں تفسیری اقوال میں تطبیق دینا ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ پہلے تفسیری قول میں موصوف ''لیا'' کی وفات کے بعد والدہ یوسفؑ ''راحیل'' کے نکاح کا ذکر کر رہے

Marfat.com

ہیں پھر بنیامین کی ولادت کے بعد ''راحیل'' کو بھی وفات یافتگان میں شامل کر دیا ہے جب کہ دوسرے قول میں بھی والدہ یوسفؑ ''راحیل'' کے انتقال کی تصریح کر رہے ہیں البتہ یہاں ''راحیل کے انتقال کا بعد ''لیّا'' سے نکاح کا ذکر کر رہے ہیں۔

یہ بات تو کسی روایت کی رو سے بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر حضرت یعقوبؑ نے ''راحیل'' کے انتقال کے بعد ''لیّا'' سے نکاح کیا تو ان سے پیدا ہونے والے دس لڑکے حضرت یوسفؑ سے عمر میں بڑے کیسے ہو گئے تھے؟ حالانکہ اس بات پر ائمہ تفسیر کا اتفاق ہے کہ سوائے بنیامین کے تمام بھائی حضرت یوسفؑ سے عمر میں بڑے تھے اور ''لیّا'' سے حضرت یعقوبؑ نے پہلے نکاح کیا تھا۔ اور اس حقیقت کو حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ اپنے پہلے تفسیری قول میں تسلیم کر چکے ہیں۔ لہٰذا جن حضرات نے ''وَرَفَعَ اَبَوَیۡهِ'' کے تحت خالہ کا ذکر کیا ہے وہ صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ اس کی ایک ہی صورت ممکن ہے کہ ''راحیل'' والدہ یوسفؑ کا فوت ہو جانا اور ''لیّا'' کا داخلہ مصر کے وقت زندہ رہنا تسلیم کر لیا جائے تو پھر ''خالہ'' مراد لی جا سکتی ہے۔ البتہ اس پر یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اس طرح دو بہنوں کا حضرت یعقوبؑ کے نکاح میں بیک وقت جمع رہنا لازم آتا ہے۔ کیونکہ ''لیّا'' کے ساتھ نکاح پہلے ہوا تھا۔

مولوی دلپذیر اور بعض مفسرین اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی شریعت میں دو بہنوں کا بیک وقت ایک شخص کے نکاح میں جمع کرنا ممنوع نہ تھا اور یہ حضرات اسرائیلی روایت اور اس آیت ''وَ اَنۡ تَجۡمَعُوۡا بَیۡنَ الۡاُخۡتَیۡنِ اِلَّا مَا قَدۡ سَلَفَ'' (النساء 23) سے استدلال کرتے ہیں لیکن خود حضرت یعقوبؑ کی طرف اس ''فعل'' کی نسبت کسی بھی اعتبار سے صحیح معلوم نہیں ہوتی۔ کسی صحیح حدیث یا قرآن مجید کی کسی آیت سے یہ استدلال نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اس بات کی کوئی عقلی و نقلی دلیل موجود ہے۔ یہ تصور تورات نے دیا ہے حالانکہ یہ بات بھی تورات کی تحریفات میں سے ایک تحریف ہے۔

اس تمہید کے بعد سورۃ النساء کی آیت 23 کا متعلقہ حصہ ملاحظہ فرمائیں:

وَ اَنۡ تَجۡمَعُوۡا بَیۡنَ الۡاُخۡتَیۡنِ اِلَّا مَا قَدۡ سَلَفَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا ۝ (سورۃ النساء 23)

اور (یہ بھی حرام ہے) کہ کرو جمع تم دو بہنوں کو مگر جو گزر چکا (سو وہ معاف ہے) یقیناً اللہ

Marfat.com

تعالٰی بہت بخشنے والا، بہت رحم فرمانے والا ہے۔

" اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ" کے الفاظ زیر بحث آیت سے پہلے آیت 22 میں بھی گزر چکے ہیں جو باپ کی منکوحات کے ساتھ نکاح کی حرمت کے ضمن میں آئے ہیں کہ تم ان عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ لاؤ جنہیں تمہارے، باپ نکاح میں لا چکے ہوں، اس سے پہلے جو ہو چکا سو ہو چکا۔ یہ بڑی بے حیائی کی بات تھی، مکروہ و مردود شیوہ تھا اور برا دستور۔

" اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ" کے لفظی معنی تو یہی ہیں کہ جو پہلے گزر چکا سو گزر چکا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو نکاح اس طرح سے ہو چکے سو ہو چکے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو اب تک ہوا سو ہوا اور اب اس طرح کے جتنے نکاح ہیں وہ سب خود بخود اس حکم سے فسخ ہو گئے، اس لیے اب کوئی جواز نہیں ہے کہ ایسے نکاح اپنی اسی حالت میں قائم رہیں۔

''حرمت سود'' کے متعلق بھی یہی لفظ استعمال ہوئے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ "(البقرۃ 275)

" فَلَهٗ مَا سَلَفَ" کے یہ معنی ہیں کہ جو گناہ اس سے ہوا ہو چکا اس سے درگزر کی جائے گی مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ جس نے سودی معاملہ کیا ہوا ہے وہ سود لیتا رہے۔ اس طرح اس جگہ بھی " اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ" کے معنی ہیں کہ تمہارا فعل ہو چکا اس کی وجہ سے تم پر کوئی گرفت نہیں۔ یعنی " اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ" میں استثناء گناہ سے ہے جوازِ فعل سے نہیں۔

آیت زیر بحث میں دو بہنوں کا ایک ساتھ نکاح میں جمع کرنا حرام بتایا گیا ہے گویا یہ حرمت وقتی ہے جب تک ایک بہن نکاح میں ہے اس وقت تک اس کی دوسری بہن سے نکاح حرام ہے لیکن ایک کی وفات کے بعد یا اس کو طلاق دینے کے بعد یہ حرمت ساقط ہو جائے گی۔

" اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ" مگر جو گزر گیا سو گزر گیا یعنی یہ حکم نازل ہونے سے پہلے اپنے علاقائی رواج کی وجہ سے جو کچھ کوئی کر بیٹھا وہ معاف ہے۔ یعنی پہلے جو کچھ ہو چکا اللہ بخش دینے والا ہے، رحمت کرنے والا ہے۔ یہ حکم نازل ہونے سے قبل جو کچھ ہو گیا وہ ناسمجھی اور رواج کی غلطی کی وجہ سے تھا، جہالت کی وجہ سے جو ہوا اس پر گرفت نہیں ہو گی۔

مذکورہ تفصیل سے یہ واضح ہو گیا ہے کہ جہالت اور ناسمجھی کی وجہ سے دو بہنوں کو ایک نکاح میں جو پہلے کہیں جمع کیا جاتا رہا تو اس فعل پر گرفت نہیں ہو گی۔ یعنی ایسا پہلے اگر کہیں ہوا بھی ہے

Marfat.com

تو وہ نادانی، ناسمجھی اور جہالت کی وجہ سے ہوا ہے لہٰذا حضرت یعقوب علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر کی طرف اس فعل کو منسوب کرنا ان کی عصمت کے منافی اور ان کی توہین و تنقیص پر مبنی ہے۔

علاوہ ازیں "وَرَفَعَ اَبَوَیۡهِ" کا تقاضا بھی یہی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی حقیقی والدہ زندہ ہوں اور یہی حضرت یعقوبؑ کی معیت میں مصر گئی تھیں۔ امام ابن کثیر کی تحقیق زیادہ درست معلوم ہوتی ہے کہ حضرت یوسفؑ کی حقیقی والدہ زندہ تھیں اور ان کی وفات پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ قرآن کریم کا ظاہر بھی ان کے زندہ ہونے پر دلالت کرتا ہے اور جو چیز قرآن سے ثابت ہو وہ صحیح اور درست ہے۔

(ملاحظہ ہو تفسیر القرآن العظیم للامام ابن کثیر المجلد الثانی ص504۔ طبع بیروت)

مولوی دلپذیر بھی حقیقی والدہ مراد لیتا ہے لیکن وہ مرنے کے بعد مصر جانے کے لیے ان کے دوبارہ زندہ ہونے کا قائل ہے جو قیامت قائم ہونے سے پہلے ممکن ہی نہیں ہے۔

Marfat.com

گلزارِ یوسفؑ اور توہین حضرت یوسف علیہ السلام

مولوی دلپذیر نے نہایت ہی تفصیل کے ساتھ ''وصل یوسفؑ'' کے لیے زلیخا کی ''حیلہ جوئی'' کا ذکر کیا جس میں انہوں نے بتایا کہ زلیخا نے اس مقصد کے لیے ایک عالی شان مکان تعمیر کرایا پھر یوسفؑ کو خلوت خانے میں طلب کر کے انہیں دعوت گناہ دی جسے موصوف نے زیرعنوان ''سوال وجواب زلیخا وحضرت یوسف علیہ السلام'' تقریباً 17 صفحات میں بیان کیا ہے۔ان اشعار میں واضح طور پر حضرت یوسف علیہ السلام کی توہین وتنقیص پائی جاتی ہے؛ جن میں سے بعض اشعار حسب ذیل ہیں:

کرن روایت جس دم یوسف رو کر نیر چلایا
کہیا زلیخا ہن کیوں رونویں وقت خوشی دا آیا

....

خوشی نہیں ایہ غم دیاں کانگاں خبر نہیں کی ہوسی
جے اج میں نہ رووااں بھلکے کون میرے تھاں روسی

....

کہے زلیخا یوسفؑ سوہنے ویکھ زیبائش میری
کیا کیا ہار سنگار اساں اج لایا خاطر تیری
یوسفؑ کہیا جے طرف تساڈی مندی نظر اٹھاواں
روز قیامت رب سچے نوں کیہڑا مکھ وکھاواں
کہے زلیخا آ رل کھیڈیے کریے مندا بھانا
یوسفؑ آکھے توبہ اوڑک رب ول جاناں

....

کہے زلیخا میں بے صبری کرو نہال اسانوں
یوسفؑ آکھے ان شاء اللہ صبر کمال اسانوں
کہیا زلیخا یوسفؑ تیرے کیا سوہنے رخسارے
یوسفؑ آکھیا حمد خدا نوں جس ایہ نفس سوارے
کہیا زلیخا یوسفؑ چشماں تیریاں کتول رمزاں لاون
یوسفؑ کہیا جمال الٰہی ویکھن نوں سد ہراون

Marfat.com

کہیا زلیخا حسن تیرے نے عجب بہار لیاندی
یوسف آکھیا آب بھلاں دی اوڑک نوں کرماں دی
کہیا زلیخا زلفاں تیریاں خوشبو جگ دھاون
حضرت کہیا سب جھڑ پوسن جدوں قبر وچہ جاون
کہیا زلیخا یوسفؑ تیرے وال عجائب کالے
حضرت کہیا اول ایہو خاک قبر دی گالے
کہیا زلیخا یوسفؑ جانی تیری عجب جوانی
حضرت کہیا کد تک رہسی اوڑک ہونا فانی
کہیا زلیخا صورت تیری بھاوے ہر اک تائیں
حضرت کہیا نہ صورت رہسی نہ صورت دا سائیں
کہیا زلیخا یوسفؑ تیرا سوہنا بدن تمامی
حضرت کہیا اس سوہنے نوں کھلی اوڈیکے سامی
کہیا زلیخا یوسفؑ تیریاں کیسیاں بانکیاں ٹوراں
حضرت کہیا کروڑاں بانکے جا چھپے وچہ گوراں
کہیا زلیخا دند تساڈے گوہر موتی لڑیاں
حضرت کہیا لاکھاں لڑیاں جا قبراں وچہ وڑیاں
کہیا زلیخا صدقے جاواں کیا سوہنا مکھ تیرا
حضرت کہیا اس تھیں صدقے جو کاریگر میرا
کہیا زلیخا یوسفؑ تیرے نین عجب مستانے
حضرت کہیا مسافر ہوسن ایہ بھی کسی زمانے
کہیا زلیخا قد تساڈا وانگ سرو دسیاوے
حضرت آکھیا کسی دہاڑے نال زمین رل جاوے

....

کہیا زلیخا یوسفؑ میں تھیں کیوں پکڑیں توں دوری
حضرت کہیا تیں تھیں دوری موجب قرب حضوری

Marfat.com

کہیا زلیخا وصل تیرے نوں سجاں نرم وچھائیاں
حضرت کہیا تیرے تائیں نہیں پسندی آیاں
کہیا زلیخا قیمت بھر کے میں آندا تدھ تائیں
بردا ہو کے حکم نہ منیں خوف تینوں کجھ ناہیں
حضرت کہیا خدمت کارن تساں خریدیا مینوں
رب دی بے فرمانی کارن میں نہیں ملیا تینوں
کہیا زلیخا وصل تیرے دی آہی آس اسانوں
تہیں سی خبر جو الٹا کرسو تسیں اداس اسانوں
حضرت کہیا نال اساڈے راکھے ملک ربانے
بے فرمانی کراں ربے دی دوزخ ملن ٹکانے
کہیا زلیخا جیکر یوسفؑ اج مطلب پاواں
کراں آزاد تساڈے تائیں سر دا تاج بناواں
حضرت کہیا آزادی تیری نفع نہ کجھ پہنچاوے
جاں تک رب دوزخ کولوں کر آزاد بچاوے
کہیا زلیخا خشک بغچہ پانی دا ترہایا
دے پانی محبوب پیارے نقرہ کاروں لیایا
حضرت یوسف نے فرمایا جو گلشن دا سائیں
پانی دیون تازہ رکھن لائق اس دے تائیں
کہیا زلیخا جے ہک واری شاد کریں دل میرا
صدقے جاواں گھول گھماواں کی گھٹ جاندا تیرا
حضرت کہیا لکھ کروڑاں مینوں گھاٹا آوے
جیکر راضی کراں تساں نوں رب غصے ہو جاوے
سینہ ٹھار تتی دا یوسف بی بی کرے پکاراں
حضرت کہیا جے تینوں ٹھاراں آپ سڑاں وچہ ناراں

Marfat.com

کہیا زلیخا نام خدا دے دیہہ مقصود اندر دا
حضرت کہیا قسم خدا دی میں ایہ کم نہ کردا
کہیا زلیخان دس میں واری کس کولوں توں ڈردا
حضرت کہیا میرے تائیں خوف اللہ اکبر دا
اوس تھیں پچھے دل میرے وچ خوف عزیز مصر دا
خدمت کارن جس نے مینوں آندا کر کے بردا
کتنی مدت کھاندیاں گزری نمک اسی دے گھر دا
کھا کھا نعمت کراں پلیدی ایہ کم مول نہ سردا
کہیا زلیخا جیکر تینوں خوف عزیزوں آوے
زہر پیالہ دے کر اس نوں پار لنگھایا جاوے
دوجا رب تیرے دی بابت میں ایہ عرض سناواں
صدقے استغفاراں کر کے عیب تیرا بخشاواں
حضرت کہیا رشوت کولوں رب توں بے پرواہی
رشوت پچھے عیب نہ بخشے بے پرواہ الٰہی
باقی رہ گئی توبہ کرنی استغفار دعائیں
بخشے طاقت یا نہ بخشے مرضی والا سائیں

چھڈ ایہ وہم زلیخا بی بی نہ پو انہیں خیالیں
روز قیامت کر شرمندہ میری جد نہ گالیں
نہ کر ظلم اساڈے اتے سمجھ اساتوں پاندا
دوزخ دا تڑکار اساں تھیں مول نہ جھلیا جاندا
اوڑک کہیا زلیخا بی بی مار غماں دیاں آہیں
سانوں اج مراد دلے دی دیندا ہیں یا ناہیں
جے دیویں تاں بہتر یوسف عمراں خدمت کرساں
نہیں تاں تیرے کول اتھائیں کھا کٹاری مرساں

Marfat.com

"قَالَ مَعَاذَ اللّٰه" فرماوے یوسفؑ نبی ربانا
پناہ خدا دی تیرے نیڑے میں ہرگز نہیں جاناں
تاں پکڑ کٹار زلیخا ہتھ وچہ مارن اُپر آئی
حضرت یوسفؑ ہتھ اس دے تھیں پکڑ کٹار ستائی
جے ایہ سچ مچ مار کٹائی کھا سوخت مر جاوے
مت کے دوس میرے سر آوے قتل عزیز کراوے
کرن روایت اس دن یوسفؑ ایسا قابو آیا
چار چوفیروں فکر دلیلاں آ کر گھیرا پایا
جیکر عیبوں کرے کنارہ اپنی جان مریوے
جیکر اپنی جان بچاوے دوزخ پیش دسیوے
ہر اک طرفوں یوسفؑ اپر بنی مصیبت بھاری
کتول جاوے جان اکاوے امر ہویا لاچاری
آ شیطان نبی دی گنڈی اپنا ہتھ ٹکایا
تاں پھر حضرت یوسفؑ نوں بھی شہوت غلبہ پایا
چالی مرداں جتنی شہوت یوسفؑ اُپر آئی
کرن لگا کجھ قصد دلے وچہ رب دلیل سوجھائی

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ط

سورۃ یوسف بارہویں پارے خبر خدا فرمائی
ٹھیک زلیخا یوسفؑ دے ول نیت بری بدلائی
تے کیتا قصد یوسفؑ بھی اس ول جے برہان نہ پاندا
کہن مفسّر ایہ کم اس تھیں ہو جاندا ہو جاندا
برہان مراد جو یوسفؑ تائیں رب نشان دکھایا
بھیج فرشتہ روکیا اس نوں مندا قصد ہٹایا
هَمَّتْ کنوں مراد زلیخا قصد برے جس چاہے
تے یوسف دے وچہ قصد کرن دے قول مخالف آئے

Marfat.com

ابن عباسؓ اصحاب نبی دا ہور مجاہد لیایا
نالہ کھول اگیرے ہویا یوسفؑ قصد اٹھایا

....

ابن عباسؓ کہیا یوسفؑ نوں جاں کجھ رغبت ہوئی
بھیجیا جبرائیل خدا نے دیر نہ لگی کوئی
کہن لگا اے یوسفؑ تیرا نانوں وچہ انبیاواں
جے اج بچ کر جاسیں ایتھوں بنسیں نبی سچاواں
نہیں تا رب کہیا جے یوسفؑ اج ایہ عمل کماسی
دفتر نبیاں دے تھیں ناتواں دور کرایا جاسی
بصری حسن کہے رب اس نوں پیو دی شکل دکھائی
نبی یعقوب ہویا آ حاضر منہ وچہ انگل پائی
کردا منع یوسفؑ دے تائیں بیٹا ہوش سنبھالیں
ایسا فعل کما کر یوسفؑ ساڈی پت نہ گالیں
ابراہیم کنوں پیغمبری گھر ساڈے وچہ آئی
دادے دی میراث نہ چھوڑی کردا باپ دوہائی
بعضے آکھن باپ پیارے آکھیا یوسف تائیں
فرزندا جے ایہ کم کرسیں پاسیں انت سزائیں
اگے منع کیتا سی تینوں خواب نہ دسیں بھائیاں
اوہ تدھ بات نہ منی میری آیاں پیش جدائیاں
پھر ہن کراں نصیحت تینوں شیطان مگر نہ جائیں
نہیں تا پھر نہ ملسیں مینوں دوزخ ملس جائیں
کہے مفسر جد اس جگہ باپ یوسفؑ دا آیا
دھرلیس ہتھ یوسف دے سینے شہوت جوش گھٹایا
کہے سعید جو تاہیں یوسفؑ یاراں پت جمائے
ہور تمام بھایاں دے بیٹے باراں باراں آئے

Marfat.com

گھٹ گئی اس دن یوسفؑ وچوں شہوت حرص زناں دی
جاں ہتھ لگا شہوت اس دی گئی گھپا کے کھاندی
بعضے آکھن جد یوسف نوں شہوت غلبہ پایا
پَر اپنا جبرائیل یوسفؑ دی کنڈی نال ٹکایا
نکل گئی سب شہوت اس دی انگلیاں دے راہوں
تاں یوسفؑ بچ گیا گناہوں رحمت فضل الٰہوں
حضرت شاہ علی کرم اللہ کرے روایت بھائی
پردہ کھول یوسف نوں اس دن رب نے حور دکھائی
حسن جمال ڈٹھا جد اس دا یوسفؑ نبی تعالیٰ
یاد نہ رہ گیا اس دے تائیں حسن زلیخا والا
نال محبت پچھیا یوسفؑ حور بہشتی تائیں
کس دیاں وچہ نصیباں تینوں کیتا خالق سائیں
کہن لگی جو دنیا اندر بچن عیب زناہوں
اسیں انہاں نوں روز قیامت ملساں حکم الٰہوں
بعضے آکھن کھولیا رب نے پردہ دوزخ والا
ڈٹھا نال اکھیں دے یوسفؑ زانیاں دا سب حالا
بھی ہک وڈا ناگ دوزخ دا نظر یوسف نوں آیا
کھولیا منہ زناہیاں کارن خالق پاک دکھایا
ویکھ نہایت ڈریا یوسفؑ دل وچہ دہشت آئی
کیتی کنڈ زلیخا ولوں استغفار الائی
ابن سلام کہے ہک پنکھی جنت وچوں آیا
نال محبت یوسف تائیں اس نے آکھ سنایا
اے یوسف جے ایس گناہوں رہیں اج دوراڈا
فضل رب تھیں ایہو زلیخا بنسی حرم تساڈا

Marfat.com

جیکر اج حرام نہ کریسیں ایہو حلال ہو جاسی
سن کر قصد ہٹایا یوسفؑ جدوں آواز پیاسی
جعفر صادق کرے روایت رضی اللہ تعالیٰ
اس دن ملیا یوسف تائیں شان نبوت والا
نہیں سی اگے اس دم توڑی نبی نبوت پائی
تاہیں اوہ وسواس شیطانی دل وچہ گزریا بھائی
اوسے وقت خدا دی طرفوں رحمت نازل ہوئی
پایا زور نبوت جس دم شہوت رہی نہ کوئی
حرصاں نفس ہویاں سب زائل یُمن نبوت پاروں
ہو گئی دور زلیخا دل تھیں رحمت فضل غفاروں
ہور روایت جس کوٹھے وچہ آہا نبی ربانا
اوسے جگہ پنگھوڑے اندر سی ہک بال ایانا
جاں یوسفؑ اوہ قصد اٹھایا لڑکے بول سنایا
اے صدیق صدیقاں تائیں ایہ کم روا نہ آیا
سن کر ڈریا یوسفؑ دل وچہ بندہ ہور نہ کوئی
کون نصیحت کرنے والا ایہ کیا قدرت ہوئی
ہور روایت نقرہ کاروں نظر اسانوں آئی
ہتھ دی شکل بنا کر رب نے یوسفؑ نوں دکھلائی
تلی اُپر تن سطراں نوروں لکھیاں نظری آیاں
جس ویلے اوہ پڑھیاں یوسفؑ حرصاں نفس بھلائیاں
اول سطر ڈرو اس دن تھیں جس دن رب ول جاناں
دوجی سطر زناہوں بچنا ایہ فعل کمالانا
تریجی سطر کراماً کاتب ہر دم نال تساڈے
جو کجھ کرسو لکھ کر حاضر کرن پاس اساڈے

Marfat.com

بعضے آکھن اُپر دیواراں لکھیا نظری آیا
جو کوئی گیا زناہ دے نیڑے برا نتیجہ پایا
جاں ایہ لکھیا ڈٹھا یوسفؑ ڈر کے نظر بھنوائی
دو.جی کندھ ولوں جد تکیا ایہ گل نظری آئی
قصد کرے کوئی طرف زناہ دی بریاں پکڑ ادائیں
مندی نظر دلاں دیاں باتاں سب معلم رب تائیں
تریجی کندھ ولوں جد تکیا لکھیا نظر پیا سی
جیسا عمل کماسی کوئی ایسا بدلہ پاسی
چوتھی کندھ اپر بھی اینویں آیت نظر آئی
ڈر کے حضرت یوسفؑ شرموں نظر ہٹھا ہاں پائی
فرش اتے بھی لکھیا ڈٹھا میں ہاں نال تساڈے
ہر دم سناں تساڈیاں باتاں دیکھاں حال تساڈے
کجھ نہیں چھپیا ساڈے کولوں جو تسیں کریں کمائی
اس تھیں پچھے حضرت یوسفؑ اوپر نگاہ فرمائی
نظری آیا باپ پیارا انگل کھلا ہلاوے
ایہ کم کریں نہ ہرگز یوسفؑ پیا دوہایاں پاوے
چھ طرفاں تھیں جد یوسف نوں رب برہان دکھایا
نٹھا بستر چھوڑ شتابی دوڑ بوہے ول آیا

....

سی اک گوشے وچہ زلیخا بت چھپایا ہویا
یوسفؑ کولوں ڈر کے اس نے پردہ پایا ہویا
اچن چیتی اس پَردے ول نظر یوسفؑ جد پائی
پچھیا تدوں زلیخا کولوں ایہ کیا چیز چھپائی
کہن لگی ایہ ٹھاکر میرا پوجا جس کچیوے
کج دھریا جو عمل اساڈا دیکھ ناراض نہ تھیوے

Marfat.com

حضرت کہیا جھوٹے بت دا اتنا شرم ہے تینوں
سچے رب اپنے تھیں کیونکر شرم نہ آوے مینوں

ڈاہڈا اثر کیتا اس گل نے حضرت یوسف تائیں
پلنگ نہالی بستر خالی نٹھا چھوڑ اُٹھائیں
تھر تھر کنبے خوف اللہ تھیں رووَن نین نمانے
اتری مستی شہوت والی آیا ہوش ٹکانے

یعنی جو کوئی گھر تیرے وچہ مندا قصد اٹھاوے
نہیں سزا تس مگراں اس نوں قید کرایا جاوے
یا پھر ڈاہڈی مار دکھاں دی دیئے اس دے تائیں
ننگے پنڈے چابک وَن پاوے سخت سزائیں
سُنی جدوں ایہ بات عزیزے سخت غصے وچہ آیا
کہندا قتل کراواں جس نے ساڈا برا کمایا
کہے زلیخا ہو گیا یوسفؑ میرے اُپر دیوانہ
بردا ہو کر نال اساڈے چاہے برا کمانا

کہن لگا میں ایسے کارن کیتوں پال وڈیرا
نعمت میری کھا کھا اوڑک مندا منگیں میرا
غیرت غضبوں یوسفؑ اپر ہتھ عزیز اٹھایا
ظلموں چابک مارن لگا کاوڑ دے وچہ آیا
اُچڑ آوے ماس بدن دا جتھے چابک لگدا
زخموں زخم ہویا تن نازک خون فوارے وگدا
جیکر یوسفؑ صبروں شکروں مار مصیبت جھلی
دم دم بولے حمد ربانا جس مصیبت گھلی
پردہ فاش نہ کیتا جس دا ادبوں عیب چھپایا
بے ادبی بے عزتی کر کے اوسے پکڑ مرایا

Marfat.com

اوہا عزیز جو یوسف تائیں لکھ لکھ عزت دیندا
اوہا اج بے عزتی یاروں چابک کھلا مریندا
جس یوسفؑ نوں کیتا شاہ نے گھر باہر دا سائیں
چور بنا کے مارن لگا اوسے یوسف تائیں
سوہنا بدن مبارک نازک زخمی ہو گیا سارا
آن نہ ویکھے باپ پیارا جس دا جگر پیارا
اوہ یوسف جو بابل دے گھر پھلیں رہیا تولیندا
اج اوہا پردیسی ہو کر چوراں وانگ مریندا
سارا مال زلیخا جس تھیں کر قربان لٹایا
اوسے نوں اج چور بنایا عقل شیطان بھلایا
جس تن نوں انگ لاون کارن سکدی ہو گئی کملی
اوسے تن تے ظلم کریندیاں کملی سُرت نہ سمبھلی
جیڑیاں زلفاں آپ زلیخا ہتھیں نت سوارے
اوہا زلفاں اج زلیخا ڈھو دتیاں سرکارے
جنہاں اکھیں وچ سرمہ پایا مدت پیاں سجایا
اونہاں اکھیں نوں اج زلیخا ہنجوں خون روایا

(گلزارِ یوسفؑ ص 350 تا 363۔ ملخصًا)

سخت حیرت ہے کہ مولوی دلپذیر نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے بھی سینکڑوں برس قبل ایک بند اور مقفل کمرے میں دو افراد کے درمیاں ہونے والی گفتگو کس تفصیل کے ساتھ پیش کر دی؟

موصوف اگر بالفرض اس عہد میں موجود بھی ہوتے تو پھر بھی اس طرح کی گفتگو نقل نہیں کی جا سکتی۔ مگر انہوں نے تو بڑی ڈھٹائی کے ساتھ منافی عصمت انبیاء اور مبنی بر توہین روایات نقل کر ڈالیں جن میں حضرت یوسف علیہ السلام کی صریح توہین پائی جاتی ہے۔

Marfat.com

"وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَ هَمَّ بِهَا"

مولوی دلپذیر نے "وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَ هَمَّ بِهَا" کے تحت حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخا کے مابین اپنے مفصل اور "شیطانی مکالمے" میں پہلے تو یہ ظاہر کیا ہے کہ حضرت یوسفؑ نے زلیخا کے برائی پر اکسانے کے تمام حربوں اور سوالوں کا جواب اپنی پیغمبرانہ شان کے مطابق دیا مگر جب شیطان نے ان کی پشت پر اپنا ہاتھ رکھا تو پھر ان پر "شہوت" غلبہ پا گئی جو چالیس مردوں کی "شہوت" کے برابر تھی جس کی بناء پر حضرت یوسفؑ "نالہ/ازار بند" کھول کر برائی کے ارادے سے زلیخا کے قریب ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے جبرائیلؑ کے ذریعے حضرت یوسفؑ کو نصیحت کی کہ اس کام کے قریب نہ جانا بصورتِ دیگر انبیاء کی فہرست سے آپ کا نام خارج کر دیا جائے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں والد یعقوبؑ کی شکل دکھائی جو منہ میں انگلی ڈالے ہوئے تھے اور بیٹے کو اس فعل بد سے منع کر رہے تھے حتیٰ کہ بیٹے کو اس فعل سے باز رکھنے کے لیے ان کے سینے پر "تھپڑ" لگایا جس نے ان کی "شہوت" کے جوش کو گھٹا دیا۔ اسی لیے حضرت یوسفؑ کے بعد میں گیارہ لڑکے پیدا ہوئے جب کہ دوسرے بھائیوں کے بارہ بارہ لڑکے ہوئے۔ جب انہیں تھپڑ لگا تو ان کی زنا کی حرص کی شہوت کم ہو گئی۔

دوسری روایت میں ہے کہ جب یوسف علیہ السلام پر شہوت نے غلبہ پایا تو جبرائیلؑ نے اپنا پَر ان کی پیٹھ پر لگایا جس کی بناء پر انگلیوں کے راستے سے ان کی شہوت خارج ہو گئی۔

حضرت علیؓ کی روایت کے مطابق اس دن رب نے پردہ کھول کر یوسفؑ کو "حور" دکھائی، اس کا حسن و جمال دیکھ کر یوسفؑ کو زلیخا کا حسن بھول گیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ رب نے دوزخ کا پردہ ہٹایا تو یوسفؑ نے اپنی آنکھوں سے زانیوں کا حال دیکھا کہ دوزخ کا ایک "ناگ" منہ کھول کر زانیوں کی طرف آگے بڑھ رہا ہے۔

ابن سلام کی روایت کے مطابق جنت سے ایک پنچھی نے آکر یوسفؑ کو محبت سے یہ پیغام سنایا کہ آج اگر آپ زنا کے عمل سے بچ گئے تو یہی زلیخا آپ کے حرم میں داخل ہو گی۔

Marfat.com

ایک روایت کے مطابق جس کمرے میں یوسفؑ موجود تھے اسی جگہ پنگھوڑے کے اندر ایک بچہ بھی تھا۔ جب بھی یوسفؑ برے ارادے سے زلیخا کی طرف آگے بڑھتے تو وہ بچہ پکار اٹھتا کہ آپ کے لیے یہ کام روا نہیں ہے۔

ایک اور روایت کے مطابق رب نے ہاتھ کی شکل بنا کر یوسفؑ کو دکھادی کہ ہتھیلی پر نور کے ساتھ یہ تین سطریں لکھی ہوئی تھیں:

پہلی سطر: اس دن سے ڈرو جس دن رب کی طرف واپس جانا ہے۔

دوسری سطر: زنا سے بچو اور یہ کام نہ کرو۔

تیسری سطر: کراماً کاتبین ہر وقت آپ کے ساتھ ہیں جو کام کرو گے وہ اسے لکھ کر محفوظ کرلیں گے۔

ایک اور روایت کے مطابق سامنے کی دیوار پر یوسفؑ نے یہ عبارت لکھی ہوئی دیکھی کہ جو زنا کے قریب گیا تو اس نے برا نتیجہ پایا۔

دوسری دیوار پر یہ لکھا ہوا دیکھا کہ جو زنا کا ارادہ کرے اس کی سخت پکڑ ہوگی۔

تیسری دیوار پر یہ لکھا ہوا دیکھا کہ جیسا عمل کرو گے ویسا ہی بدلہ پاؤ گے۔

چوتھی دیوار پر آیت لکھی ہوئی دیکھی تو شرم کی وجہ سے یوسفؑ نے نظر ہٹالی۔

فرش پر لکھا ہوا دیکھا کہ میں (یعنی رب) آپ کے ساتھ ہوں جو آپ کی باتیں سن رہا ہوں اور آپ کا حال دیکھ رہا ہوں مجھ سے کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں ہے۔

جب یوسف علیہ السلام کو رب نے چھ طرفوں (سامنے، پیچھے، دائیں، بائیں، اوپر اور نیچے) سے اپنا ''برہان'' دکھایا تو وہ فوراً بستر چھوڑ کر دروازے کی طرف بھاگے۔

حضرت زین العابدین کی روایت کے مطابق: زلیخا نے کمرے کے ایک کونے میں بت پر پردہ ڈال کر اسے چھپا رکھا تھا، تو اس بات نے بھی یوسفؑ پر بہت اثر ڈالا تو وہ پلنگ و بستر خالی چھوڑ کر بھاگ گئے جس سے ان کی شہوت والی ''مستی'' اتر گئی۔

مولوی دلپذیر کی ''کہانی'' ابھی جاری ہے لیکن موصوف نے "وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَ هَمَّ بِهَا" کے تحت حضرت یوسفؑ کے ''قصد'' کی جو تفصیل جاری کی ہے وہ سراسر منافی عقیدہ عصمت انبیاءؑ اور حضرت یوسفؑ کی توہین پر مبنی ہے۔

Marfat.com

زیر بحث آیت میں "هَمَّ" کا لفظ دو مرتبہ آیا ہے۔ ایک (هَمَّتْ) فعل کا فاعل "زلیخا" ہے اور دوسرے (هَمَّ) فعل کے فاعل حضرت یوسفؑ ہیں۔ دونوں جگہ هَمَّ کا فعل ایک ہی معنی میں استعمال نہیں ہوا جس میں فرق "لَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ" اور "هَمَّ بِهَا" کے الفاظ پر غور کرنے سے بآسانی معلوم ہو جاتا ہے۔ "لَوْ لَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ" کی بناء پر ایک جماعت نے حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف سے "هَمَّ" کی نفی کی ہے کہ اگر وہ اپنے رب کی برہان نہ دیکھ لیتے تو اس کا قصد کر لیتے لیکن چونکہ وہ اسے دیکھ چکے تھے اس لیے اس کا قصد بھی نہیں کیا۔

اس کے برعکس بعض حضرات کا خیال ہے کہ حضرت یوسفؑ کا "هَمَّ" بشری تقاضے کے تحت میلانِ طبع اور غیر اختیاری درجے میں تھا جس کا شمار صغیرہ گناہ میں بھی نہیں ہوتا اور یہ "هَمَّ" منافی عصمت انبیاءؑ بھی نہیں ہے۔

جن حضرات نے بشری تقاضے کے تحت غیر اختیاری۔ کے تحت حضرت یوسفؑ کا "هَمَّ" (قصد و خیال) ثابت کیا ہے تو انہوں نے بھی اپنی حدود سے قدرے تجاوز ہی کیا ہے کیونکہ "هَمَّ" کے معنی قصد و خیال اور ارادہ و فکر کے ہیں جس کا ادراک "حواس" کے ذریعے نہیں ہو سکتا اور اس کا حقیقی محل و مقام بھی دل ہے۔

تو اب سوال یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے قلبی ارادے کو جس کا ادراک حواس کے ذریعے ممکن ہی نہیں تھا ان حضرات نے کیوں کر معلوم کر لیا؟

اور اگر بفرض محال ان کی غلط حرکات و سکنات (غلبہ شہوت سے نالہ /ازار بند کھول کر زلیخا کی طرف بڑھنا اور پلنگ و بستر میں داخل ہو جانا) کو دیکھ کر ان کا اصل "قلبی ارادہ" معلوم ہوا تو یہ چیز "هَمَّ" سے نکل کر "فعل" کی حدود میں داخل ہو جائے گی۔

اگر بالفرض "هَمَّ" یعنی دل میں خیال عند اللہ "سوء" کے درجے میں بھی ہے تو وہ قابل مواخذہ نہیں ہے جب تک کہ اس کا ارتکاب نہ کیا جائے۔ بلکہ اللہ کے خوف سے اس کا ترک کرنے والا بھی ثواب کا مستحق ہے نہ کہ ملامت کا۔

جب کہ مولوی دلپذیر نے "وَهَمَّ بِهَا" کے تحت جس قدر جھوٹی روایات کا انبار لگایا ہے اور ان میں جن حرکات کی نسبت حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف کی ہے وہ یقیناً "هَمَّ" سے بڑھ کر "افعال" اور "فحشاء" کے درجے کے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کی نفی کی ہے:

Marfat.com

كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ" (سورۃ یوسف 24)

یہ اس لیے کہ ہم اس سے بدی اور بے حیائی کو ہٹائے رکھیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام سے "سوء و فحشاء" دونوں کو ہٹا دیا ہے۔

امام آلوسی کے نزدیک سوء "مقدمات الفحشاء من القبلة والنظر بشهوة" کو کہتے ہیں۔

(روح المعانی جلد 12 ص 216)

"سوء" کے معنی ہیں دل میں بے حیائی کا خیال لانا جب کہ "فحشاء" کے معنی بے حیائی کے فعل کا ارتکاب ہے خواہ وہ زنا ہو یا مبادی زنا (بوس و کنار اور شہوت کی نظر سے دیکھنا وغیرہ)

پس اللہ تعالیٰ یوسف علیہ السلام سے نہ صرف زنا اور ہر قسم کے مبادی زنا کی نفی کرتا ہے بلکہ اس گندے خیال کے آپ کے دل میں آنے کی بھی نفی کرتا ہے۔ "وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا" کی نہی سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مبادی بھی اختیار مت کرو۔

مگر صد افسوس مولوی دلپذیر نے اپنی منقولہ مکذوبہ روایات میں خرافات و اباطیل پر مبنی افعال حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف منسوب کر دیے۔

Marfat.com

حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی پر گواہیاں

مولوی دلپذیر وامثالہ کے حضرت یوسف علیہ السلام کے خلاف انتہائی نامناسب اور جارحانہ انداز اختیار کرنے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ سے متعلق تمام ''کرداروں'' کے بیانات ایک ترتیب کے ساتھ ہدیۂ قارئین کر دیے جائیں:

جن حضرات کا اس واقعہ سے براہِ راست تعلق ہے وہ حسب ذیل ہیں:

1۔ حضرت یوسف علیہ السلام

2۔ زلیخا۔زوجہ عزیز

3۔ عزیز مصر

4۔ شاہد (گواہ)

5۔ زنانِ مصر

6۔ اللہ تعالیٰ

7۔ ابلیس لعین

حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی پر گواہوں کے بیانات کے مطالعہ کے بعد ہر مومن بالقرآن اس بات کے ساتھ اتفاق کرے گا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے خلاف مولوی دلپذیر وامثالہ کی منقولہ روایات سراسر منافی عقیدہ عصمت انبیاء اور مبنی بر توہین ہیں۔

Marfat.com

(۱) حضرت یوسف علیہ السلام کا بیان

زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں اپنے خاوند عزیز مصر سے شکایتاً جب یہ کہا کہ:

"مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا...." (جو تیری بیوی سے بدکاری کا ارادہ کرے اس کی کیا سزا ہے....) تو یوسفؑ نے عزیز مصر کے سامنے اس کی بیوی کی موجودگی میں فرمایا:

هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ...." (سورۃ یوسف 26) یہی عورت مجھے اپنے جال میں پھانسنے کی کوشش کر رہی تھی۔

پھر اس واقعہ کے بعد ایک دوسرے موقع پر زلیخا نے اپنے حکم کی تعمیل نہ کرنے پر انہیں جیل میں قید کرنے کی دھمکی دی تو یوسفؑ نے اس کی سہیلیوں سمیت سب کے شر سے بچنے کے لیے اللہ کے حضور یہ دعا کی کہ:

"رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ" (سورۃ یوسف 33)

مجھے جیل کی قید اس چیز کی نسبت جس کی طرف یہ عورتیں دعوت دیتی ہیں، زیادہ پیاری ہے۔"

اس بیان سے واضح ہو گیا ہے کہ حضرت یوسفؑ نے زوجہ عزیز کے الزام "سوء" کی تردید کرتے ہوئے اصل حقیقت واضح فرمادی کہ یہ سب کچھ خود زلیخا ہی کا کیا دھرا ہے۔ان کا زوجہ عزیز کی طرف کسی قصد و خیال کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ وہ اس سے بچنے کے لیے قید کو زیادہ پسند کر رہے ہیں۔

علاوہ ازیں طویل قید کاٹنے کے دوران میں ایک عرصہ کے بعد جب بادشاہ نے حضرت یوسفؑ کو رہا کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے الزام و بہتان کی تحقیق و تفتیش کے بغیر رہا ہونے سے بھی انکار کر دیا۔

Marfat.com

''زلیخا''، زوجہ عزیز کا اعتراف

''زلیخا'' نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے دام تزویر میں پھنسانے کی ترغیب وترہیب پر مشتمل تمام کوششوں میں ناکام ہو کر انہیں جیل بھجوانے کا اپنا آخری ہتھکنڈا اور حربہ استعمال کر کے جب دیکھ لیا تو اس نے پہلے شہر کی عورتوں کے سامنے یوسفؑ کی پاک دامنی کا بایں الفاظ اعلان کیا کہ:

"وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ" (سورۃ یوسف 32)

البتہ تحقیق میں نے خود اسے اپنی طرف مائل کرنے کی بہت کوشش کی مگر وہ ''معصوم'' ثابت ہوا۔

پھر آخری مرتبہ شاہی دربار میں تحقیق کے دوران اپنا ''اعترافی بیان'' ریکارڈ کراتے ہوئے ''زلیخا'' نے کہا کہ:

"الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ۝"

(سورۃ یوسف 51)

اب حق واضح ہو ہی گیا ہے (اور حقیقت بھی یہی ہے کہ) وہ میں ہی تھی جس نے اس کو پھسلانے کی کوشش کی تھی۔ بے شک وہ (یوسفؑ) بالکل سچا ہے۔

قارئین کرام! جس عورت کے ساتھ بقول مولوی دلپذیر حضرت یوسفؑ کی طرف سے یہ واقعات پیش آئے ہوں بالخصوص اس وقت جب ان کی پیٹھ پر شیطان نے ہاتھ رکھا ہو جس سے وہ ''شہوت'' سے مغلوب ہو گئے ہوں اور شہوت بھی چالیس مردوں جتنی ہو پھر وہ نالہ/ازابند کھول کر پلنگ اور بستر میں بھی داخل ہو گئے ہوں،

تو کیا وہ عورت یوسفؑ کی عدم موجودگی میں بادشاہ کے بھرے دربار میں ان کی معصومیت اور صداقت کی گواہی دے سکتی ہے؟

Marfat.com

عزیز مصر کا بیان

''زلیخا'' کے شوہر عزیز مصر نے ''شاہد'' کی تجویز کے مطابق بعد از تحقیق اپنی بیوی کو اپنے اس دعویٰ میں کہ:

"مَا جَزَاءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْءً اِلَّا اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ" (سورۃ یوسف 25)

(بتایئے) کیا سزا ہے اس کی جو تیری بیوی کے ساتھ بدکاری کا ارادہ کرے بجز اس کے کہ اسے قید کر دیا جائے یا (اسے) دردناک عذاب دیا جائے۔

جب جھوٹا پایا تو پکار اٹھا کہ:

"اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ o يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخَاطِـِٕيْنَ o" (سورۃ یوسف 28-29)

بے شک یہ تمہاری چالاکیوں میں سے ہے۔ واقعی بڑی عظیم ہوتی ہیں تمہاری چالیں۔ یوسف اس معاملے سے درگزر کر اور اے عورت تو اپنے گناہ وقصور کی معافی مانگ تو ہی خطا کاروں میں سے ہے۔

''زلیخا'' کے شوہر نے بھی تحقیقی رپورٹ کے بعد بالآخر اس بات کی گواہی دے دی کہ یوسفؑ نے میری بیوی کے ساتھ برائی کا کوئی ارادہ نہیں کیا۔ وہ ''معصوم'' ہیں۔ اس معاملے میں قصوروار اور خطا کار میری بیوی ہی ہے، یوسفؑ پر ''برائی'' کا الزام لگانا بھی اس کے مکر میں سے ہے یقیناً عورتوں کا مکر بڑا ہی عظیم ہوتا ہے۔

یہ ملحوظ رہے کہ عورتوں کے بارے میں مذکورہ قول اگرچہ قرآن مجید میں ہے لیکن یہ نہ تو اللہ تعالیٰ کا قول ہے اور نہ ہی ہر عورت پر اس کا اطلاق کرنا صحیح ہے بلکہ یہ ''زلیخا'' کے شوہر عزیز مصر کا قول ہے جو اس نے اپنی بیوی کی غلط حرکات دیکھ کر عورتوں کے متعلق کہا تھا۔

Marfat.com

شاہد کا بیان

اس ''شاہد'' کا تعارف قرآن عزیز نے بایں الفاظ کرایا ہے کہ:

''وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا'' (سورۃ یوسف 26)

اور اس عورت کے خاندان میں سے ایک گواہ نے گواہی دی۔

یہ ''شاہد'' کون تھا؟ اس کی تفسیر میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک قول کے مطابق ''شاہد'' چھوٹا بچہ تھا جو ابھی گہوارہ میں ہی تھا جب کہ دوسری تفسیر کے مطابق ''کان رجلاً ذالحیة'' ایک داڑھی والا مرد تھا۔ (ملاحظہ ہو: تفسیر الطبری جلد 7۔ص 191-192)

امام ابوعبداللہ قرطبی مالکی (م 671ھ) فرماتے ہیں کہ:

إِنَّهُ رَجُلٌ حَكِيمٌ ذُو عَقْلٍ كَانَ الْوَزِيرُ يَسْتَشِيرُهُ فِي أُمُورِهِ وَ كَانَ مِنْ جُمْلَةِ أَهْلِ الْمَرْءَةِ رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَهُوَ الصَّحِيحُ فِي الْبَابِ وَاللهُ أَعْلَمُ'' (الجامع لأحکام القرآن المعروف بہ تفسیر قرطبی، تحت الآیۃ)

اکثر علماء نے اسی مؤخر الذکر قول کو ترجیح دی ہے۔

''بچہ'' سے متعلق روایت سنداً و متناً و روایتاً و درایتاً قابل رد ہے۔ پھر یہ بھی معلوم نہیں کہ گہوارہ میں موجود ''بچہ'' کس کا تھا؟ ''زلیخا'' کا اپنا تو ہو نہیں سکتا کیونکہ تفسیر ابن کثیر میں عزیز مصر کو نامرد قرار دیا گیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد 2۔ص 489۔طبع بیروت)

جب کہ تفسیر روح المعانی میں ''زلیخا'' کا اپنا بیان یہ نقل کیا گیا ہے کہ:

''و کان صاحبی لایاتی النساء'' (روح المعانی جلد 13۔ص 4)

اور میرا شوہر عورتوں کے پاس آنے کی ''طاقت'' ہی نہیں رکھتا۔

البتہ مولوی دلپذیر نے یہ وضاحت کی ہے جب خلوت خانے میں ''زلیخا'' نے یوسفؑ کو دائی کے ذریعہ پیغام دے کر بلوایا۔ محل کے ہر دروازے پر خوبصورت کنیزوں نے ان کا استقبال کیا۔ پھر ان کنیزوں کو محل خالی کرنے کا حکم دیا تو اس دوران میں جلدی میں بھول کر ایک کنیز کا ایک بچہ پنگھوڑے میں پڑا رہ گیا۔ پھر زلیخا دروازوں کو مقفل کر کے حضرت

Marfat.com

یوسفؑ کو ساتویں کمرے میں لے آئی۔

اس تھیں پچھے آپ زلیخا زینت زیب بنایا
شوقوں وصل یوسفؑ دی خاطر ہار سنگار لگایا

....

کر تیار سامان وصل دا شوقوں قدم اٹھایا
دائی دے ہتھ بھیج سنیہا یوسف نوں سدوایا
نال فریب فریبن دائی حضرت نوں لے آئی
کس نیت پر سدیا بی بی غیبوں خبر نہ کائی
ویکھ زلیخا دلبر سوہنا ادب بجا لے آئی
استقبال تواضع کر کے خدمت اندر آئی
کتنیاں ہور عجیب کنیزاں صاحب حسن جمالاں
ہر در اُپر سلامی کارن بنھ کھلوتیاں پالاں
جس دروازیوں لنگھے یوسفؑ ادب بجا لے آون
استقبالوں پیش نبی دے ساریاں سیس جھکاون
اوڑک حکم زلیخا کیتا سب نوں رخصت ہوئی
یوسفؑ باہجوں ہور کسے دی نہیں ضرورت کوئی
مت کوئی اُچا کرے بولارا ہووے تنگ پیارا
سُن کر حکم تمام کنیزاں کیتا کوچ کنارا
ہک عورت دا وچہ پنگھوڑے رہ گیا بال ایاناں
جلدی پاروں اس دی تائیں یاد نہ رہیا اٹھانا

مولوی دلپذیر اگر ذرا سی بھی عقل استعمال کرتے تو اس طرح کی جھوٹی کہانی وضع نہ کرتے۔ کیا "زلیخا" دائی سمیت بیسیوں کنیزوں کو اپنی خفیہ تدبیر سے آگاہ کر سکتی تھی؟ یا انہیں پروپیگنڈے کا موقع دے سکتی تھی؟ بہر حال مولوی دلپذیر کی تصریح کے مطابق پنگھوڑے میں پڑا ہوا بچہ کسی کنیز کا تھا۔

Marfat.com

مولانا سید مودودی صاحب لفظ ''شاہد'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''اس سے معاملہ کی نوعیت یہ سمجھ آتی ہے کہ صاحب خانہ کے ساتھ خود اس عورت کے بھائی بندوں میں سے بھی کوئی شخص آ رہا ہوگا اور اس نے یہ قضیہ سن کر کہا ہوگا کہ جب یہ دونوں ایک دوسرے پر الزام لگاتے ہیں اور موقع کا گواہ کوئی نہیں ہے تو قرینہ کی شہادت سے اس معاملہ کی یوں تحقیق کی جاسکتی ہے۔

بعض روایات میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ شہادت پیش کرنے والا ایک شیر خوار بچہ تھا جو وہاں پنگھوڑے میں لیٹا ہوا تھا اور خدا نے اسے گویائی عطا کر کے اس سے یہ شہادت دلوائی۔ لیکن یہ روایت نہ تو کسی صحیح سند سے ثابت ہے اور نہ اس معاملے میں خواہ مخواہ معجزے سے مدد لینے کی کوئی ضرورت ہی محسوس ہوتی ہے۔ اس ''شاہد'' نے قرینے کی جس شہادت کی طرف توجہ دلائی ہے وہ سراسر ایک معقول شہادت ہے اور اس کو دیکھنے سے بیک نظر معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ شخص ایک معاملہ فہم اور جہاں دیدہ آدمی تھا جو صورت معاملہ سامنے آتے ہی اس کی تہہ کو پہنچ گیا۔ بعید نہیں کہ وہ کوئی جج یا مجسٹریٹ ہو۔ مفسرین کے ہاں شیر خوار بچے کی شہادت کا قصہ دراصل یہودی روایات سے آیا ہے۔ ملاحظہ ہو: اقتباسات تلمود از پال اسحاق ہرشون لندن 1880ء ص 256 (تفہیم القرآن جلد دوم ص 394-395)

''زلیخا'' کے اپنے خاندان کے ایک ''شاہد'' نے اختلاف ونزاع کے وقت عزیز مصر کو جس قرینے کی شہادت کی طرف متوجہ کیا وہ قرآنی الفاظ میں یہ ہے:

''اِنْ كَانَ قَمِيصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ○ وَاِنْ كَانَ قَمِيصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ فَلَمَّا رَاٰ قَمِيصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ طاِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ○ (سورۃ یوسف 26 تا 28)

(کہ دیکھو) اگر یوسف کی قمیص آگے سے پھٹی ہوئی ہے تو اس عورت نے سچ کہا اور وہ (یوسفؑ) جھوٹوں میں سے ہے اور اگر اس کی قمیص پھٹی ہوئی ہو پیچھے سے تو پھر اس عورت نے جھوٹ بولا اور یوسفؑ سچوں میں سے ہے۔ پھر جب عزیز مصر نے یوسفؑ کی قمیص کو دیکھا کہ پھٹی ہوئی ہے پیچھے سے تو بول اٹھا یہ سب تم عورتوں کا فریب ہے بے شک تم عورتوں کا فریب بڑا (خطرناک) ہوتا ہے۔

Marfat.com

''شاہد'' کی مذکورہ تجویز میں ''زلیخا'' کے لیے گنجائش رکھی گئی ہے کیونکہ اس کے سچا ہونے کو ایسی صورت میں بھی فرضی طور پر تسلیم کرلیا گیا تھا جس میں اس کا سچا ہونا یقینی طور پر ثابت نہیں ہوتا تھا۔اس لیے کہ قمیص کا سامنے سے پھٹنا دونوں صورتوں میں ممکن ہے۔اس کے برعکس حضرت یوسفؑ کے سچا ہونے کو صرف ایسی صورت میں تسلیم کیا گیا تھا جس میں اس کے سوا کوئی دوسری صورت یا احتمال ممکن ہی نہیں ہے۔اس طرح ''زلیخا'' اپنے خاندان کے ایک فرد (شاہد) کی تجویز کے مطابق بھی جھوٹی قرار پاگئی۔

Marfat.com

زنانِ مصر کا بیان

بادشاہ نے جب حضرت یوسف علیہ السلام کی بتائی ہوئی تعبیر اور حکیمانہ تجویز سنی تو فوراً رہائی کا حکم دے دیا مگر حضرت یوسفؑ نے اس بات کو گوارا نہ کیا کہ مشکوک حالات میں باہر آئیں اور بادشاہ کے قاصد سے فرمایا کہ میں اس وقت تک جیل سے نکلنے کے لیے تیار نہیں ہوں جب تک اس الزام کی تحقیق نہ کر لی جائے جو مجھ پر عائد کیا گیا تھا۔

بادشاہ نے ان خواتین کو طلب کیا اور ان سے حقیقت حال دریافت کی اور کہا:

"مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ط قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ.... (سورۃ یوسف 51)

کیا حقیقت تھی تمہاری (اس بات کی) جب کہ تم نے یوسفؑ کو ان کی مرضی کے خلاف پھسلانا چاہا تھا؟

تو وہ بیک زبان بول پڑیں: پاکی ہے اللہ تعالیٰ کے لیے ہم نے اس میں بدی کا شائبہ تک نہیں پایا۔

قرآن کریم کی مذکورہ شہادت سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ زنانِ مصر نے بھی یوسفؑ کی برأت اور پاک دامنی کا اس واشگاف انداز میں اعتراف کیا کہ شک وشبہ کا ادنیٰ سا احتمال بھی نہ رہا۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی گواہی

سب سے پہلے ''زلیخا'' نے حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف ''سوء'' (برائی) کی نسبت کی ہے کہ:

''مَا جَزَاءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْءً....'' (سورۃ یوسف 25)

جو تیری بیوی سے بدکاری کا ارادہ کرے اس کی سزا کیا ہو سکتی ہے؟....

پھر شاہی دربار میں زنانِ مصر کی یہ گواہی کہ:

''مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْءٍ....'' (سورۃ یوسف 51)

سننے کے بعد ''زلیخا'' نے بھی حضرت یوسفؑ پر ''سوء'' کا الزام واپس لیتے ہوئے ان کی صداقت کی گواہی دے دی۔

اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کے آغاز ہی میں جب ''زلیخا'' نے مکان کے دروازے مقفل کر کے حضرت یوسفؑ کو دعوتِ گناہ دی تو انہیں اپنی ''برہان'' دکھا کر برائی کے ''خیال وارادے'' سے بھی حفاظت فرمائی:

''وَ هَمَّ بِهَا لَوْ لَا اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ۝ (سورۃ یوسف 24)

(اور اس عورت نے تو ان کا قصد کر ہی لیا تھا) اور وہ بھی اس کا قصد کرتا اگر وہ اپنے رب کی طرف سے ''برہان'' (روشن دلیل) نہ دیکھ چکا ہوتا۔ (لیکن چونکہ انہوں نے اپنے رب کی ''برہان'' دیکھ لی تھی اس لیے انہوں نے کسی قسم کا قصد ہی نہیں کیا) یہ اس لیے کہ ہم اس سے بدی اور بے حیائی کو ہٹائے رکھیں؛ یقیناً وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے تھا۔

اس کی مزید وضاحت اگلے عنوان کے تحت آرہی ہے۔

Marfat.com

ابلیس کا اعتراف

ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ:

"فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ○ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ○

(سورۃ ص 82-83)

پس تیری عزت کی قسم! ضرور میں ان سب کو گمراہ کروں گا سوائے ان میں سے تیرے مخلص بندوں کے۔

ابلیس کا یہ اعتراف اس لیے نہیں کہ اسے اس کے مخلص بندوں سے کوئی ہمدردی ہے بلکہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے یہ اختیار دیا ہی نہیں کہ اس کے مخلص بندوں پر اس کا کوئی داؤ پیچ چل سکے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

"إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِينَ ○ (سورۃ الحجر 42)

یقیناً جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کوئی زور نہیں چلے گا سوائے ان کے جو گمراہ ہونے والوں میں سے تیری پیروی کریں۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتا دیا ہے کہ:

واقعی جو میرے بندے ہیں وہ ابلیس کے دامِ فریب میں نہیں آسکتے۔ ان کو گمراہ کرنے کے لیے وہ سارے جتن کر کے دیکھ لے اسے کبھی کامیابی نہ ہوگی۔ "إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ" میں استثنائے منقطع ہے کیونکہ "عِبَادِي" سے مراد "عِبَادِيَ الْمُخْلَصُونَ" ہیں۔ ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

"إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ○ إِنَّمَا سُلْطَانُهُ عَلَى الَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَهُ وَالَّذِينَ هُمْ بِهِ مُشْرِكُونَ (سورۃ النحل 99-100)

یقیناً اس کا زور نہیں چلتا ان لوگوں پر جو (سچے دل سے) ایمان لائے ہیں اور اپنے رب پر کامل بھروسہ رکھتے ہیں۔ اس کا زور تو صرف ان پر چلتا ہے جو یارانہ گانٹھے ہیں اس سے اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔

بہرحال شیطان کا یہ اعتراف واقرار موجود ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں کو نہیں بہکا سکتا جب کہ اللہ تعالیٰ حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں بطورِ خاص فرماتے ہیں کہ:

"إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ ○ (سورۃ یوسف 24)

Marfat.com

یقیناً وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے تھے۔

لہٰذا خود ابلیس کے اعتراف سے بھی یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ اس کا حضرت یوسفؑ پر کوئی زور نہیں چلا اور نہ ہی حضرت یوسفؑ نے ''زلیخا'' کا کوئی قصد وخیال کیا۔

مگر اس کے برعکس مولوی دلپذیر نے نہ صرف ابلیس کا حضرت یوسفؑ پر تسلط ثابت کیا بلکہ ان کے قصد وخیال کو ''فعل سوء'' میں بھی تبدیل کیا۔ ملاحظہ فرمائیں:

آ شیطان نبی دی کنڈی اپنا ہتھ ٹکایا
تاں پھر حضرت یوسف نوں بھی شہوت غلبہ پایا
چالی مرداں جتنی شہوت یوسف اُپر آئی
کرن لگا کجھ قصد دل وچ رب دلیل سوجھائی

....

ابن عباسؓ اصحاب نبی دا ہور مجاہد لے آیا
نالہ کھول اگیرے ہویا یوسف قصد اٹھایا

....

کہے مفسر جد اس جاگہ باپ یوسف دا آیا
دھریس ہتھ یوسف دے سینے شہوت زور گھٹایا
کہے سعید جو تاہیں یوسف یاراں پت جمائے
ہور تمام بھایاں دے بیٹے باراں باراں آئے
گھٹ گئی اس دن یوسف وچوں شہوت حرص زناں دی
جاں ہتھ لگا شہوت اس دی گئی گھپا کے کھاندی
نکل گئی سب شہوت اس دی انگلیاں دے راہوں
تاں یوسف بچ گیا گناہوں رحمت فضل الٰہوں
چھ طرفاں تھیں جد یوسف نوں برہان دکھایا
نٹھا بستر چھوڑ شتابی دوڑ بوہے ول آیا
ڈاہڈا اثر کیتا اس گل نے حضرت یوسف تائیں
پلنگ نہالی بستر خالی نٹھا چھوڑ اتھائیں

Marfat.com

تھر تھر کنبے خوف اللہ تھیں رودن نین نمانے
اتری مستی شہوت والی آیا ہوش ٹھکانے
(گلزار یوسف ص353 تا356)

مولوی دلپذیر نے مذکورہ اشعار میں جو مفہوم بیان کیا ہے اس سے تو حضرت یوسفؑ کے قصد و خیال سے بھی بڑھ کر ''فعل سوء'' ثابت ہوتا ہے۔ (العیاذ باللہ) کیونکہ ''ھمّ'' کے معنی قصدو خیال کے ہیں جس کا ادراک حواس کے ذریعے نہیں ہوسکتا اس سے صرف اللہ تعالیٰ (جو ''علیم بذات الصدور'' ھی ں) ہی آگاہ ہوسکتے ہیں۔

تو اب سوال یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ کے قلبی ارادے کو (جس کا حقیقی محل بھی دل ہے) مولوی دلپذیر وامثالہ نے کیوں کر معلوم کرلیا؟

اور اگر بفرض محال ان کی غلط حرکات وسکنات کو دیکھ کر ان کا اصل ''قلبی ارادہ'' معلوم ہوا تو یہ چیز ''ھمّ'' س ے نکل کر ''فعل سوء'' اور ''فحشاء'' کی حدود میں داخل ہوجائے گی۔

مولوی دلپذیر نے حضرت یوسفؑ کی طرف جن افعال بد (شیطان کی تھپکی کے بعد چالیس مردوں جتنی شہوت سے مغلوب ہونے کے بعد ''نالہ'' کھول کر زلیخا کے پاس پلنگ و بستر میں داخل ہونا وغیرہ) کی جو نسبت کی ہے وہ مبادی زنا ہونے کی بناء پر یقیناً ''سوء وفحشاء'' میں داخل ہیں۔ جو شخص ان ''مبادی'' میں مبتلا ہوجائے وہ ہرگز معصوم نہیں کہلاسکتا اور نہ ہی اسے صادق کہاجا سکتا ہے۔ جب کہ حضرت یوسفؑ لاریب ''معصوم وصادق'' ہیں۔ البتہ انہیں مذکورہ مبادی میں مبتلا دکھانے والے ہی یقیناً کذاب ودجال ہیں کیونکہ حضرت یوسفؑ سے ''سوء وفحشاء'' کو ہٹانے اور دور کرنے والے خود اللہ تعالیٰ ہیں، جب زلیخا نے یوسفؑ پر اپنے خاوند عزیز مصر کے سامنے ''سوء'' کا الزام لگایا تھا اسی موقع پر بلاتوقف وتامل حضرت یوسفؑ نے اس کی تردید کردی تھی۔ کیا یوسفؑ صدیق نے عزیز مصر کے سامنے اس الزام کا انکار کرکے (العیاذ باللہ) جھوٹ بولا تھا؟

جب ''شاہد'' کی تجویز کے مطابق بھی زلیخا کا جھوٹا ہونا ثابت ہوگیا تو معلوم ہوا کہ حضرت یوسفؑ نے اس کے ساتھ برائی کا ارادہ بالکل ہی نہیں کیا۔ اگر وہ ایسا ارادہ کرتے تو زلیخا ''مَنْ اَرَادَ بِاَھْلِکَ سُوْٓءً'' کہنے میں سچی ہوتی اور سب سے بڑھ کر یہ بات قابل غور ہے کہ جب خود زلیخا نے بادشاہ کے دربار میں اپنے مذکورہ الزام سے دست بردار ہوکر یوسفؑ کی صداقت (وَ اِنَّہٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ'') کی گواہی دے دی تو معلوم نہیں کہ پھر مولوی دلپذیر وامثالہ

Marfat.com

حضرت یوسفؑ کی طرف "سوء و فحشاء" کی نسبت کر کے کس طبقہ کی خوشنودی چاہتے ہیں؟

اگر مولوی دلپذیر کی کہانی کے مطابق حضرت یوسف علیہ السلام پر چالیس مردوں جتنی شہوت نے غلبہ پالیا تھا جس سے مغلوب ہو کر آپؑ ازار بند کھول کر زلیخا کے بستر و پلنگ میں داخل ہو گئے تھے تو پھر زلیخا بادشاہ کے دربار میں آپؑ کی پاکدامنی سے متعلق گواہی کیونکر دے سکتی تھی؟

امام فخر الدین رازی (م606ھ) نے انبیاء کرام کی عصمت کے تحفظ کی خاطر اس ضدی اور ہٹ دھرم طبقے کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"هٰؤلاء الجهّال الّذين نسبوا إلى يوسف عليه السلام هٰذا الفضيحة إن كانوا من أتباع دين الله تعالى فليقبلوا شهادة الله تعالى على طهارته،

و إن كانوا من أتباع إبليس و جنوده فليقبلوا شهادة إبليس على طهارته" (التفسیر الکبیر جلد6 ص441)

اگر وہ اللہ تعالیٰ کے قانون اور طریقے کی اتباع کرنے والے ہیں تو انہیں چاہیے کہ وہ یوسف علیہ السلام کے حق میں اور ان کی پاکیزگی پر اللہ تعالیٰ کی اس گواہی کو قبول کر لیں کہ:

"كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ○

(سورۃ یوسف 24)

یہ اس لیے کیا گیا تاکہ ہم ان سے برائی اور بے حیائی کو پھیر دیں بے شک وہ (یوسفؑ) ہمارے مخلص بندوں میں سے تھے۔

اگر وہ منکرین عصمت، جاہل لوگ ابلیس اور اس کے لشکروں کے پیروکار ہیں تو وہ یوسفؑ کی پاک دامنی پر ابلیس کی شہادت قبول کر لیں جب اس نے اقرار کیا تھا کہ:

"فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ○ (سورۃ ص 82-83)

تیری عزت و جلال کی قسم! میں ان سب کو صراط مستقیم سے ضرور بہکاؤں گا مگر تیرے مخلص بندوں پر میرا کوئی داؤ، فریب نہیں چل سکتا۔

مگر صد افسوس! مولوی دل پذیر و امثالہ نے حضرت یوسفؑ، زلیخا، عزیز مصر، زلیخا کے خاندان کا گواہ ("شاہد") زنانِ مصر، اللہ تعالیٰ اور خود ابلیس کی گواہی کو رد کر کے حضرت یوسفؑ کی توہین پر مبنی روایات کو قبول کر لیا۔

Marfat.com

حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ زلیخا کا نکاح

حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ زلیخا کا نکاح اگرچہ کسی بھی صحیح روایت سے ثابت نہیں ہے تاہم اسرائیلی روایات پر اندھا اعتماد کر کے بعض مفسرین نے اس نکاح کا ذکر کیا ہے؛ مگر مولوی دلپذیر نے اسے جو''افسانوی''رنگ دیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہی ہے۔

مولوی دلپذیر نے اپنی کتاب''گلزارِ یوسف''میں زلیخا کے حالات نہایت ہی تفصیل کے ساتھ بیان کیے ہیں اور بتایا ہے کہ زلیخا عزیز مصر کے ساتھ شادی سے بہت پہلے خواب میں حضرت یوسفؑ کے''عشق''میں گرفتار ہوگئی تھی۔ پہلا خواب''زیارت''تک ہی محدود رہا اور نام پتہ معلوم نہ کر سکی جس پر اسے بہت افسوس ہوا۔ ؎

جو کجھ رنگ زلیخا تائیں رب اس رات وکھایا
ساری دنیا وچہ کسی نوں کدی نہ نظری آیا
خوشیاں نال زلیخا بی بی ڈٹھا سفنہ عالی
دم دم ویکھ تصدق ہوندی قدرت قادر والی
سوہنی صورت والے کیتا دل دے وچ ٹکانا
لے کر چھریاں عشق قصائی تن تن وچ سماناں
وچہ تعجب رہی زلیخا بے خود یوں مستانی
نام نشان نہ پچھنا ملیا نہ کوئی گل زبانی
کیتا قصد زلیخا جس دم پچھنے کارن حالا
مکھ چھپا کر غائب ہو گیا بانکیاں نیناں والا

(گلزارِ یوسف ص 282۔تحت''آمدن خواب باراول زلیخارا'')

بیداری کے بعد زلیخا اس حالت پر سخت روتی رہی کہ ان کا چہرہ آنکھوں سے اوجھل کیوں ہو گیا؟ اس دوران ایک سال گزر گیا تا آنکہ ایک رات دوسری مرتبہ وہی خواب دیکھا تو: ؎

کڈھ ارمان دلے دے سارے سخت زلیخا روئی
اے محبوبا دل اپنے دی توں بھی دس کھاں کوئی

Marfat.com

کیا کجھ نام مبارک دسیں کِت ٹکانے
دے کجھ پتہ نشانی اپنی سدا جوانی مانے
تاں پھر حضرت یوسف کہیا سن کر اس دی زاری
میں بھی عشق تیرے دا کُٹھا آیا دوجی واری
جے کر عشق محبت تیرا نہ ہوندا کجھ مینوں
توں کد میتھے عاشق ہوندی میں کد ملدا تینوں
جے کر شمع نہ سڑ کے پہلوں اپنا آپ جلاوے
کد پروانہ عاشق ہووے کد اوہ جان ونجاوے
اول عشق شمع نوں ہوندا کرے تپنگ دیوانے
پہلوں اپنا آپ جلاوے پھر جلدے پروانے
بے شک معشوقاں وچ پہلوں کردا عشق ٹکانا
پچھوں عاشق دے تن لگدی روندا پھرے نمانا
ایہو بات زلیخا تائیں یوسف نے فرمائی
توں عاشق میں طالب تیرا فرق نہ اس وچ کائی
اے پر صدقوں ہار نہ جائیں رکھیں انگ پکیرا
ثابت رہیں شوہ پاسیں توں میری میں تیرا

(گلزارِ یوسف ص 285۔ تحت ''خواب دوم'')

اسی طرح زلیخا نے تیسری مرتبہ خواب دیکھا جس میں یوسفؑ نے مزید کچھ وعدے کیے اور علامات بتائیں نیز کہا کہ مصر میں تیری ''مراد'' پوری ہوگی۔

جدوں زلیخا نوں وچ سفنے دلبری نظر آیا
ویکھدیاں اٹھ قدمیں لگی دامن نوں ہتھ پایا
مت نس جاوے پھر نہ آوے سو سو عجز کریندی
اے محبوب محبت تیری مینوں جیون نہ دیندی

....

Marfat.com

قسم رب دی قسم رب دی قسم رب دی تینوں
اپنا وطن مکان پیارا ہُن دس جائیں مینوں
یا پھر اپنی ہتھیں مینوں دے وِنج زہر پیالہ
اس جیون دی لوڑ نہ کوئی بہتر مرگ نوالہ
حکم ربے تھیں بولیا یوسف سن بی بی دی زاری
میں ہاں بندہ تیرے ورگا نہ نوری نہ ناری
اندر مصر حکومت میری نام عزیز سداواں
ایہ کجھ پتہ نشانی میری تینوں آکھ سناواں
میں ہاں حاکم شہر مصر دا کہیا زلیخا تائیں
جے توں شوق اساڈا رکھیں جھات مصر وچ پائیں
ملساں اسیں مصر وچ تینوں یوسفؑ نے فرمایا
روز ازل دے تیرا میرا رب پیوند بنایا
رکھیں یاد محبت ساڈی آویں مصر ضروری
انشاء اللہ خالق تیری آس کریسی پوری
جے توں وعدے اساڈے اُپر پورا عمل کماسیں
تاں توں واصل ہوسیں نہیں تاں کدی مراد نہ پاسیں
جد ایہ باتاں حضرت یوسف کہیاں زلیخا تائیں
خوشیوں کھل گئی نیند پیاری فضل کیتا رب سائیں
مرض گئی رب صحت بخشی بدلیا نیک زمانہ
روندی سُتی ہسدی اٹھی کردی لکھ شکرانہ
اگے اتنی خبر نہ اس نوں کس پچھے میں موئی
ہُن اس اپنا آپ جتایا خبر تمامی ہوئی
دے گیا پتے نشان تمامی وعدہ کیتس نالے
بے شک سچ پذیر فقیرا وعدے نبیاں والے

(گلزارِ یوسف ص289-290۔تحت ''خواب سوم،غزل'')

Marfat.com

ان خوابوں کے بعد جب زلیخا کی شادی کا وقت آیا تو اس نے عزیز مصر کے ساتھ آمادگی کا اظہار کیا۔ پھر بڑی دھوم دھام کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کے بجائے اس وقت کے عزیز مصر کے ساتھ اس کی شادی ہوگئی جس پر اسے بہت ہی افسوس ہوا۔

بعد میں یوسفؑ بھی بحیثیت غلام اسی محل میں آ گئے۔ اس وقت کے حالات پیچھے گزر چکے ہیں۔

جیل سے رہائی کے ایک سال بعد حضرت یوسفؑ کو مصر کی حکومت مل گئی جس سے وہ ''عزیز مصر'' کہلانے لگے۔ مولوی دلپذیر کی تحقیق کے مطابق اس دوران میں زلیخا کا شوہر وفات پا گیا اور زلیخا بھی بوڑھی ہوگئی مگر وہ بڑی جدوجہد کے بعد حضرت یوسفؑ کے ساتھ ملاقات کرنے میں کامیاب ہوگئی۔

پچھیا پھر زلیخا کولوں پاک حبیب غفاری
کیا ہن کول تساڈے باقی رہندی چیز پیاری
کہیا زلیخا عشق تیرے بن چیز نہ رہندی کائی
ہکو عشق تساڈا باقی جس وچ نہیں خطائی
جویں سلامت حسن تساڈا عشق سلامت ساڈا
کجھ نہیں گھٹیا اجے دوہاں دا دم دم جوش زیادہ
بڈھڑی ویکھ نہ بھلیں یوسف عشق نہ بڈھڑا تھیندا
جیویں جیویں آتش بھڑکے غم دی وانگ بروت اٹھیندا

(گلزارِ یوسف ص 462۔ تحت ''رفتن حضرت یوسفؑ بہ شکار و فریاد کردن زلیخا'')

حضرت یوسفؑ نے بوڑھی زلیخا کی مذکورہ فریاد سننے کے بعد اس کے ''عشق'' کا امتحان لیا جسے مولوی دلپذیر نے ''کرامت حضرت عشق'' کا عنوان دیا:

حضرت کہیا جے کر ساڈا کامل عشق تسانوں
حاضر کرو نشانی اس دی دیہو ثبوتی سانوں
کہیا زلیخا عذر نہ کوئی جو فرمان تساڈا
دم دم لہو ثبوتی حضرت سودا نقد اساڈا

Marfat.com

کرو اُوریرے چابک اپنا یا محبوب گرامی
معلوم ہووے عشق میرے دا تینوں حال تمامی
سن کر حضرت چابک اپنا طرف زلیخا کریا
ماریا پھوک زلیخا اس نوں درد غماں دا بھریا
بَل اٹھیا اوہ چابک سارا بھانبڑ عشق مچایا
ڈر کے یوسفؑ ہتھاں وچوں چابک ہیٹھ وگایا
ویکھ تماشا کل خلقت نوں دہشت نازل ہوئی
ڈر کے عشق الٰہی کولوں نس چلیا ہر کوئی
یوسفؑ بھی چھڈ چابک اپنا نٹھا دوڑ پچھاہیں
کہیا زلیخا ویکھ پیارے عشق میرے دیاں بھاہیں
ہکو آہ کڈھی میں دردوں جل گیا چابک تیرا
ایہو حال جدائی ظالم کردی اے نت میرا
جس آتش نوں ڈٹھیاں یوسفؑ آگیا خوف تسانوں
چالی برساں اس آتش وچ سڑدیاں ہوگئے سانوں
اَسیں ہرگز نٹھے اس تھیں نہ کجھ نفرت آئی
اسے اگ وچ کولے ہوندیاں ساری عمر کھپائی
اس آتش تن میرے دیاں ہڈیاں ساڑ جلایاں
اسے آتش مار موکایاں موتوں اگاں لنگھایاں
اسے آتش ساڑ ونجایاں میریاں حسن صفایاں
اسے آتش خاک رولایاں میریاں سب وڈیایاں
اسے آتش دوہری کر کے وانگ کمان جھکایاں
اسے آتش کر دیوانی در در اُپر پھرایاں
اسے آتش پاروں میریاں بیاں جگ دوہایاں
اسے آتش میرے کولوں خلقاں کل نسایاں

Marfat.com

اسے آتش تھیں اج تیریاں فوجاں نس سدھایاں
اجے نہ باور آوے تینوں میں کملی دیا سایاں
ہن تے اپنی اکھیں ڈٹھوئی عشق ثبوتی میری
حضرت کہیا شرط عشق دی پوری ہو گئی تیری
(گلزارِ یوسفؑ۔ ص462-463۔ تحت ''کرامت حضرت عشق'')

''عشق'' کے اس امتحان کے بعد نکاح سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کو زلیخا سے محبت کرنے کا حکم دیا۔ اگلی کہانی مولوی دلپذیر کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

کرن روایت جدوں زلیخا واحد رب منایا
شرکوں توبہ تائب ہوئی رحمت پھیرا پایا
اسے وقت نبی دی طرف وحی کیتا رب قاضی
کرو محبت نال زلیخا جیوں کر ہووے راضی
سن کر حکم الٰہی یوسفؑ جلدی عمل کمایا
نال پیار زلیخا تائیں اپنے پاس بلایا
نال محبت پچھیا اوس تھیں کیا کجھ حاجت تینوں
کہیا زلیخا تن مراداں بہت ضروری مینوں
اول نور دیوے رب مینوں نظر سلامت تھیوے
سوہنا مکھ تیرا ہک واری اکھیں نال دسیوے
سکدی مراں نہ ویکھن کارن اندر گریہ زاری
حضرت کہیا دور نہ رب تھیں جے چا کرے ستاری
میں بھی کراں دعا تدھ کارن پیش جناب گرامی
عرض اساڈی رحمت اس دی فضلوں آس مدامی
کہیا زلیخا جیوں تدھ یوسفؑ رب نوں حق پچھاتا
بے شک آکھے لکسی تیرے، اساں یقینوں جاتا
منگ دعا اساڈے کارن پیش خداوند باری
اکھیں نال وکھاوے مینوں حسن تیرا ہک واری

Marfat.com

تاں پھر حضرت اُٹھ شتابی پڑھیا نفل دوگانہ
حاضر ہویا مولا اگے پاک حبیب یگانہ
پکڑ وسیلہ شاہؐ نبیاں دا عرض دعا فرمائی
جویں روایت نقرہ کاروں ویکھن اندر آئی
یا رب صدقہ پاک محمدؐ آل محمد نالے
صلی اللہ علیہ وسلم ہر ویلے ہر حالے
کر منظور سوال اساڈا نال طفیل تنہاں دی
عاجز ہو کر در تیرے تے آئی ایہ درماندی
بخش اکھیں اس عاجز تائیں فضلوں یا رب سائیں
اس دے پاروں جگ وچ مینوں نہ شرمندہ پائیں
اس دا اساں وسیلہ ہو کر عرض سوال سنایا
کریں قبول جناب اپنی تھیں رکھیں شرم خدا دا
جدوں دعا فرمائی یوسف قدرت رب وکھائی
مل گئی ترت زلیخا تائیں اکھیں دی روشنائی
وانگ شمع دے روشن ہوئے دونویں نین نابینے
اکھیں ویکھیا یار پیارا ٹھنڈ پئی وچ سینے
دوجی دس مراد زلیخا پچھیا نبی حقانی
کہن لگی ہن لے دے رب تھیں جوبن حسن جوانی
ہووے دور ضعیفی میری حسن بہار لے آوے
لکھ شکرانہ جے کر یوسفؑ پھیر جوانی آوے
کیتی عرض جناب الٰہوں یوسفؑ دوجی واری
پئی دعا قبول یوسف دی موج فضل نے ماری
اوسی وقت زلیخا اُپر ٹھاٹھ حسن دی آئی
لایا پَر جبرائیل فرشتے پھر جوانی پائی

Marfat.com

دو حصے ودھ اگے نالوں حسن زلیخا پایا
ویکھ جمال حبیب خدادا ادب کنوں شرمایا
پھر فرمایا دس زلیخا ہور مراد جو تیری
کہیا زلیخا نال تساڈے شادی ہووے میری
گولی بن کے قدماں اندر باقی عمر لنگھائی
کل مراداں حاصل ہو ون جے ایہ مطلب پاواں
ایہ گل سن کر حضرت یوسفؑ چپ ہویا یکباری
سر نیواں کجھ آکھ نہ سکے باجھوں امر غفاری
اوسی وقت جناب الہٰوں وحی پیغام لے آندا
جیوں کر نقرہ کار وچالے ذکر مفسر لے آندا
کرو نکاح زلیخا تائیں حکم کیتا رب باری
ہو گئی اج منظور اسانوں اس دی گریہ زاری
تیرے پاروں نال اساڈے ایہ ایمان لے آئی
ہن کیوں اسیں نہ حاجت اس دی کراں تمام ادائی
سن کر حکم ربانا یوسفؑ سدیا کل ارکاناں
کیتا عقد زلیخا تائیں جویں رواج شہانہ
ہر طرفوں دوہاں دلاں نوں خوشی مبارک ہوئی
کل مُراداں پایاں بی بی باقی رہی نہ کوئی
سنو حقیقت ہو گیا جس دم عقد نکاح دوہاں دا
عجب تماشا ظاہر ہویا راوی ذکر لے آندا
عشق تمام زلیخا والا یوسفؑ دے ول آیا
صبر یوسف دا ملیا اوس نوں بدلہ رب دیوایا
جویں زلیخا کارن ترلے کردی آہی
یوسف نظر نہ پاوے اس ول رکھدا بے پرواہی

Marfat.com

اونویں بعد نکاحوں یوسفؑ عشق محبت چایا
بی بی نوں اوہ شوق نہ رہیا صبر دلے نوں آیا
ہر دم عشق الٰہی اندر رہندی اوہ مستانی
یاد نہ رہ گئی حبّ یوسفؑ دی پایا قرب حقانی
کرن روایت جدوں زلیخا نویں جوانی پائی
قدرت رب دی ویکھ بی بی نوں سوچ دل وچ آئی
کہن لگی جس میں بڈھڑی تے پھرایہ رحم کمایا
لائق سدا عبادت اس دی سجدہ شکر منایا
نیت نماز محبت یاروں جد سجدے وچ آئی
پہلے سجدے ہو گیا اس نوں قرب حضور خدائی
ایسا جلوہ ظاہر ہویا خالق دی سرکاروں
بھل گیاں سب زبراں زیراں اس دی لذت یاروں
خواب خیال ہویاں اوہ خواباں کیتی جنہاں دیوانی
دھیں لدہا یاد نہ رہیا یوسفؑ دلبر جانی
چالی برساں جس دے کارن رو رو کملی ہوئی
گھنڈ حقانی کھلا جس دم حاجت رہی نہ کوئی
عشق حقیقی دل دے اندر جدوں مکان بنایا
نال شتابی عشق مجازی بستر جھاڑ اٹھایا
اصل حقیقت لبھی جس دم نقل نہ پھیر پچھیوے
شمع نمانی یاد نہ رہندی سورج جدوں دسیوے

(گلزارِ یوسفؑ ص465 تا 467۔ تحت ''جوان شدن زلیخا و آمدن در نکاح حضرت یوسفؑ'')

Marfat.com

حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ زلیخا کے نکاح کی حقیقت

مولوی دلپذیر نے پہلے "وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا" کے تحت حضرت یوسفؑ کی طرف انتہائی قبیح افعال وحرکات منسوب کیں پھر جب مصر کے بادشاہ نے انہیں باعزت بری کر کے اقتدار میں شریک کرلیا تو مولوی دلپذیر نے حضرت یوسفؑ اور زلیخا کے مابین "نکاح" کا قصہ اس افسانوی رنگ کے ساتھ پیش کیا کہ جس سے واضح طور پر حضرت یوسفؑ کی توہین اور زلیخا کی فضیلت وبرتری ثابت ہوتی ہے۔

مولوی دلپذیر نے لکھا ہے کہ شادی سے پہلے زلیخا نہ صرف بوڑھی تھی بلکہ اس کی بصارت بھی ختم ہوچکی تھی۔ حضرت یوسفؑ نے زلیخا کی شدید خواہش پر دو رکعت نفل پڑھ کر دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس طریقے سے دعا قبول نہیں ہوتی بلکہ "محمدؐ وآل محمد" کے وسیلے سے دعا کرو تب قبول ہوگی (یہ ملحوظ رہے کہ مولوی دلپذیر کی تحقیق کے مطابق حضرت یوسفؑ ہجرت نبوی سے 3691 سال پہلے پیدا ہوئے تھے۔ (ملاحظہ ہو: گلزارِ یوسف ص 642)

اس حکم الٰہی کے مطابق حضرت یوسفؑ نے "محمدؐ وآل محمد" کے وسیلے سے دعا کی تو اس کی نہ صرف بصارت وجوانی اور پہلے سے بھی کئی گنا بڑھ کر حسن لوٹایا گیا بلکہ حضرت یوسفؑ کو رب نے یہ حکم بھی دیا کہ اب زلیخا کے ساتھ شادی بھی کرلو۔

شادی کے بعد زلیخا والی بلکہ اس سے بھی کئی گنا بڑھ کر زلیخا کی محبت یوسفؑ کے دل میں پیدا ہوگئی جب کہ زلیخا کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت واقع ہوگئی اور اسے یوسفؑ والا صبر مل گیا جس کی بناء پر اسے پرانا شوق اور سب "زبراں زیراں" بھول گئیں۔

کیا حضرت یوسفؑ زلیخا سے اس طرح کی محبت فرما سکتے تھے؟ کیا انہیں اس کی وہ محبت یاد نہیں تھی جب اس نے گھر کے دروازے پر اپنے خاوند سے مخاطب ہوتے ہوئے بلکہ اسے اشتعال دلاتے ہوئے ان پر یہ الزام لگایا تھا کہ "مَا جَزَاءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝"؟ کیا حضرت یوسفؑ اپنی طویل قید بھول گئے تھے جو اس زلیخا کی وجہ سے ہی پیش آئی تھی؟

مولوی دلپذیر کے استاذ مولوی عبدالستار نے یوسفؑ کی محبت کا توہین پر مبنی نقشہ کچھ اس

Marfat.com

طرح کھینچا ہے کہ:

حکم الٰہی صبر یوسف دا ملیا بی بی تائیں
اس دا عشق پیغمبر دے ول بھیج دتا رب سائیں
خاص عبادت اندر شوقوں جام محبت پیتا
چالی روز دیوانی ذوقوں یوسفؑ یاد نہ کیتا
جویں زلیخا چالی برساں عشق پنجہ ول دھوئی
چالی دن وچ نال یوسف دے بات برابر ہوئی
نال محبت حضرت صاحب جد تشریف لے آوے
وصل پیار زلیخا تائیں بات پسند نہ آوے
کرن روایت ہک دن صاحب رَل کر بیٹھے دونویں
جس دن کرتا پاٹا یوسف حالت گزری اونویں
پکڑے کرتا مگروں یوسف دیکھ زلیخا جاندی
اوسے رنگ برابر ہوئی الفت بات دوہاں دی
سی اس روز حبیب ربانا نال محبت آیا
وچہ عبادت بی بی آہی ایہ فرمان سنایا
جویں زلیخا ساڈے کارن آہا شوق تسانوں
اوسے طور تساڈا ہویا شوقوں پیار اسانوں
کہیا زلیخا جویں تسانوں آہی حب ربانی
تویں اسانوں الفت رب دی رگ رگ وچ سمانی
ایہ گل کہہ کر اٹھ کھلوتی راوی ذکر لے آیا
پچھوں نال محبت یوسف کرتے نوں ہتھ پایا
اتنا قدر پیراہن پاٹا پورا اس مکانوں
جبریل پیغام لے آیا پاک خدا رحمانوں
قمیص بقمیص یوم بیوم کہیا جناب الٰہی
حالت ایہو زلیخا اُپر اس دن گزری آہی

Marfat.com

اس وچہ غصہ روا نہ ہوسی عمل عدالت ہوئی
نا شرمندہ کرسی بھُل کے اک دوجے نوں کوئی

(قصص المحسنین صفحہ نمبر 356-357)

یہ ملحوظ رہے کہ مولوی دلپذیر نے اپنی کتاب ''گلزارِ یوسف'' کی تالیف کے دوران میں مولوی عبدالستارؒ کی کتاب سے خوب استفادہ کیا ہے۔ چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں کہ:

موسیٰ دی توراتوں جیویں غلام رسول لے آیا
نالے عبدالستار پیارا جیوں کر لکھ سدھایا
اکثر نقل انہاں دی کرساں میں سر دوس نہ کوئی
اپنا دخل نہ دیواں ہرگز جیویں روایت ہوئی
سادہ شعر تے پختہ سندوں لکھاں واہو واہیں
ایہ شعر پر شعر سنن دی لذت وس اساڈے ناہیں
لکھاں صرف امید ثوابوں میں اس قصے تائیں
یا رب سَهِّلْ سَهِّلْ ہر دم کرے پذیر دعائیں

مولوی دلپذیر نے زلیخا کا حضرت یوسفؑ کی طرف عدم التفات کا یہ جواب نقل کیا ہے کہ ''اب مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ حقیقی محبت حاصل ہوگئی ہے اس لیے دوسرے امور کی طرف میری کوئی رغبت نہیں ہے۔ اس حقیقی محبت کے سامنے سب تعلقات اور خیالات مضمحل ہو گئے۔''

جس نبی کے وسیلے سے ایک عام عورت کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا یہ اثر پیدا ہوا کہ اس کی وجہ سے سب تعلقات اور خیالات مضمحل ہو گئے تو پھر خود اس نبی کے اپنے دل میں اللہ کی محبت کا کس قدر اثر ہوگا؟

کیا اللہ کی محبت سے اپنی امت کی نسبت سب سے زیادہ سرشار نبی اس طرح کا کوئی حرف شکایت زبان پر لاسکتا ہے؟ اس کے تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں لیکن مولوی دلپذیر وامثالہ کے منقولہ جواب سے زلیخا کی اس معاملے میں حضرت یوسفؑ پر ایک گونہ برتری ثابت ہورہی ہے۔

سخت حیرت ہے کہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ بھی زلیخا کی برتری والا قصہ نقل فرما گئے:

Marfat.com

''بعض روایات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شادی کے بعد یوسفؑ کے دل میں زلیخا کی محبت اس سے زیادہ پیدا کر دی جتنی زلیخا کو یوسفؑ سے تھی۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ یوسفؑ نے ان سے شکایت کی: کیا وجہ ہے کہ تم مجھ سے اب اتنی محبت نہیں رکھتی جتنی پہلے تھی۔ زلیخا نے عرض کیا کہ آپ کے وسیلہ سے مجھے اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہوگئی ہے اس کے سامنے سب تعلقات اور خیالات مضمحل ہو گئے۔'' (معارف القرآن جلد 5۔ص 89)

علامہ محمود آلوسی (م 1270ھ) اس واقعہ سے متعلق فرماتے ہیں:

''وشاع عند القصاص أنها عادت شابة بكراً إكراماً له عليه السلام بعد ما كانت ثيباً غير شابة.

وهٰذا ممّا لا أصل له و خبر تزوجها أيضاً ممّا لا يعول عليه عند المحدثين۔'' (روح المعانی الجزء الثالث عشر ص 4، 5)

داستان گو لوگوں کے ہاں مشہور ہے کہ حضرت یوسفؑ کے اکرام کی خاطر ''زلیخا'' کو دوبارہ جوانی لوٹائی گئی اور یہ ان باتوں میں سے ہے جن کی کوئی اصل نہیں۔ اسی طرح بیوہ عزیز یعنی زلیخا سے حضرت یوسفؑ کے نکاح کی بات بھی بے اصل ہے جس پر محدثین اعتبار نہیں کرتے۔

داستان گو حضرات نے ''امرأۃ عزیز'' کا نام ''زلیخا'' بتایا ہے جو بجائے خود محل نظر ہے۔ امام طبری نے ''راعیل'' نام کی تصریح کی ہے۔

قاضی سلمان منصور پوری لکھتے ہیں کہ:

''(یوسف علیہ السلام نے) 110 سال کی عمر میں وفات پائی۔ پوتے اور پڑ وتے دیکھے۔ ان کی شادی ملک مصر کے شہر ''اون'' کے کاہن کی دختر مسماۃ ''آسناتھ'' کے ساتھ ہوئی۔ ان کے ہر دو فرزند ''منسی و فرائیم'' اسی خاتون کے ہیں۔

(سیرت رحمۃ للعالمین جلد 3۔ص 107)

علامہ شبیر احمد عثمانی سورۃ یوسف آیت 56 کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

''گویا ریّان بن ولید برائے نام بادشاہ تھا۔ حقیقت میں یوسفؑ بادشاہی کر رہے تھے اور ''عزیز'' کہہ کر پکارے جاتے تھے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ بادشاہ آپ کے ہاتھ

Marfat.com

پر مسلمان ہو گیا تھا۔

نیز اسی زمانہ میں عزیز مصر کا انتقال ہوا تو اس کی عورت زلیخا نے آپ سے شادی کر لی۔ واللہ اعلم۔ محدثین اس پر اعتماد نہیں کرتے۔" (فوائد عثمانی تحت الآیہ۔ حاشیہ نمبر 5)

مولانا حافظ صلاح الدین یوسف زیر بحث آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

"اسی طرح بعض نے یہ کہا ہے کہ عزیز مصر، جس کا نام اطفیر تھا، فوت ہو گیا تو اس کے بعد زلیخا کا نکاح حضرت یوسفؑ سے ہو گیا اور دو بچے بھی ہوئے۔ ایک کا نام افرائیم اور دوسرے کا نام میشا تھا۔ افراہیم ہی یوشع بن نون اور حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی کے والد تھے۔ لیکن یہ بات کسی مستند روایت سے ثابت نہیں۔ اس لیے نکاح والی بات صحیح معلوم نہیں ہوتی ہے۔

علاوہ ازیں اس عورت سے جس کردار کا مظاہرہ ہوا، اس کے ہوتے ہوئے ایک نبی کے حرم سے اس کی وابستگی نہایت نامناسب بات لگتی ہے۔

(قرآن کریم مع اردو ترجمہ وتفسیر ص 658۔ مطبوعہ شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ پریس)

سب سے پہلے امام طبری نے اس نکاح کا ذکر کیا ہے پھر ان ہی کی تقلید و پیروی میں داستان گو حضرات نے اسے نقل کرنا اور بیان کرنا شروع کر دیا۔ نہ قرآن و حدیث میں اس نکاح کا کوئی ذکر پایا جاتا ہے اور نہ ہی اہل تحقیق نے اس کی تصدیق کی ہے بلکہ انہوں نے اس کے برعکس اس کی تردید کی ہے۔ جب کہ حقیقت بھی یہی ہے کہ حضرت یوسفؑ کے ساتھ زلیخا کے نکاح کا قصہ روایتاً و درایتاً لغو اور باطل ہے۔

امام جلال الدین سیوطیؒ (م 911ھ) سورۃ یوسف آیت 56 کے تحت لکھتے ہیں کہ:

"و فی القصّة أنّ الملك توجه و ختمه و ولّاه مكان العزيز و عزله، ومات بعد فزوجه إمرأته زليخا فوجدها عذراء و ولد له ولدين" (تفسیر جلالین ص 231)

(حضرت یوسفؑ کو زمین پر اقتدار دینے کا) قصہ یہ ہے کہ بادشاہ نے انہیں تاج پہنایا (ان کی طرف متوجہ ہوا) انہیں مہرِ حکومت دی اور "عزیز" کے بجائے انہیں والی حکومت بنایا اور پہلے "عزیز" کو معزول کر دیا جو اس معزولی کے کچھ ہی عرصہ بعد مر گیا۔ پھر بادشاہ نے یوسفؑ کی

Marfat.com

شادی اس کی بیوہ ''زلیخا'' سے کردی تو یوسفؑ نے اسے جوان اور کنواری پایا پھر زلیخا نے ان کے لیے دو بیٹے جنم دیے۔

مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں کہ:

''بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اسی زمانہ میں زلیخا کے شوہر قطفیر کا انتقال ہوگیا تو شاہِ مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام سے ان کی شادی کردی۔ اس وقت یوسفؑ نے ان سے فرمایا کہ کیا یہ صورت اس سے بہتر نہیں ہے جو تم چاہتی تھیں۔ زلیخا نے اعترافِ قصور کے ساتھ اپنا عذر بیان کیا۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے بڑی عزت وشان کے ساتھ ان کی مراد پوری فرمائی اور عیش و نشاط کے ساتھ زندگی گزاری۔ تاریخی روایات کے مطابق دولڑکے بھی پیدا ہوئے جن کا نام افرائیم اور منشا تھا۔ (تفسیر معارف القرآن ص 89۔ جلد پنجم۔ مطبوعہ ادارۃ العارف کراچی)

معلوم نہیں کہ امام سیوطی کو زلیخا کے کنواری ہونے کی اطلاع کس نے دی؟ حضرت یوسفؑ تو خیر ایک عظیم المرتبت شخصیت ہیں اس موقع پر اپنی بیوی کی یہ کیفیت شاید یہ قصہ گو واعظین اور ناقلین بھی بیان نہ کرسکیں۔

البتہ مولوی دلپذیر نے اس کی وضاحت کی ہے کہ:

جب حضرت یوسفؑ کے استفسار پر زلیخا نے اپنی ''دوسری مراد'' پیش کی کہ آپ مجھے اپنے رب سے ''حسن وجوانی'' مانگ کردلادیں تو جبرائیل نے پہلے سے بھی دو حصے زیادہ ''حسن وجوانی'' عطا کردی۔

امام طبری اس قصہ کو بروایت ''ابن حُمید، سلمہ، ابن اسحاق'' نقل کرتے ہیں کہ:

"و انّ إطفير هلك فی تلك الليالی و أن الملك الريّان بن الوليد زوّج يوسف إمرأة إطفير راعيل ، وأنها حين دخلت عليه قال:أليس هٰذا خيرا مما كنت تريدين؟ قال فيزعمون أنها قالت :أيها الصّديق لا تلمنی فانّی كنت امرأة كما تری حسنا و جمالا ناعمة فی ملك و دنيا و كان صاحبی لا يأتی النساء و كنت كما جعلك اللّٰه فی حسنك و هيئتك فغلبتنی نفسی علی مارأيت۔

Marfat.com

فیزعمون أنه وجدها عذراء فأصابها فولدت له رجلین افرائیم بن یوسف و میشاء بن یوسف"

(تفسیر الطبری سورۃ یوسف آیت 56۔تحت رقم 19459۔طبع اول بیروت)

اِطفیر ان دنوں فوت ہوگیا اور بادشاہ ریان بن ولید نے حضرت یوسفؑ کے ساتھ اس کی بیوہ راعیل کا نکاح کردیا اور جب راعیل حضرت یوسفؑ کے پاس آئی تو انہوں نے اس سے فرمایا: کیا یہ کام یعنی نکاح اس کام یعنی زنا سے بہتر نہیں جو تو چاہتی تھی؟ راحیل (زلیخا) نے کہا: اے صدیق مجھے ملامت نہ کیجیے آپ کو تو معلوم ہی ہے کہ میں حسن و خوبصورتی والی، دھن دولت والی عورت تھی اور میرا شوہر قوت مردمی سے محروم تھا، وہ عورت کے پاس آنے پر قادر ہی نہیں تھا۔

ادھر قدرت نے آپ کو جس فیاضی سے دولت حسن کے ساتھ مالا مال کیا ہے وہ بھی ظاہر ہے۔پس میرے نفس نے اس وقت مجھ پر غلبہ کرلیا تھا جسے آپ دیکھ چکے ہیں۔

پس لوگوں کا خیال ہے کہ یوسفؑ نے اسے باکرہ پایا، اس کے پاس گئے اور صحبت کی۔ پھر اس سے ان کے دو بیٹے افرائیم اور میشاء پیدا ہوئے۔

امام طبری نے اس قصہ کو" ابن حمید، سلمہ اور ابن اسحاق کی سند سے بیان کیا ہے۔ راویوں کی یہ ساری لڑی وکڑی ہی "سلسلة الکذب" ہے اور موصوف خود بھی جھوٹی روایات کے نقل کرنے اور گھڑنے میں کافی مہارت رکھتے ہیں۔

جہاں تک امام طبری کے استاذ اور شیخ ابن حُمَیدك تعلق ہے تو اس کے متعلق امام جوزجانی فرماتے ہیں:

"کان ردی المذهب غیر ثقة" (احوال الرجال تحت ترجمہ 382)

ابن حمید، بدمذہب اور ناقابل اعتماد و استناد ہے۔

محدث اسحاق بن منصور (م 251ھ) فرماتے ہیں کہ:

"میں اللہ تعالیٰ کے سامنے گواہی دوں گا کہ محمد بن حمید جھوٹا تھا۔"

(تہذیب الکمال جلد 25 ص 103)

یعقوب بن شیبہ فرماتے ہیں کہ:

Marfat.com

''یہ کثرت سے منکر روایات بیان کرتا ہے۔''

امام ابوزرعہ فرماتے ہیں: یہ جھوٹا ہے۔

امام ابن خراش فرماتے ہیں: ہم سے محمد بن حمید نے حدیث بیان کی اور اللہ کی قسم! وہ جھوٹ بولتا تھا۔

دیگر بہت سے علماء سے منقول ہے کہ ابن حمید احادیث چوری کرتا تھا۔ امام نسائی فرماتے ہیں: ثقہ نہیں اور امام صالح جزرہ فرماتے ہیں کہ: میں نے جھوٹ بولنے میں ابن حمید سے بڑھ کر کوئی تجربہ کار نہیں دیکھا۔ مذکورہ حوالہ جات کے لیے ملاحظہ ہو: (میزان الاعتدال جلد 3 ص 530)

امام ابن حبان (م 354ھ) فرماتے ہیں:

ابن حمید ثقہ راویوں کے نام سے مقلوب روایات بیان کرنے میں منفرد ہوتا ہے۔ بالخصوص جب وہ اپنے شہر کے شیوخ سے روایات بیان کرے۔ ''کان ممن ینفرد عن الثقات بالاشیاء المقلوبات ولا سیما اذا حدث عن شیوخ بلدہ''

(المجروحین من المحدثین جلد 2 ص 321۔ ترجمہ 1005)

امام طبری اور ابن حمید کے بعد ''نکاح یوسفؑ مع زلیخا'' والی روایت کے اگلے راوی سلمہ بن فضل ابرش ہیں جو ''رے'' کے قاضی رہے ہیں۔

امام بخاری (م 256) فرماتے ہیں: ''عندہ مناکیر'' ان کے پاس منکر احادیث ہیں۔ امام علی بن المدینی فرماتے ہیں:

''رمینا بحدیثه قبل أن نخرج من الرّی'' ہم نے ''ری'' سے نکلنے سے پہلے ہی ان کی احادیث پھینک دی تھیں۔

امام ابن معین نے ان کے تشیع کی بھی تصریح فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو:

(میزان الاعتدال الجزء الثانی ص 192، التاریخ الکبیر الجزء الرابع ص 84)

حافظ ابن عدی فرماتے ہیں:

''فی حدیثه بعض المناکیر.... و له افرادات و غرائب'' سلمہ کی احادیث منکر، افرادات اور غرائب ہوتی ہیں۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال الجزء الرابع ص 369)

Marfat.com

زیر بحث روایت کے آخری راوی جناب محمد بن اسحاق (م 151ھ) ہیں۔ اکثر محدثین نے انہیں مجروح قرار دیا ہے کہ یہ بزرگ مدلّس اور شیعہ تھے۔ ہشام بن عروہ بن زبیرؓ نے ان کی تکذیب کی ہے۔

امام یحیٰ بن سعید فرماتے ہیں: میں نے اللہ کے لیے ان سے روایت لینا ترک کر دیا ہے۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال۔ الجزء السابع ص 256)

امام جوز جانی کہتے ہیں کہ لوگ اس کی روایات پر فریفتہ ہیں حالانکہ یہ کئی قسم کی بدعات سے متہم تھا۔ (احوال الرجال ص 132۔ ترجمہ نمبر 230)

امام اہل سنت مولانا سرفراز خان صفدر محمد بن اسحاق کے متعلق ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال نقل فرماتے ہیں کہ:

محمد بن اسحاق گو تاریخ اور مغازی کا امام سمجھا جاتا ہے لیکن محدثینؒ اور ارباب جرح و تعدیل کا تقریباً پچانوے فیصد گروہ اس بات پر متفق ہے کہ روایت حدیث میں اور خاص طور پر سنن اور احکام میں ان کی روایت کسی طرح بھی حجت نہیں ہوسکتی اور اس لحاظ سے ان کی روایت کا وجود اور عدم بالکل برابر ہے، تصریحات ملاحظہ کریں۔

امام نسائیؒ فرماتے ہیں کہ وہ قوی نہیں ہے (ضعفاء صغیر ص 52)

ابو حاتمؒ کہتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے (کتاب العلل جلد 1 ص 433)

ابن نمیرؒ یہ کہنے کے بعد بھی کہ جب وہ معروف راویوں سے روایت کرے تو حسن الحدیث اور صدوق ہے یہ بھی تصریح فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ مجہول رواۃ سے باطل روایات نقل کرتا ہے (بغدادی جلد 1 ص 227) دار قطنیؒ کہتے ہیں کہ اس سے احتجاج صحیح نہیں ہے۔ (ایضاً جلد 1 ص 232)

سلیمان تیمیؒ کہتے ہیں کہ وہ کذاب ہے، ہشامؒ بن عروہؒ کہتے ہیں کہ وہ کذاب ہے، امام جرح وتعدیل یحیٰؒ قطانؒ کہتے ہیں کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ کذاب ہے (میزان جلد 3 ص 21) {تقریب النواوی میں ہے "واذا قالوا: متروك الحديث او واهيه او كذاب فهو ساقط لا يكتب حديثه" ص 233، کہ جب محدثین کسی راوی کے بارے میں متروک الحدیث یا واھی الحدیث یا کذاب کہتے ہیں تو وہ ساقط الاعتبار ہوتا ہے اس کی روایت

Marfat.com

لکھی بھی نہیں جاسکتی۔ اور اس کی شرح تدریب الراوی میں لکھا ہے کہ ولا یعتبر به ولا یستشهد، ص 323۔ ایسے راوی کی حدیث کو اعتبار، ومتابعت، اور شاہد کے لئے بھی پیش نہیں کیا جاسکتا لیکن افسوس کہ فریق مخالف نہ صرف یہ کہ اس سے استدلال کرتا ہے بلکہ اس کے بل بوتے پر مسلمانوں کی اکثریت کی نماز کو باطل، بیکار اور کالعدم قرار دینے کا ادھار کھائے بیٹھا ہے۔

ترجمان الحدیث ماہ ستمبر 1972ء از ص 23 تا 26 وغیرہ میں محمد بن اسحاق کی توثیق پر ادھر ادھر کے چند حوالے نقل کر کے خاصا زور صرف کیا ہے لیکن ائمہ جرح وتعدیل کی اس کڑی جرح کا کہ محمد بن اسحاقؒ کذاب ہے کوئی جواب نہیں دے سکے اور نہ اس کا جواب دے سکتے ہیں کہ احکام وسنن میں ان کی روایت حجت نہیں ہے۔ باقی جن حضرات نے ان کو صدوق اور حسن الحدیث وغیرہ کہا ہے تو وہ تاریخ اور مغازی وغیرہ سے متعلق ہے نہ کہ بنیادی احکام اور سنن وغیرھا سے۔} وہیب بن خالدؒ اس کو کاذب اور جھوٹا کہتے ہیں (تہذیب التہذیب جلد 9 ص 45) امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ وہ دجالوں میں ایک دجال تھا (میزان جلد 3 ص 21 و تہذیب التہذیب جلد 9 ص 41) نیز امام مالکؒ نے اس کو کذاب کہا ہے (بغدادی جلد 1 ص 232) جریرؒ بن عبدالحمیدؒ کا بیان ہے کہ میرا یہ خیال نہ تھا کہ میں اس زمانہ تک زندہ رہوں گا جس میں لوگ محمد بن اسحاقؒ سے احادیث کی سماعت کریں گے (تہذیب التہذیب جلد 2 ص 302) ابوزرعہؒ کا بیان ہے کہ بھلا ابن اسحاقؒ کے بارے میں بھی کوئی صحیح نظریہ قائم کیا جاسکتا ہے؟ وہ تو محض ہیچ تھا (توجیہ النظر ص 280)

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ محدثین اور حفاظ حدیث ابن اسحاق کے تفردات سے گریز کرتے ہیں (سنن الکبریٰ بحوالہ الجوھر النقی جلد 1 ص 155) علامہ ماردینیؒ لکھتے ہیں کہ ابن اسحاق میں محدثین کے نزدیک مشہور کلام ہے (الجواہر النقی جلد 1 ص 155)

عبداللہؒ فرماتے ہیں کہ میرے والد امام احمد بن حنبلؒ لم یکن یحتج به فی السنن (بغدادی جلد 1 ص 230 وتہذیب التہذیب جلد 9 ص 44) سنن اور احکام میں وہ ان سے احتجاج نہیں کرتے تھے۔ حنبلؒ بن اسحاق کا بیان ہے کہ امام احمدؒ بن حنبلؒ نے فرمایا:

ابن اسحاق لیس بحجة (بغدادی جلد 1 ص 230 وتہذیب التہذیب جلد 9 ص 44) ابن اسحاق حجت نہیں ہے۔

Marfat.com

ایوبؒ بن اسحاقؒ کا بیان ہے کہ میں نے امام احمدؒ سے دریافت کیا ابن اسحاقؒ جب کسی حدیث کے بیان کرنے میں متفرد ہوتو اس کی حدیث حجت ہوگی؟ **قال لا واللّٰہ** (بغدادی جلد 1 ص 230) فرمایا بخدا ہرگز نہیں۔

ابن ابی خثیمہؒ کا بیان ہے کہ ابن معینؒ نے اس کو **لیس بذالک ضعیف اور لیس بالقوی** کہا، میمونیؒ کا بیان ہے کہ ابن معینؒ نے اس کو ضعیف کہا ہے (بغدادی جلد 1 ص 231 و تہذیب التہذیب جلد 9 ص 44)

علیؒ بن المدینیؒ کا بیان ہے **لم یضعفه عندی الاروایته عن اهل الکتاب** (تہذیب جلد 9 ص 45) میرے نزدیک ابن اسحاق کو صرف اس بات نے ضعیف کردیا ہے کہ وہ یہود اور نصاریٰ سے روایتیں لے کر بیان کرتا ہے۔

مشہور اور قدیم مؤرخ علامہ ابوالفرج محمد بن اسحاق بن ندیمؒ (المتوفی 385ھ) اپنی کتاب الفہرست میں محمد بن اسحاق کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

مطعون علیه، غیر مرضی الطریقة، الی ان قال: و کان یحمل عن الیهود و النصاری ویسمهم فی کتبه اهل العلم الاول، و اصحاب الحدیث یضعفونه و یتهمونه (الفهرست لابن الندیم ص142 طبع مصر)

’’اس پر طعن کیا گیا ہے اور اس کا طریقہ ناپسندیدہ تھا (پھر آگے فرمایا: کیونکہ) وہ یہود اور نصاریٰ سے روایات لیتا تھا اور اپنی کتابوں میں ان کو پہلے علم والے کہا کرتا تھا اور اہل حدیث اس کو ضعیف کہتے ہیں اور اس کو متہم قرار دیتے ہیں۔‘‘

امام ترمذیؒ لکھتے ہیں کہ بعض محدثینؒ نے ان کے حافظہ کی خرابی کی وجہ سے اس میں کلام کیا ہے (کتاب العلل جلد 2 ص 237) امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ جو راوی صحیح کی شرطوں کے مطابق نہیں ہیں ان میں ایک محمد بن اسحاق بھی ہے (مقدمہ نووی ص 16) علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ ابن اسحاق کی روایت درجۂ صحت سے گری ہوئی ہے اور حلال وحرام میں اس سے احتجاج درست نہیں ہے (تذکرہ جلد 1 ص 163)

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں ابن اسحاق احکام کی روایات میں حجت نہیں ہے۔ خصوصاً جب کہ متفرد ہو اور جب کوئی ثقہ راوی اس کے خلاف روایت کرتا ہو تو ابن اسحاق کی روایت قابل توجہ

Marfat.com

ہی نہیں ہوسکتی (درایہ ص193) حافظ ابن القیمؒ لکھتے ہیں کہ امام احمدؒ نے ابن اسحاق کی روایات کو منکر کہا ہے اور اس کو ضعیف بتایا ہے (زادالمعاد جلد 1 ص 143)

علامہ منذریؒ اور حافظ سخاویؒ کہتے ہیں کہ امام احمدؒ نے فرمایا مغازی میں ابن اسحاق کی روایات تو لکھی جاسکتی ہیں لیکن جب حلال وحرام کا مسئلہ ہوتو اس میں ایسے ایسے راوی (یعنی ثقہ اورثبت) درکار ہیں (الترغیب وترھیب جلد 4 ص 290 وفتح المغیث ص 120)

قاضی شوکانیؒ لکھتے ہیں کہ ابن اسحاق لیس بحجة لا سیما اذا عنعن (نیل الاوطار جلد اص 234) ابن اسحاق کی روایت حجت نہیں ہے خصوصاً جب کہ وہ عنعنہ سے روایت کرتا ہو، نواب صدیق حسن خان صاحبؒ ایک حدیث کی تحقیق میں لکھتے ہیں کہ ''درسندش نیز ہماں محمد بن اسحاق است ومحمد بن اسحاق حجت نیست (دلیل الطالب 239) حضرت مولانا شیخ الھند محمود الحسن (حسن) صاحبؒ (المتوفی 1239ھ) نے (ایضاح الادلة ص45) میں ابن اسحاق پر سیر حاصل کلام کیا ہے اور ان تمام رکیک اور ضعیف تاویلوں کے دندان شکن جوابات دیئے ہیں جو اس کو ثقہ قرار دینے کے لئے اختیار کی گئی ہیں طلبہ ضرور اس کا مطالعہ کریں۔ آپ ملاحظہ کرچکے ہیں کہ شاید ہی جرح کا کوئی ادنیٰ سے اعلیٰ تک ایسا لفظ ملے گا جو جمہور محدثینؒ اور ارباب جرح وتعدیل نے محمد بن اسحاق کے بارے میں نہ کہا ہو معہذا محمد بن اسحاق فریق ثانی کے نزدیک ثقہ ہے اور حضرت امام ابوحنیفہؒ اور ان کے تلامذہ ضعیف ہیں (بدورالاھلة ص235) فیا اسفا۔

حافظ ابن حجرؒ نے نہایت ضعیف اور رکیک تاویلیں کرنے کی بے جاسعی کی ہے تاکہ ابن اسحاق کو قابل اعتبار بنانے کی کوشش کامیاب ہوسکے مثلاً یہ کہ سلیمان تیمیؒ ائمہ جرح وتعدیل میں نہ تھے اور امام مالکؒ نے اپنے الفاظ سے رجوع کرلیا تھا وغیرہ وغیرہ مگر یہ سب کوشش بیکار اور کالعدم ہے۔ اگر بالفرض سلیمان تیمیؒ ائمہ جرح وتعدیل میں نہ تھے تو کیا ہشامؒ بن عروہؒ، امام الجرح والتعدیل یحیٰی القطانؒ، وہیبؒ بن خالدؒ، امام احمد بن حنبلؒ، یحیٰی بن معینؒ، علی بن المدینیؒ، جریر بن عبدالحمیدؒ، امام نسائیؒ، خطیبؒ، ابن نمیرؒ، دارقطنیؒ، ابوزرعہؒ اور علامہ ذہبیؒ وغیرہم بھی ائمہ جرح وتعدیل میں نہیں ہیں؟ اور کیا ان سب نے ان جرحی الزامات سے رجوع کرلیا ہے؟

باقی امام مالکؒ کا رجوع کرنا بھی محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے خطیبؒ لکھتے ہیں اما کا

Marfat.com

مالك فی ابن اسحاق فمشهور غیرخافٍ علی احدمن اهل العلم بالحدیث (بغدادی جلد 1 ص 224) امام مالکؒ نے ابن اسحاق میں کلام کیا ہے وہ کسی بھی ایسے شخص سے مخفی نہیں ہے جس کو فن حدیث کا علم حاصل ہے (امام ابن الجوزی الحنبلیؒ (المتوفیٰ 597ھ) اپنی کتاب الموضوعات میں لکھتے ہیں کہ:

اما محمد بن اسحاق فمجروح شهد بکذبه مالك و سلیمان التیمی ووهیب بن خالد و هشام بن عروة و یحییٰ بن سعید وقال ابن المدینی یحدث عن المجهولین باحادیث باطلة (نصب الرایه جلد2ص250)

''بہر حال محمد بن اسحاق مجروح ہے اس کے جھوٹا ہونے کی امام مالکؒ سلیمان تیمیؒ، وہیب بن خالدؒ، ہشام بن عروہؒ اور یحییٰ بن سعیدؒ القطان نے گواہی دی ہے، اور امام ابن المدینیؒ فرماتے ہیں کہ وہ مجہول راویوں سے باطل حدیثیں بیان کرتا ہے۔''

اس سے ثابت ہوا کہ اس شدید قسم کی مفسر جرح سے رجوع کا ثبوت امام ابن جوزیؒ کے علم میں نہیں ہے اور امام بیہقیؒ لکھتے ہیں کہ:

وکان مالك بن انس لا یرضاه و یحییٰ بن سعید القطان لا یروی عنه ویحییٰ بن معین یقول لیس هو بحجة واحمد بن حنبل یقول یکتب عنه هذه الأحادیث أعنی المغازی فاذا جاء الحلال والحرام أردنا قوما هکذا یرید أقوی منه فاذا کأن لا یحتج به فی الحلال و الحرام فأولیٰ أن لا یحتج به فی صفات الله سبحانه و تعالیٰ و انما نقموا علیه فی روایته عن اهل الکتاب ثم عن ضعفاء الناس و تدلیس اسامیهم فاذا روی عن ثقة و بیّن سماعه منه فجماعة من الأئمة لم یروابه بأساه (کتاب الاسماء والصفات ص 297)

''امام مالکؒ اس کو (برائے روایت) پسند نہیں کرتے تھے اور یحییٰ بن سعید القطانؒ اس سے روایت نہیں لیتے تھے اور ابن معینؒ فرماتے ہیں کہ وہ حجت نہیں اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مغازی کی حدیثیں تو لکھی جا سکتی ہیں لیکن حلال وحرام کی روایتوں میں ہم قوی راویوں کو تلاش کریں گے پس جب حلال وحرام میں ابن اسحاق کی رایت حجت نہیں تو صفات اللہ تعالیٰ میں بطریق اولیٰ اس کی روایت حجت نہیں ہو سکتی اور محدثین نے اس پر جو عیب لگایا ہے وہ یہ

Marfat.com

ہے کہ وہ اہل کتاب سے روایت کرتا ہے اور ضعیف قسم کے لوگوں سے بھی روایت کرتا ہے اور ان کے ناموں میں تدلیس سے کام لیتا ہے پس جب وہ ثقہ سے روایت کرے اور سماع کی تصریح بھی کرے تو ائمہؒ کی ایک جماعت اس میں مضائقہ نہیں سمجھتی۔''

اس سے معلوم ہوا کہ امام احمدؒ نے ابن اسحاقؒ کو جو حسن الحدیث کہا ہے تو مغازی وغیرہ کی حدیثوں سے متعلق کہا ہے نہ کہ احکام اور حلال وحرام کی حدیثوں کے بارے میں اور علامہ ذہبیؒ نے سفیان بن حسینؒ کے ترجمہ میں نقل کیا ہے کہ لا یحتج به کنحو محمد بن اسحاق یعنی محمد بن اسحاق کی طرح اس سے بھی احتجاج درست نہیں ہے اور کتاب العلو میں اس کو صاحب مناکیر وغرائب بتایا ہے، ائمہ جرح وتعدیل نے ان میں جو کلام کیا ہے وہ فن روایت کے رُو سے ہے اور محض دیانتاً ہے اس کو حالت غصہ پر حمل کرنا جیسا کہ مؤلف خیر الکلام نے ص 195 میں کیا ہے صرف رام کہانی ہے اور ص 199 و 200 میں بحوالہ تحفۃ الاحوذی جلد 1 ص 253 وغیرہ رجوع کے لئے جو قصہ نقل کیا ہے اس سے ان کا صراحتاً رجوع ہرگز ثابت نہیں ہوتا محض کشید ہے۔ ہاں بعد کے محدثینؒ نے اپنے ظن اور تخمینہ سے رجوع پر حمل کیا ہے۔ مگر یہ ان کی اپنی صوابدید ہے۔

مؤلف خیر الکلام کا ص 211 میں امام مالکؒ اور یحیٰی بن سعیدؒ کی جرح کو مفسر قرار دینا اور باقی حضرات کی جرح کو مبہم کہہ کر گلو خلاصی کرنا محض تسکین قلب کا سامان ہے غرضیکہ ان تمام حضرات کی جرح مفسر کڑی اور شدید ہے اور کسی کا تاریخی طور پر صراحت کے ساتھ رجوع ثابت نہیں ہے۔ مؤلف خیر الکلام کا ص 210 میں یہ لکھنا کہ محمد بن اسحاق پر ایک الزام اہل کتاب سے روایت لینا بھی ہے حالانکہ اہل کتاب سے روایات لینا کوئی جرم نہیں تو ان کی بے خبری اور غفلت کی واضح دلیل ہے کہ وہ مطلقاً اہل کتاب کی روایت کو جائز سمجھتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ تو یہ لکھتے ہیں کہ: اقول: الرواية عن أهل الكتاب تجوز فيما سبيله سبيل الاعتبار و حديث يكون الامن عن الاختلاط فى شرائع الدين ولا تجوز فيما سوى ذالك (حجة الله البالغة جلد 1 ص 171)

میں کہتا ہوں کہ اہل کتاب سے روایت ایسے معاملات میں جہاں عبرت مقصود ہو اور جہاں دین

Marfat.com

کے احکام میں اختلاط واقع نہ ہوتا ہو درست ہے، اور اس کے علاوہ ان سے روایت جائز نہیں ہے۔

اور اسی لئے امام ابن المدینیؒ نے اس کو ضعیف کہا ہے کہ وہ اہل کتاب سے روایت کرتا ہے جیسا کہ تہذیب التہذیب کے حوالہ سے پہلے عرض کیا جا چکا ہے، مؤلف خیر الکلام نے جن بعض ائمہ کی بسلسلہ ابن اسحاق توثیق نقل کی ہے تو وہ مسلّم ہے مگر وہ صرف تاریخ اور مغازی وغیرہ کے بارے میں نہ کہ صفات اللہ، حلال وحرام، احکام اور سنن کے بارے میں اور مغازی میں وہ ثقہ بھی ہیں اور امام بھی اس میں نزاع نہیں ہے، اور بلا شک حافظ ابن ہمامؒ اور علامہ عینیؒ وغیرہ نے محمد بن اسحاقؒ کی توثیق کی ہے مگر ائمہ جرح وتعدیل کی کڑی اور سنگین جرح کے مقابلہ میں ان کی توثیق مسلّم نہیں ہے۔

فریق ثانی کے شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلویؒ (المتوفی 1230ھ) لکھتے ہیں کہ: اور ضعیف کہنا غزالیؒ کا اور رویانیؒ کا اور دبوسیؒ کا اور صاحب ہدایہ کا اور شیخ ابن الہمامؒ کا اور بعضے مالکیوں کا حدیث کو ضعیف نہیں کر دیتا کیونکہ یہ لوگ مقلدین ہیں ائمہ جرح وتعدیل میں سے نہیں ہیں الیٰ ان قال۔ اب رہا ضعیف کہنا ابن عبد البرؒ کا اور ابو وارہؒ کا اور علیؒ بن المدینی کا، سو البتہ جرح ان کا پایہ اعتبار میں ہے لیکن اگر بابیان سبب اور بادلیل ہو تو معتبر ہے ورنہ بے بیانِ سبب ان کا جرح بھی مقبول نہیں ہونے کا الخ (معیار الحق 242)

اور مولانا محمد عبد اللہ صاحب روپڑیؒ لکھتے ہیں کہ جرح تعدیل تاریخ کی قسم سے ہے اور تاریخ اس وقت کے لوگوں کی معتبر ہوتی ہے۔ پچھلے لوگ نقال ہوتے ہیں اس لئے پہلے لوگوں کے خلاف کسی کی جرح تعدیل کا اعتبار نہیں اس کے لئے مقدمۂ ابن الصلاحؒ کا مطالعہ مفید رہے گا۔ ان شاء اللہ۔ (مودودیت اور احادیث نبوی ص 9)

رہا محمد بن اسحاق کا مدلس ہونا تو یہ سب کے نزدیک مسلّم ہے چنانچہ علامہ ہیثمیؒ، حافظ ابن حجرؒ، قاضی شوکانیؒ، نواب صدیق حسن خانؒ، مولانا شمس الحق عظیم آبادیؒ اور مبارکپوری صاحبؒ وغیرہ کو اس کا صاف اقرار ہے۔

(دیکھئے مجمع الزوائد جلد 1 ص 150 وتقریب ص 313، نیل الاوطار جلد 4 ص 42، دلیل الطالب ص 239، تعلیق المغنی جلد 1 ص 120، ابکار المنن ص 45، وتحفۃ الاحوذی جلد 1 ص 291)

Marfat.com

اعتراض:

مبارکپوری صاحبؒ لکھتے ہیں کہ محمد بن اسحاق ثقہ ہے اور دلائل یہ ہیں:

(۱) امام بخاری اس کو ثقہ کہتے ہیں۔

(۲) امام شعبہؒ اس کو امیر المحدثین کہتے ہیں۔

(۳) ابن مدینیؒ اور احمد بن حنبلؒ وغیرہ اس کو ثقہ کہتے ہیں

(۴) اگر یہ ثقہ نہیں تو احناف، اذان، قطع سرقہ اور تعجیل افطار میں ابن اسحاق کی روایتوں سے احتجاج کیوں کرتے ہیں (تحقیق الکلام جلد 1 ص 61۔ محصلہ)

جواب:

مبارکپوری صاحبؒ کے یہ جملہ اعذار بارد ہونے کے سبب مطلقاً قابل التفات نہیں ہیں، ہر شق کا جواب سنئے (۱) ایسے کذاب اور دجال راوی کے بارے میں امام بخاریؒ وغیرہ کی رائے کیا وقعت رکھتی ہے؟ خصوصاً جب کہ امام بخاریؒ نے ابن اسحاق کا زمانہ نہیں پایا اور ہشامؒ بن عروہؒ، امام مالکؒ اور یحیٰ القطانؒ وغیرہ اس کا زمانہ پانے والے انتہائی سنگین الزام اس پر عائد کرتے ہیں اور یہ بڑے محتاط اور عارف باسباب الجرح بھی ہیں۔ علاوہ بریں واقعی محمد بن اسحاقؒ ثقہ ہے تو حضرت امام بخاریؒ نے باوجود اشد ضرورت کے صحیح بخاری میں اس سے احتجاج کیوں نہیں کیا؟

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

یہ حضرت امام بخاریؒ وغیرہ کی ذاتی رائے ہے۔ حق وہی ہے جو جمہور نے کہا ہے۔ چنانچہ نواب صاحب ایک مقام پر لکھتے ہیں جمہور اہل اسلام کے نزدیک ایسی حدیث سے جو حسن ہو احتجاج صحیح ہے لیکن امام بخاریؒ حدیث حسن سے احتجاج کے قائل نہیں ہیں۔ آگے نواب صاحب لکھتے ہیں والحق ماقال الجمهور (دلیل الطالب ص 882) حق بات صرف وہی ہے جو جمہور نے کہی ہے۔ قاضی شوکانیؒ نے بھی امام بخاریؒ اور ابن العربیؒ کا یہ مسلک نقل کر کے آگے لکھا ہے والحق ماقاله الجمهور (نیل الاوطار جلد 1 ص 22) کہ حق وہی ہے جو جمہور نے کہا ہے۔

(۲) امام شعبہؒ کی بات اگر محمد بن اسحاق کے بارے میں حجت ہے تو جابر جعفی (جو قرأۃ خلف الامام ہی کی ایک روایت کا راوی ہے مگر ہم نے اس سے احتجاج نہیں کیا) کے بارے میں

Marfat.com

کیوں حجت نہیں ہے؟ امام شعبہؒ ان کو بھی ثقہ کہتے ہیں (کتاب القراۃ ص 108، میزان جلد 1 ص 176، تہذیب جلد 2 ص 47 و توجیہ النظر 291 وغیرہ) علاوہ بریں مبارک پوری صاحبؒ کے نزدیک امیر المحدثین ہونے سے توثیق کیسے لازم آتی ہے؟ مبارکپوری صاحبؒ تو لکھتے ہیں کہ علامہ تاج الدین سبکیؒ نے ابوطاہر فقیہ کو گو شیخ، ادیب، عارف، اور امام المحدثین و الفقہاء لکھا ہے۔ قلت لادلالة فی هذا علی کونه ثقة قابلاً للاحتجاج (تحفة الاحوذی جلد 2 ص 75) لیکن میں کہتا ہوں کہ امام المحدثین والفقہاء ہونے سے یہ کیسے لازم آیا کہ وہ ثقہ اور قابل احتجاج بھی تھے، محقق نیمویؒ نے ابوعبداللہ فنجویہ دینوریؒ کو کبار محدثین میں لکھا ہے مبارکپوری صاحبؒ ان پر گرفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فان مجرد کونه من کبار المحدثین لا یتلزم کونه ثقة

(انتهیٰ بلفظ تحفة الاحوذی جلد 2 ص 75)

ان کے صرف کبار محدثین میں ہونے سے یہ کیسے لازم آیا کہ وہ ثقہ بھی تھے؟

مبارک پوری صاحبؒ ہی ازراہِ بزرگی وانصاف فرمائیں کہ جن کے بارے میں جرح کا ایک لفظ بھی موجود نہ ہو اور علامہ تاج الدین سبکیؒ وغیرہ جیسے امام اور ثقہ عالم ان کو امام المحدثین اور کبار المحدثین لکھیں مگر معہذا ان کی ثقاہت ثابت نہ ہوسکے اور محمد بن اسحاقؒ کو ائمہ جرح و تعدیل کذاب اور دجال تک کہتے ہوں تو ان کے (بقول امام شعبہؒ) امیر المحدثین ہونے سے اس کی ثقاہت کیسے ثابت ہوسکتی ہے؟

ٹھوکریں مت کھائیے چلئے سنبھل کر دیکھ کر
چال سب چلتے ہیں لیکن بندہ پرور دیکھ کر

(۳) امام ابن مدینیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ کو مطلقاً ابن اسحاق کے موثقین میں شامل کرنا انتہائی غفلت اور طبقات رواۃ سے بے خبری پر مبنی ہے باحوالہ ان کے اقوال نقل کئے جاچکے ہیں کہ یہ بھی ابن اسحاق کو مجروح اور ضعیف قرار دیتے ہیں لہٰذا ان کا ذکر مطلقاً معدلین میں جہالت پر مبنی ہے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اگر جرح وتعدیل کا تعارض ہو اور جارح امر خفی پر مطلع ہو چکا ہو جس کی اطلاع معدل کو نہیں تو جرح تعدیل پر مقدم ہے اور یہی محققین اور

Marfat.com

جمہور کا مختار ہے (شرح مسلم جلد 1 ص 21) اور نیز لکھتے ہیں کہ:

فانهم متفقون على أنه لا يحتج بالضعيف، في الاحكام (ایضاً)

محدثین کرامؒ اس پر متفق ہیں کہ ضعیف راوی سے احکام میں احتجاج و استدلال کرنا درست نہیں ہے اور ابن اسحاق پر جرح مفسر اور بابیانِ سبب ہے اور یہ روایت احکام شرعیہ میں سے ایک حکم سے متعلق ہے اور جبھی تو فریق ثانی احناف کی نماز کو بیکار اور باطل اور کالعدم قرار دے کر معاذ اللہ تعالیٰ ان کو فی السقر پہنچانے کا ادھار کھائے بیٹھا ہے اور چیلنج دیتا ہے اندریں حالات ابن اسحاق کی روایت کی کیا وقعت ہے؟

(''احسن الکلام'' طبع اول: 1955، طبع دوم 1965، طبع سوم 1980، طبع ہفتم 2001 ص 501 تا 509)

محمد بن اسحاق کے بارے میں مذکورہ بحث ''احسن الکلام'' طبع ہفتم سے ماخوذ ہے، جو حسب ذیل اکابر علماء دیوبند کی مصدقہ ہے:

(۱) حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب (۲) حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحبؒ (۳) حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ (۴) حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی (۵) حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ صاحبؒ (۶) حضرت مولانا محمد شفیع صاحبؒ کراچی (۷) حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ (۸) حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ (۹) حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب (۱۰) حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی (۱۱) حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب بہبودیؒ (۱۲) حضرت مولانا سلطان محمود صاحبؒ (۱۳) حضرت مولانا عبدالحق صاحب اکوڑہ خٹک (۱۴) حضرت مولانا شیخ الحدیث محمد نصیر الدین صاحب غورغشتیؒ (۱۵) حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی (۱۶) حضرت مولانا محمد عبدالرشید صاحب نعمانی (۱۷) حضرت مفتی رشید احمد صاحب (احسن الکلام حصہ اول، فہرست مضامین ص 3)

مناظر اسلام، محقق اہلسنت، فخر حنفیت حضرت علامہ مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی فاضل نصرت العلوم گجرانوالہ شیخ الحدیث جامعہ قاسم العلوم فقیروالی (تلمیذ رشید امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر) محمد بن اسحاق کے بارے میں فرماتے ہیں:

''اس سند میں عن ابی اسحاق دراصل محمد بن اسحاق ہے مگر مشہور دلا ہے۔ مگر ابراہیم بن سعد نے اس کو ابن اسحاق کے بجائے عن ابی اسحاق بنا دیا ہے اور ابن اسحاق کو چھپانے کے

Marfat.com

لئے یہ ایسی کارروائی کرنے کا مریض نظر آتا ہے۔

(توضیح الکلام پر ایک نظر ص 117۔ ناشر: جامعہ اسلامیہ حبیب العلوم (ملتان روڈ) ڈیرہ اسماعیل خان۔ طبع اول جمادی الثانیہ 1423ھ/ستمبر 2002ء صفحات 315)

مولانا شبلی نعمانی محمد بن اسحاق کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

''امام مالک ان کے سخت مخالف ہیں۔ علامہ ذہبی کی تصریح سے ثابت ہوتا ہے کہ محمد بن اسحاق یہود و نصاریٰ سے روایت کرتے تھے اور ان کو ثقہ سمجھتے تھے۔ 151ھ میں وفات پائی۔ (سیرت النبیؐ جلد اول ص 51)

مذکورہ تفصیل سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ مولوی دلپذیر نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ زلیخا کی شادی کا جس افسانوی انداز میں ذکر کیا ہے وہ روایت تفسیر طبری میں پائی جاتی ہے جس کی سند: "سلسلة الکذب" میں شمار ہوتی ہے۔ اگر بالفرض یہ قصہ یا روایت صحیح بھی ہوتی تو پھر بھی منافی عصمت ہونے کی بناء پر اسے مردود قرار دے دیا جاتا۔

علاوہ ازیں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ قرآن عزیز نے ایک عام اصول یہ بتایا ہے کہ:

''اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبَاتِ.... (سورۃ النور آیت 26)

ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لیے اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لیے ہیں اور پاک (دامن) عورتیں پاک (دامن) مردوں کے لیے اور پاک (دامن) مرد پاک (دامن) عورتوں کے لیے ہیں۔

جب عام پاک دامن مردوں کے لیے یہ اصول مقرر کیا گیا ہے تو پھر کسی نبی یا رسول کے ساتھ کسی حیاباختہ خاتون کا عقد نکاح کیوں کر ممکن ہے؟

قرآن کریم کی روشنی میں ''زلیخا'' کی حیاباختگی اور اس کا نمونۂ اخلاق ملاحظہ فرمائیں:

''وَ رَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَ غَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَ قَالَتْ هَيْتَ لَكَ.... ، وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ.... ، قَالَتْ مَاجَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ.... ، فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ط اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ o يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا وَاسْتَغْفِرِيْ

Marfat.com

لِذَنۡۢبِكِ اِنَّكِ كُنۡتِ مِنَ الۡخٰطِـئِيۡنَ ۝ وَ قَالَ نِسۡوَةٌ فِى الۡمَدِيۡنَةِ امۡرَاَتُ الۡعَزِيۡزِ تُرَاوِدُ فَتٰٮهَا عَنۡ نَّـفۡسِهٖ‌ ۚ قَدۡ شَغَفَهَا حُبًّا‌ ؕ اِنَّا لَنَرٰٮهَا فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ۝....، وَلَقَدۡ رَاوَدْتُّهٗ عَنۡ نَّـفۡسِهٖ فَاسۡتَعۡصَمَ‌ ؕ وَلَـئِنۡ لَّمۡ يَفۡعَلۡ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَيُسۡجَنَنَّ وَلَيَكُوۡنًا مِّنَ الصّٰغِرِيۡنَ ۝....، اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنۡ نَّـفۡسِهٖ....

اور جس عورت کے گھر میں یوسفؑ (رہائش پذیر) تھے اس نے خود انہیں ان کی مرضی کے خلاف خواہش کی اور سب دروازے بند کر دیے اور کہنے لگی: آؤ جلدی کرو.... اور یقیناً اس عورت (زلیخا) نے ان سے ارادہ بد کر ہی لیا تھا.... (پھر زلیخا نے اپنے شوہر سے کہا:) جو تیری بیوی سے بدکاری کا ارادہ کرے، اس کی سزا اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ قید کیا جائے یا دردناک عذاب دیا جائے....،

پر جب اس نے دیکھا کہ ان (یوسفؑ) کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو عزیز مصر نے زلیخا سے کہا بے شک یہ تمہارے چلتروں میں سے ہے۔ یقیناً تم عورتوں کا چلتر بہت بڑا ہے اور (زلیخا) تو اپنے گناہوں کی معافی مانگ۔ بے شک تو ہی قصورواروں میں سے ہے....،

اور شہر کی عورتوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ عزیز مصر کی بیوی اپنے جواں مرد غلام (یوسفؑ) کو ان کی مرضی کے خلاف پھسلاتی ہے بے شک ان کی محبت اس کے دل میں بیٹھ گئی ہے۔ یقیناً ہم تو اس (زلیخا) کو کھلم کھلا خطا پر پاتی ہیں۔ (زلیخا نے اقرار کیا:) بے شک میں نے خود انہیں ان کی مرضی کے خلاف پھسلانا چاہا مگر وہ معصوم ثابت ہوا۔ اور اگر اس نے وہ کام نہ کیا جس کا میں اسے حکم دیتی ہوں تو یہ ضرور قید کیا جائے گا اور ذلیل بھی ہو جائے گا.... (زلیخا نے کہا:) میں نے ہی ان کی مرضی کے خلاف پھسلانا چاہا....

قرآن کریم کی مذکورہ گواہی کے بعد زلیخا کے کردار سے متعلق اس نکاح کے مبلغ اعظم امام طبری کی اپنی گواہی ملاحظہ کریں:

"یا یوسف، ما أحسن شعرك، ما أحسن وجهك، حتیٰ اطمعته، فدخلا البیت و غلقت الابواب، حتیٰ خلوا فی بعض بیوته، و قالت هیت لك، أكبّت علیه و تدعوه إلٰی لذة من حاجة الرجال فی جمالها و حسنها، تطعمه

Marfat.com

مرّة وتخفيه اخرىٰ، استلقت له، استلقت علىٰ قفاها....

(تفسیر طبری جلد 7۔ص 181-182)

زلیخا نے کہا آپ کے بال کتنے ہی خوبصورت ہیں، آپ کا چہرہ کس قدر حسین ہے۔ پھر زلیخا انہیں برابر ترغیب دیتی رہی، پھر وہ دونوں گھر میں داخل ہوگئے، زلیخا نے خود ہی گھر کے تمام دروازے بند کردیئے پھر وہ خلوت گاہ میں تنہا ہوگئے۔ زلیخا نے کہا: آ بھی جاؤ، جلدی خواہش پوری کرو۔

(علامہ آلوسی نے یہ روایت بھی نقل کی: تصدت هنالك الافعال آخر من بسط يدها اليه وقصد المعانقة وغير ذلك.... یہاں زلیخا سے بعض دوسرے افعال بھی صادر ہوئے، اس نے یوسفؑ کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا اور معانقہ کرنا چاہا۔ ملاحظہ ہو: روح المعانی جلد 12۔ص 213)

امام طبری مزید لکھتے ہیں: زلیخا یوسفؑ پر جھک گئی اور اپنی خوبصورتی اور حسن کی وجہ سے اس لذت کی طرف دعوت دینے لگی جو ایک جوان مرد کی ضرورت اور خواہش ہوتی ہے۔ زلیخا کبھی انہیں لالچ و ترغیب دیتی اور کبھی خوف دلاتی حتیٰ کہ وہ یوسفؑ کے سامنے پیٹھ کے بل بالکل سیدھی وچت لیٹ گئی۔

مولوی دلپذیر نے تو اس قصہ کو بہت ہی زیادہ رومانوی اور افسانوی رنگ دیا کہ زلیخا نے بچپن میں جب حضرت یوسفؑ کو خواب میں دیکھا تو وہ اسی وقت سے ان کے عشق میں گرفتار ہوگئی، پھر عزیز مصر کے نکاح میں آنے کے باوجود وہ حضرت یوسفؑ کو اپنے دام تزویر میں پھانسنے کی برابر کوشش کرتی رہی۔ (جب کہ اس طرح کا کردار تو کسی غیر مسلم شریف عورت کا بھی نہیں ہوتا)

اس کی ایک مختصر جھلک پیچھے گزر چکی ہے۔ جس سے زلیخا کے ''کردار'' کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ تفصیل کے خواہش مند کتاب ''گلزارِ یوسفؑ'' کے حسب ذیل عنوانات کی طرف مراجعت کریں:

''شروع کیفیت احوال زلیخا رضی اللہ عنہا، آمدن خواب بار اول زلیخا را، بیدار شدن زلیخا از خواب، خواب دوم، خواب سوم، ذکر شادی زلیخا بی بیؓ (با عزیز مصر) طلبیدن زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام را در خلوت خانہ، سوال و جواب زلیخا و حضرت یوسف علیہ السلام، احوال بی بی زلیخا رضی اللہ تعالیٰ عنہا، رفتن یوسف علیہ السلام بشکار و فریاد کردن زلیخا، کرامت عشق، جواں

Marfat.com

شدن زلیخا وآمدن در نکاح حضرت یوسف علیہ السلام"

کیا اس قسم کے کردار کی حامل خاتون "الطیّبات" میں شامل ہو سکتی ہے؟ کیا ایسی خاتون کا کسی عام "طیّب" کے ساتھ بھی نکاح ہو سکتا ہے؟

کیا کوئی مفسر، محدث، فقیہ اور صالح وطیب ایسی "حیاباختہ" خاتون کے ساتھ نکاح و شادی کرنے پر آمادہ ہو سکتا ہے؟

سب سے بڑھ کر یہ سوال کہ عزیز مصر کے فوت ہو جانے کے بعد کیا زلیخا کی عمر "عشقیہ" شادی رچانے کی تھی؟ (جو حضرات زلیخا کے ساتھ حضرت یوسفؑ کی شادی کا پرچار کرتے ہیں تو وہ اس بات کے بھی قائل ہیں کہ زلیخا اس وقت بصارت سے محروم ایک بوڑھی خاتون تھی جسے حضرت یوسفؑ کے اکرام کی خاطر از سرِ نو "حسن، شباب اور کنوارا پن" عطا کیا گیا تھا)

مذکورہ سوالات کا جواب یقیناً صرف نفی میں ہی ممکن ہے تو پھر کیا زلیخا جیسی حیاباختہ اور بوڑھی خاتون کے ساتھ شادی کے لیے حضرت یوسف علیہ السلام کی شخصیت باقی رہ گئی تھی جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کے مطابق صرف طیب ہی نہیں بلکہ:

"الکریم ابن الکریم ، ابن الکریم ، ابن الکریم :یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراھیم علیھم السلام....،

اکرم الناس یوسف نبیّ اللّٰہ ، إبن نبیّ اللّٰہ ، ابن نبیّ اللّٰہ ، ابن خلیل اللّٰہ علھیم السلام۔"

(صحیح بخاری۔رقم الحدیث3382، 3383، 3390، 4688)

مذکورہ تفصیل سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو گئی ہے کہ "زلیخا" نامی عورت کے ساتھ حضرت یوسفؑ کا نکاح نہیں ہوا تھا اور نہ ہی زوجہ عزیز کا نام "زلیخا" تھا۔ نیز اس نکاح سے متعلق مولوی دلپذیر وامثالہ کی منقولہ روایات عقلاً ونقلاً، سنداً ومتناً، روایتاً ودرایتاً ہر ہر اعتبار سے لغو، موضوع ، باطل، منافی عقیدہ عصمت انبیاء اور مبنی بر توہین ہیں۔

Marfat.com

گلزارِ یوسفؑ اور توہین داؤد علیہ السلام

"هَلْ أَتَاكَ نَبَأُ الْخَصْمِ إِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ" (سورۃ ص 21)

اور کیا آئی ہے آپ کے پاس خبر فریقانِ مقدمہ (یعنی جھگڑنے والوں) کی جب انہوں نے دیوار پھاندی عبادت گاہ کی۔

جب کسی واقعہ کی اہمیت پر مخاطب کو متوجہ کرنا ہوتا ہے تو اس کا آغاز اس قسم کے استفہام سے کیا جاتا ہے تا کہ سننے والا ہمہ تن گوش ہو کر اس واقعہ کو سنے اور اس سے عبرت حاصل کرے۔ یعنی کیا آپ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی ہے کہ جب مدعی اور مدعا علیہ دونوں فریق دیوار پھاند کر حضرت داؤد علیہ السلام کے عبادت خانہ میں اچانک آ دھمکے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا معمول تھا کہ وہ ایک روز حکومت کے کاروبار و امور سرانجام دیتے اور مقدمات کا فیصلہ کرتے، ایک روز اپنے گھر کے فرائض انجام دیتے۔ تیسرا دن انہوں نے صرف عبادت کے لیے مخصوص کیا ہوا تھا اور اس دن اپنی عبادت گاہ پر پاسبان مقرر کر دیتے تا کہ لوگ ان کی عبادت میں مخل نہ ہوں۔ اس دن کسی کو اندر آنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔

ایک دفعہ وہ عبادت میں مصروف تھے؛ ایسے وقت میں ان فریقانِ مقدمہ کا دیوار پھاند کر اجازت طلب کیے بغیر اندر گھس آنا بڑا حیرت انگیز واقعہ تھا اس لیے انہیں گھبراہٹ سی لاحق ہوئی۔ وہ بھی اس چیز کو بھانپ گئے اور کہنے لگے ڈریے نہیں ہم تو دو فریق ہیں اور اپنے مقدمہ کا فیصلہ کرانے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ آپ ازراہِ نوازش، حق و انصاف کے ساتھ ہمارا فیصلہ فرما دیجیے اور ہم میں سے کسی پر ظلم و زیادتی نہ ہو۔ جو فریق بھی ظلم و زیادتی کے راستے پر گامزن ہے اسے عدل و انصاف کی سیدھی راہ پر چلنے کی ہدایت فرما دیجیے....

زیرِ بحث اور مابعد آیات میں حضرت داؤد علیہ السلام کے ایک ابتلا کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں پیش آیا ہے جسے وہ ابتداء میں نہ سمجھ سکے مگر جلد ہی اس پر متنبہ ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور استغفار کیا جو بارگاہ الٰہی میں قبول ہو کر ان کی عظمت شان

Marfat.com

اور تقرب الی اللہ کا باعث بنا۔

معاملہ صرف اسی قدر تھا لیکن بعض غیر محتاط مفسرین نے جب یہ دیکھا کہ قرآن عزیز نے حضرت داؤد علیہ السلام کے امتحان کی کوئی تفصیل بیان نہیں کی اور تورات و اسرائیلی روایات میں ''اوریاہ'' کی بیوی کی ایک داستان موجود ہے جس میں حضرت داؤدؑ سے اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا ذکر ہے تو بلا تحقیق و بلا تامل اس ''خرافاتی'' داستان کو زیر بحث آیت کی تفسیر بنا کر آزمائش، استغفار اور توبہ کی قبولیت کو اس قصہ کے ساتھ چسپاں کر دیا۔

یہاں زیر بحث آیت کی تفسیر یا آزمائش و ابتلاء اور مقدمہ کی تفصیل بیان کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ اصلی مقصد اسی اسرائیلی داستان سے قارئین کو آگاہ کرنا ہے جسے بعض حضرات نے غلط طور پر اس آیت کی تفسیر بنا دیا ہے۔ لہٰذا پہلے وہ اسرائیلی روایت ملاحظہ فرمائیں:

''اور شام کے وقت داؤد اپنے پلنگ پر سے اٹھ کر بادشاہی محل کی چھت پر ٹہلنے لگا اور چھت پر سے اس نے ایک عورت کو دیکھا جو نہا رہی تھی اور وہ عورت نہایت خوبصورت تھی۔ تب داؤدؑ نے لوگ بھیج کر اس عورت کا حال دریافت کیا اور اسے بلا لیا۔ وہ ان کے پاس آئی اور انہوں نے اس سے صحبت کی۔ پھر وہ اپنے گھر چلی گئی اور وہ حاملہ ہو گئی، سو اس نے داؤدؑ کے پاس خبر بھیجی کہ میں حاملہ ہوں....

صبح کو داؤد نے ''یوآب'' کے لیے ایک خط لکھا اور اسے ''اوریاہ'' کے ہاتھ بھیجا اور اس نے خط میں یہ لکھا کہ ''اوریاہ'' کو گھمسان میں سب سے آگے رکھنا اور تم اس کے پاس سے ہٹ جانا تاکہ وہ مارا جائے....

اور اس شہر کے لوگ نکلے اور ''یوآب'' سے لڑے اور وہاں داؤدؑ کے خادموں میں سے تھوڑے سے لوگ کام آئے اور ''حتی اوریاہ'' بھی مر گیا تب ''یوآب'' نے آدمی بھیج کر سب حال داؤد کو بتا دیا....

جب ''اوریاہ'' کی بیوی نے سنا کہ اس کا شوہر ''اوریاہ'' مر گیا تو وہ اپنے شوہر کے لیے ماتم کرنے لگی اور جب سوگ کے دن گزر گئے تو داؤد نے اسے بلوا کر اس کو اپنے محل میں رکھ لیا اور وہ اس کی بیوی ہو گئی اور اس سے اس کا ایک لڑکا پیدا ہوا۔ پر اس کام سے جسے داؤد نے کیا تھا خداوند ناراض ہوا۔''

Marfat.com

(سموئیل (2) باب 11۔ آیات 2-27۔ بحوالہ قصص القرآن جلد دوم ص 74 مؤلفہ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی)

اس داستان میں حضرت داؤد علیہ السلام کا جو اخلاقی نقشہ پیش کیا گیا ہے اس کے مطالعہ کے بعد ان کو نبی اور پیغمبر تو کیا ایک صحیح اخلاق کا حامل انسان بھی نہیں سمجھا جا سکتا۔ دوسرے کی بیوی پر نظر بد ڈالنا، اس سے ناجائز طور پر ملوث ہونا اور پھر سازش کر کے اس کے شوہر کو ناحق قتل کروا دینا انسانی زندگی کے وہ ناپاک اعمال ہیں جن کے لیے علم اخلاق کی زبان میں ''بدکاری'' سے کم کوئی دوسرا لفظ استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ سبحٰنک ھٰذا بھتان عظیم

مذکورہ اسرائیلی روایت کے بعد مولوی دلپذیر کی بیان کردہ داستان ملاحظہ فرمائیں:

ذکر حضرت داؤد علیہ السلام:

تریجا ذکر داؤد نبی دا سننے اندر آیا
جویں خلاصیوں بھی تفسیروں نقرہ کاروں پایا
بطشا نام آہی اک عورت صاحب حسن صفائی
ہک دن باغ اپنے دے اندر نہاون کارن آئی
جدوں پوشاک اتار بدن دی بیٹھی حوض کنارے
کسے سببوں دیکھیا اس نوں نبی داؤد پیارے
دیکھ پیغمبر عاشق ہویا اس دا حسن صفائی
پچھنا کہتوس لوکاں کولوں ہے ایہ کون زنانی
لوکاں کہیا بطشا ہوسی مالک ایس چمن دی
اوہا آ کر نہاوے اتھے صاحب باغ حسن دی
پرنی ہے اوہ نال کسے دے پچھیا نبی ربانے
لوکاں کہیا پرنیاں اس نوں تھوڑے روز دہانے
اوریا نام بتاون اس دا جس نے ایہ پرنائی
ایہ پر ہن تک جمع نہ ہوئے لوکاں عرض سنائی
سن کے حال داؤد نبی نوں شوق محبت چایا
نال جنابی خاوند اس دا اپنے پاس سدایا

Marfat.com

راوی کہندا کیتیاں اول باتاں کجھ پیاروں
اس تھیں پچھے حکم سنایا بہت محبت پاروں
ملک فلانے جنگ کرن نوں کیتی اساں چڑھائی
لشکر دا سردار بنا کے تینوں بھیجنا بھائی
جاؤ کرو جہاد شتابی حکم نبی فرمایا
بہتی دولت دے کر اس نوں لشکر نال رلایا
سخت جگہ اوہ خطرے والی جت ول اس نوں ڈھویا
جو کوئی اُت وَل جاندا آہا واپس کدیں نہ ہویا
دو جگہاں دا حکم ہویا سی اول روم بتلاوَن
ناطقہ نام دوجے دا راوی ذکر لے آون
اول جا کے روم علاقے کیتی اوس لڑائی
کتنے کافر مارے سیدے فتح شتابی پائی
اس تھیں پچھے ناطقہ دے وَل لشکر لے کر چڑھنا
کتنے موذی مارے اوتھے خوب بہادر لڑیا
آخر اوریا حکم الٰہوں ہویا شہید اوتھائیں
پچھوں اس دے لشکر تائیں فتح دتی رب سائیں
بہتا مال غنیمت کر کے آندا اس زمینوں
خبر شہادت اوریا والی دَسی آن نبی نوں
سن کر حضرت برس دناں تک ماتم فرش وچھایا
اس تھیں پچھے بطشا دے سنگ نبی نکاح پڑھایا
اگے گھر داؤد نبی دے حرم نڑنویں آہے
ہو گئے سو برابر جس دم بطشا نال دیا ہے
اِسے تھیں سلیمان پیغمبر خالق پاک اوپایا
دیو پریاں کل دنیا اُپر جس نے حکم چلایا

Marfat.com

کرن روایت جد داؤد دے ایہ کم کیتا بھائی
غیرت پاک خداوند والی جوشاں دے وچہ آئی
بھیجا جبرائیل جنابوں آپ خداوند باری
نالے میکائیل فرشتہ سنو حقیقت ساری
آدمیاں دی صورت بن کر آئے مَلَک نورانی
بُہا مار عبادت اندر بیٹھا نبی حقانی
پاڑی کندھ فرشتیاں جلدی دونویں اندر آئے
دیکھ داؤد ہویا متحیر ڈاہڈی دہشت کھائے
خبر نہیں ایہ کون میرے گھر آن وڑے دیواروں
تھر تھر کنبیاں نبی اللہ دا دہشت ہیبت پاروں
کہیا فرشتیاں کرو نہ خطرہ اسیں نہ کجھ اکھیندے
مگراں آئے کول تساڈے دہشت ہیبت پاروں
سن کر تسیں اساڈا جھگڑا فیصلہ کر دیہو سانوں
تا پھر کہیا داؤد تنہاں نوں کیا کجھ بنی تسانوں
کہن لگا یک انہاں وچوں ایہ ہے میرا بھائی
اس دے کول نڑنویں بھیڈاں یا محبوب خدائی
ہکو بھیڈ میری یا حضرت اوہ بھی ہے ایہ لیندا
کجھ انصاف نہ آوے اس نوں زور زور کھسیندا
دسو اس نوں ایہ گل کرنی لائق ہے یا ناہیں
تاں داؤد اس دوجے کولوں پچھیا حال تداہیں
کیوں بھائی اس سچ الایا یا کجھ جھوٹ ملایا
کہن لگا جو بے شک حضرت اس نے سچ سنایا
کرن روایت جد اوہ دوجا ہو چکا اقبالی
تا حضرت اس پہلے تائیں اتنی بات دسالی

Marfat.com

بے شک ہے ایہ تیرے اُپر کردا ظلم نرالا
جو ہک بھیڈ تیرے تھیں منگے اتنیاں بھیڈاں والا
سن کر حکم فرشتے دونویں ہس کے آکھن لگے
اے داؤد نڑنویں عورت ہے سی تیری اگے
پھر تساں عورت اوریا والی کر کے حرص ویاہی
جے کر بھیڈ نہ کھسنے لائق، اوکد لائق آہی
ایہ جو تساں اساڈے حق وچہ فتویٰ ظلم لگایا
سمجھو تاں ایہ اپنا جھگڑہ پاس تساڈے آیا
ایہ گل کہہ کر غائب ہو گئے ترت فرشتے نوری
پچھوں سمجھ نبی نوں آئی سَن ایہ مَلک حضوری
رب دی طرفوں میرے تائیں کرن نصیحت آئے
کر افسوس داؤد پیغمبر رُووے تے پچھتاوے
ایسا سخت خدا دے خوفوں ڈریا نبی غفاری
چالی برساں اس غم اندر رہیا کریندا زاری
نیند آرام نہ رہ گیا کوئی بھکھ پیاس بھلائی
روون باجہ داؤد نبی دی پلک نہ گزرے کائی
کرن روایت نبی اللہ دا ایسا دردوں روندا
سُن سن کے ہمسایاں تائیں درد زیادہ ہوندا
راتیں نیند نہ پوے کسی نوں اس دے روون پاروں
اوڑک ہو لاچار تمامی نکل گئے گھر باروں
جبرائیل جناب الٰہوں آندا حکم ربانا
لائق نہیں گواہنڈیاں تائیں ایسا ضرر پہنچانا
خلقت کنوں علحدہ ہو کے کر دُوراڈے زاری
اتنی طاقت نہیں کسے نوں سنے تساڈی زاری

Marfat.com

تاں پھر نکل داؤد پیارا گھر تھیں باہر آیا
شہروں دور پہاڑاں اندر جا کر رونا پایا
ہوندا اثر پہاڑاں تائیں جس دم حضرت روندے
پَر بہت ہور پکھیرو سارے رو رو عاجز ہوندے
کرن روایت ہک دن حضرت جیوں سجدے وچہ آیا
چالی روز دہانے وچہ نہ سجدیوں سر چایا
رات دِنے اس سجدے اندر رو رو نیر چلاندا
سوا مہینہ گزریا اینویں نہ پیندا نہ کھاندا
اتنا نیر اکھیں تھیں راوی ذکر لے آیا
ہنجوں تھیں گھاہ پیدا ہویا سر تھیں لنگھ سوہایا
چھپ گیا سیس مبارک اتنا اُچا ہویا
کر کے اوٹ دیواراں وانگوں چاروں طرف کھلویا
اس پَربت نوں پوہتا جس دم ہویا حکم حضوروں
سجدے تھیں سر چا پیارے ہو گیوں پاک قصوروں
تاں پھر سجدے تھیں سر چایا اس مقبول گرامی
ایسی آہ نکالی اُٹھ کے جَل کے گھاہ تمامی

(گلزارِ یوسفؒ ص 552 تا 554۔ تحت ''ذکر حضرت داؤد علیہ السلام'')

قارئین کرام! مولوی دلپذیر نے حضرت داؤد علیہ السلام کی سیرت و کردار کا جو مکروہ نقشہ کھینچا اس نے تو ''یہودیوں'' کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔ موصوف کی بیان کردہ داستان جہاں عقیدہ عصمت انبیاء کے منافی ہے وہیں حضرت داؤد علیہ السلام کی صریح توہین پر بھی مبنی ہے۔

Marfat.com

حضرت داؤد علیہ السلام کا اوریا کی قبر پر جا کر معافی کی درخواست پیش کرنا

مولوی دلپذیر نے بتایا کہ حضرت داؤدؑ نے اپنے سپاہی اوریا کی بیوی کو غسل کرتے ہوئے برہنہ حالت میں دیکھا تو اس کی محبت ان کے دل میں واقع ہوگئی۔ پھر اوریا کو دولت اور منصب دے کر "جہاد" کے لیے بھیجا تاکہ یہ مر جائے اور اس کی بیوہ سے نکاح کر کے اپنے حرم میں داخل کر لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ حضرت داؤدؑ کے اس فعل سے سخت ناراض ہوئے اور حضرت داؤدؑ بھی اپنے اس فعل پر سخت نادم و شرمندہ ہوئے حتیٰ کہ چالیس سال تک گریہ وزاری کرتے رہے۔ ان کے رونے سے ان کے ہمسایہ بھی اذیت و بے آرامی میں مبتلا رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا پہاڑوں اور ویران مقامات پر جا کر گریہ وزاری کرو۔ اس حکم کی تعمیل میں حضرت داؤدؑ چالیس دن تک طویل سجدے میں پڑے رہے۔ بالآخر اللہ تعالیٰ کو ان پر رحم آگیا اور قصور معاف کر کے سجدے سے سر اٹھانے کا حکم دیا۔

مگر مولوی دلپذیر اپنی اس "بات" پر بھی قائم نہ رہے اور اللہ تعالیٰ پر بھی "بدا" کا الزام عائد کر دیا یعنی اللہ تعالیٰ نے قصور معاف کرنے کا پہلا حکم واپس لے کر حضرت داؤد علیہ السلام کو اوریا کی قبر پر جا کر باضابطہ طور پر اوریا سے قصور معاف کرانے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت داؤدؑ روتے ہوئے اوریا کی قبر پر گئے اور اپنا تعارف کرانے کے بعد اسے اپنا اصلی قصور بتائے بغیر مبہم انداز میں معافی کی درخواست پیش کی تو اس نے معاف کر دیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے معافی کے اس انداز کو پسند نہیں فرمایا اور حضرت داؤدؑ کو دوبارہ "اقبال جرم" کے ساتھ صریح الفاظ میں معافی مانگنے کا حکم دیا۔

چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام دوسری مرتبہ اس کی قبر پر گئے اور اسے اپنا اصلی قصور (یعنی میں نے تمہیں جہاد کرنے کے لیے اس غرض سے بھیجا تھا کہ تو ہلاک ہو جائے اور میں تیری بیوہ سے نکاح کر لوں) بتانے کے بعد اس سے معافی مانگی جسے اوریا نے رد کر دیا کہ میں آپ کا یہ قصور معاف نہیں کروں گا۔ یہ جواب پا کر حضرت داؤدؑ نے زیادہ گریہ وزاری شروع کر دی۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کو بخشوانے کے لیے یہ تدبیر اختیار کی کہ اوریا کو جنت میں عالی شان محل مع حوروں کے دکھلایا۔ اوریا نے یہ نعمت ملنے کی خواہش ظاہر کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پہلے داؤدؑ کی خطا معاف کر پھر تمہیں یہ حور و قصور ملیں گے۔ اس طرح طویل عرصہ کے بعد داؤدؑ کی خطا معاف ہوئی۔ ملاحظہ فرمائیں:

ہور بیان اک ایہ بھی سانوں سننے اندر آیا
جبرائیل داؤد نبی نوں آ کر ایہ فرمایا
قبر مبارک اوریا دی تے ونج معافی چاہو
مت محشر وچہ پکڑے تینوں، عیب اپنا بخشاؤ
تاں پھر اوتھوں روندا روندا ٹریا نبی غفاری
قبر اُتے جد پوہتا جا کے سد کیتا تن واری
تیجی وار قبر دے وچوں ایہ آوازہ آیا
کون کوئی جس مٹھی نیندوں مینوں آن جگایا
نام داؤد بتاون میرا آکھ پیغمبر رویا
بول لبیک کہیا پھر اس نے کیوں کر آون ہویا
نبی کہیا جو تیرے حق وچہ میں تھیں حرکت ہوئی
کرو معاف اساڈے تائیں ہور نہ مطلب کوئی
کہن لگا تساں بھیجا آہا جنت ول ساڈے تائیں
بڑا آرام دکھایا سانوں اُت ول خالق سائیں
فضلوں بخش شہیدی درجہ جنت دِتوس مینوں
جو کجھ موج بہشتاں اندر کیا میں دساں تینوں
لاکھاں حصے دنیا نالوں امن زیادہ پایا
وچہ حقیقت میرے تائیں جنت تساں وکھایا
بخشی اساں معافی تینوں یا مقبول ربانا
سن خوش خبری نبی اللہ دا فیر گھرے ول دھانا

Marfat.com

گھر آئے تاں جبرائیلے پھر آ خبر سنائی
اَجے قصور معاف، نہ ہویا یا محبوب خدایا
اصلی جو تقصیر تساں تھیں حق اس دے وچہ ہوئی
اوہ تساں حال، بیان نہ کیتا اس نوں خبر نہ کوئی
جا کے تسیں قبر اس دی تے ایہ گل کہو دوبارے
بھیجیا سی میں اُت وَل تینوں اس خواہش دے مارے
ایہ جو ہوگ شہادت تیری جا کے وچہ پردیساں
پچھوں تیری عورت بطشا اَسیں نکاح کریساں
امر الاہوں اینویں ہویا تدھ شہادت پائی
سن کر خبر شہادت تیری بطشا میں پَرنائی
جبرائیل کہیا ایہ حالت اول ونج سناہو
کر تقصیر بیان تمامی پھر معافی چاہو
سن فرمان داؤد نبی کیتی پھر تیاری
روندا روندا قبر اس دی اُتے آیا دوجی واری
سارا حال سنایا اس نوں جیوں کر وحی سکھایا
اس تیں بعد معافی کارن عرض سوال الایا
سن کر حال قبر تھیں اوریا بول آواز کریندا
ایہ تقصیر جو ہوئی تیں تھیں میں ناہیں بخشیندا
ایہ گل سن کر نبی اللہ دا ہور زیادہ رویا
غش دی حالت ہوون لگی ایسا عاجز ہویا
اس تھیں پچھے کتنی واری پھیر سوال سنایا
ایہ پر پھیر قبر دے وچوں کوئی آواز نہ آیا
بے امید ہویا جد اس تھیں بخش دتا رب عالی
بے شک ہر بے آسیاں کارن آس خداوند والی

Marfat.com

نہ رو اے داؤد پیارے آکھیا رب گرامی
کیتی اساں معاف تساڈی، اوہ تقصیر تمامی
عرض کیتی داؤد خدایا سب توفیقاں تینوں
ایہ پر اوریا راضی ہو کے کرے معاف نہ مینوں
حکم ہویا اسیں اس دی تائیں حور قصور دکھاواں
جد اوہ ساتھیں طلب کریسی عیب تیرا بخشاواں
بعضے آکھن اِسے ویلے رب اک محل بنایا
سرخ یاقوتوں جنت اندر زیبا کر دکھلایا
اوریا نے جد محل بہشتی ڈٹھا قبر وچالے
تخت سنہری نظری آیا حوراں ڈٹھیاں نالے
عاشق ہو کر مولا اگے اس نے عرض گزاری
لے چل اس مقام وچالے مینوں یا رب باری
حکم ہویا ایہ محل نورانی تاں ملسی سرکاروں
جے تقصیر داؤد نبی نوں کریں معاف پیاروں
سن فرمان قبر تھیں اوریے جلد آواز نکالی
بخشی میں تقصیر تسانوں یا پیغمبر عالی
راضی ہو کر نبی اللہ دا گھر اپنے نوں آیا
کتنے برساں زاری کر کے عیب معاف کرایا

(گلزارِ یوسفؑ ص 554-556۔ تحت ''ذکر حضرت داؤد علیہ السلام'')

مولوی دلپذیر نے منافی ''عقیدہ عصمت انبیاء'' اور حضرت داؤدؑ کی سراسر توہین و تنقیص پر مبنی ''اسرائیلی روایت'' انتہائی غلو و مبالغے اور اضافے کے ساتھ اپنی کتاب ''گلزارِ یوسفؑ'' یعنی تفسیر سورۃ یوسف میں نقل کر دی۔ موصوف کی تفسیری روایت کے برعکس قرآن کریم نے حضرت داؤدؑ کے متعلق تفصیل کے ساتھ یہ بتایا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسول اور معصوم پیغمبر ہیں، اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اور بنی اسرائیل کے امیر و حکمران ہیں۔

Marfat.com

حضرت علیؓ (م40ھ) فرماتے ہیں کہ:

"من حدث بحديث داؤد عليه السلام على ما يرو به القصاص جلدته مأة وستّين ذٰلك حد الفرية على الانبياء صلوات اللّٰه تعالٰى وسلامه عليهم أجمعين" (روح المعانی جلد23ص185)

جو شخص حضرت داؤدؑ کے متعلق اوریا کا قصہ بیان کرے گا میں اس کو 160 کوڑے ماروں گا جو انبیائے کرام پر بہتان کی حد ہے۔غیر انبیاء کے لیے اس قسم کی تہمت پر" حد قذف" 80 کوڑوں کی سزا ہے۔انبیائے کرام کی عظمت کے پیش نظر حضرت علیؓ نے اس سزا کو دگنا کر دیا ہے۔

امام فخر الدین رازی (م606ھ) سورۃ صٓ آیت 21 کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

یہاں ایک افسانہ بیان کیا جاتا ہے۔بعض لوگوں نے تو اس افسانہ کو ایسا رنگ دیا ہے کہ گناہِ کبیرہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر بندے کی طرف ہوتی ہے اور بعض نے اس واقعہ کو اس طرح ذکر کیا ہے کہ گناہِ صغیرہ کا ارتکاب لازم آتا ہے۔جب کہ میرا عقیدہ اور میری تحقیق یہ ہے کہ یہ واقعہ سراسر لغو اور باطل ہے۔

اگر ایسی حرکت فاسق ترین آدمی کی طرف بھی منسوب کی جائے تو وہ بھی اس کو برداشت نہیں کرے گا۔اور جس بد بخت نے ایسی فحش بات اللہ تعالیٰ کے نبی کی طرف منسوب کی ہے اگر خود اس پر ایسا الزام لگایا جائے تو وہ اپنی کمینگی اور خباثت طبع کے باوجود اس کی پرزور تردید کرے گا اور بہتان لگانے والے پر لعنت بھیجے گا۔ایسا گھناؤنا جرم جسے ایک ادنیٰ درجے کا امتی اپنے لیے پسند نہیں کرتا بھلا ایک نبی کا دامنِ عصمت اس سے کیوں کر آلودہ ہو سکتا ہے؟ نیز اگر قصہ کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو حضرت داؤد علیہ السلام پر دو سنگین جرم ثابت ہوں گے۔ایک قتل بے گناہ اور دوسرا فعل قبیح۔

قرآن کریم میں یہ آیات اس لیے نازل کی گئیں تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دل جوئی ہو اور حضرت داؤد علیہ السلام کے اسوۂ حسنہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے وہ کفار کی دل آزاری سے کبیدہ خاطر نہ ہوں۔اگر حضرت داؤدؑ سے یہ حرکت سرزد ہوئی ہوتی تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے ذکر سے اپنے محبوب کی دل جوئی نہ فرماتا جو اپنی خواہش نفس کے سامنے بے بس ہے اور قتل بے گناہ کی جرأت کرتا ہے۔

Marfat.com

علاوہ ازیں قرآن کریم میں حضرت داؤدؑ کو "عبدنا" (ہمارا بندہ)، "ذالاید" (عبادت وطاعت میں بڑا طاقت ور)، "اوّاب" (ہر وقت رجوع کرنے والا)، "فصل الخطاب" (فیصلہ کن بات کرنے کا ملکہ) وغیرہا جیسی صفات عالیہ سے موصوف کیا گیا ہے۔ اگر آپ سے العیاذ باللہ ایسی رذیل حرکت سرزد ہوئی ہوتی تو آپ کو ان اوصاف جمیلہ سے موصوف کرنے کا پھر کوئی مقصد نہ رہتا اور آپ کو "وَ اِنَّ لَہٗ عِنۡدَنَا لَزُلۡفٰی وَ حُسۡنَ مَاٰبٍ" کی خوش خبری ہرگز نہ دی جاتی۔

مشہور صوفی بزرگ حضرت ابن عربی (م 638ھ) فرماتے ہیں کہ:

واعظ پر فرض ہے کہ وہ ایسی باتوں سے اجتناب کرے جو مؤرخین نے بلا تحقیق یہودیوں سے نقل کی ہیں جن میں ان مقدس ہستیوں کی لغزشوں کا بیان ہوتا ہے جن کی اللہ تعالیٰ نے ثناء و توصیف فرمائی ہے اور انہیں دوسرے لوگوں سے چن لیا ہے۔ اور پھر واعظ اس کے باوجود یہ کہے یا سمجھے کہ وہ قرآن کی تفسیر بیان کر رہا ہے؟ (فتوحات مکیہ جلد دوم ص 256۔ طبع مصر)

مذکورہ تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ مولوی دلپذیر وامثالہ نے حضرت داؤد علیہ السلام سے متعلق جو قصہ بیان کیا ہے وہ عقیدہ عصمت انبیاء کے سراسر منافی ہے اور حضرت داؤدؑ کی توہین پر مبنی ہونے کے علاوہ اصول روایت ودرایت کے اعتبار سے بھی خلافِ حقیقت، لغو اور باطل ہے۔

باری تعالیٰ ہمیں انبیائے کرام علیہم السلام کی عظمت اور صحابہ کرام واہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ناموس کا تحفظ اور دفاع کرنے اور ان کے ساتھ صحیح عقیدت اور سچی محبت رکھنے کے ساتھ ساتھ آخرت میں ان کی معیت نصیب فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

اس کے ساتھ ہی مولوی دلپذیر بھیروی کی کتاب "گلزارِ یوسف" میں حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت یوسف اور حضرت داؤد علیہم السلام سے متعلق منافی عصمت اور مبنی بر توہین روایات کا ایک تنقیدی جائزہ مکمل ہوگیا ہے جس سے باقی کتاب (جو 650 صفحات پر مشتمل ہے) کے مواد کا بھی بخوبی و بآسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

چونکہ زیر تبصرہ کتاب "گلزار یوسف" غمی کے مواقع پر غم ہلکا کرنے کی خاطر نہایت ہی عقیدت واحترام کے ساتھ مردوزن کے اجتماعات میں پڑھی اور سنی جاتی ہے اس لیے حصہ دوم میں غمی کے مواقع پر "موت" اور تعزیت سے متعلق اسلامی احکام ہدیۂ قارئین کیے جاتے ہیں:

Marfat.com

حصہ دوم

موت اور اس کے متعلقات

Marfat.com

Marfat.com

اسلام میں بدعت کی مذمت

زیرِ نظر کتاب کے حصہ اول میں مولوی دلپذیر بھیروی کی کتاب ''گلزارِ یوسفؑ'' کا جزوی طور پر ایک تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے؛ جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ اس کتاب میں واضح طور پر حضرت یعقوب، حضرت یوسف اور حضرت داؤد علیہم السلام کی توہین پائی جاتی ہے لہٰذا اس کتاب کا کسی بھی (بالخصوص غمی کے) موقع پر پڑھا جانا کسی طور پر بھی جائز نہیں ہے۔

اگر بالفرض کتاب مذکور میں انبیائے کرامؑ کی توہین نہیں بھی پائی جاتی تو پھر بھی یہ طریقہ ''بدعت'' میں شامل ہونے کی وجہ سے قابل ترک ہے۔ موت اور اس کے متعلقات بیان کرنے سے پہلے یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ''اسلام میں بدعت کی مذمت، اس کی لغوی وشرعی تعریف اور بدعت وضلالت'' کے محرکات سے قارئین کو آگاہ کر دیا جائے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۝ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ۝ (الکہف 103-104)

فرمایئے (اے لوگو!) کیا ہم مطلع کریں تمہیں ان لوگوں پر جو اعمال کے لحاظ سے گھاٹے میں ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی ساری جدوجہد دنیوی زندگی کی آراستگی میں کھو کر رہ گئی اور وہ یہ خیال کر رہے ہیں کہ وہ کوئی بڑا عمدہ کام کر رہے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں اہل بدعت کو انجام بد کی وعید سنائی گئی ہے کہ وہ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ خسارے والے ہیں کیونکہ وہ اعمال بدعت کو ''نیکی'' سمجھ کر بجالاتے رہے۔ حالانکہ ان کی تمام تر سعی ومحنت بے کار اور ضائع ہوگئی۔

ہر بدعت ضلالت اور موجب ہلاکت ہے:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا کرتے تھے:

امّا بعد! فانّ خير الحديث كتاب الله و خير الهدى هدى محمّد صلّى الله عليه وسلّم و شرّ الامور محدثاتها و كلّ بدعة ضلالة

(صحيح مسلم جلد اول ص 285. كتاب الجمعة. فصل فى خطبة الجمعة)

Marfat.com

امّابعد! بہ ترین بیان اللہ کی کتاب ہے اور بہترین نمونہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے اور (دین میں) نئے نئے گھڑے ہوئے کام برے ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

امام نسائی نے اس روایت میں یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں:

"و کلّ ضلالة فی النّار" (سنن نسائی جلد اول ص 179)

اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔

حضرت عرباض بن ساریہؓ ایک طویل روایت کے ذیل میں نبی کریمؐ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں:

"ایّاکم و محدثات الامور فانّ کلّ محدثة بدعة و کل بدعة ضلالة" (جامع ترمذی جلد دوم ص 92)۔

تم (دین میں) نئی نئی باتوں سے بچو کیونکہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

دین میں نئی بات نکالنا مردود ہے:

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

"قال النّبیّ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم من أحدث فی امرنا هٰذا ما لیس منه فهو ردّ

(صحیح بخاری۔ کتاب الصلح باب: اذا اصطلحو علی صلح جور فهو مردود۔ رقم الحدیث 2697)

نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے ہمارے اس معاملہ (دین) میں کوئی نئی بات نکالی تو وہ مردود ہوگی۔

صحیح مسلم کی روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ:

من عمل عملاً لیس علیه امرنا فهو ردّ

(صحیح مسلم کتاب الاقضیة باب نقض الاحکام الباطلة ورد محدثات الامور جلد دوم ص 77)

جس شخص نے کوئی ایسا کام کیا جس پر ہماری طرف سے ثبوت نہ ہو تو وہ کام مردود ہوگا۔

محدثین کرام کی صراحت کے مطابق "فی امرنا هٰذا" سے مراد "فی دین الاسلام" ہے۔

اگر یہ صراحت نہ بھی ہوتی تو پھر بھی "امرنا" سے دین اسلام ہی مراد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نبی کا "امر" یقیناً دین ہی ہے۔ لہٰذا حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ دین میں جو نیا کام نکالا جائے وہ مردود ہوگا۔

بدعتی لعنت کا حق دار ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

Marfat.com

المدينة حرم من كذا إلىٰ كذا لا يقطع شجرها ولا يحدث فيها حدث من أحدث فيها حدثا فعليه لعنة الله والملئكة والنّاس اجمعين۔

(صحیح بخاری کتاب المناسك باب حرم المدينة۔رقم الحديث 1867)

مدینہ منورہ کا حرم یہاں سے وہاں تک ہے۔اس کا درخت نہ کاٹا جائے ، اس میں کوئی بدعت نہ کی جائے۔جس شخص نے اس میں کوئی بدعت نکالی تو اس پر اللہ تعالیٰ ،فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔

بدعتی کا کوئی عمل مقبول نہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

المدينة حرم مابين عائر إلىٰ كذا من أحدث فيها حدثاً او آوىٰ محدثاً فعليه لعنة الله والملئكة والنّاس اجمعين لا يقبل منه صرف و لا عدل۔

(صحیح بخاری۔ كتاب المناسك باب حرم المدينة۔رقم الحديث 1870)

عائر پہاڑ سے لے کر یہاں تک مدینہ حرم ہے جو کوئی یہاں بدعت پیدا کرے یا کسی بدعتی کو پناہ دے تو اس پر اللہ اور ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت ہو نہ اس کی فرض عبادات قبول ہوں گی اور نہ ہی نفل۔

ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ:

أبى الله أن يقبل عمل صاحب بدعة حتىٰ يدع بدعته۔(سنن ابن ماجه ص6)

اللہ تعالیٰ نے بدعتی کے اعمال قبول کرنے سے انکار کر دیا تاوقتیکہ وہ اپنی بدعت کو چھوڑ نہ دے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ تین آدمی (یعنی صحابی) ازواج مطہرات کے پاس نبی اکرمؐ کی عبادت کے بارے میں پوچھنے کے لیے آئے ، جب انہیں اس کے بارے میں بتلایا گیا تو انہوں نے اس عبادت کو اپنے حق میں کم سمجھا اور کہنے لگے کہ: کہاں ہم اور کہاں نبی کریمؐ؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیے ہیں:

قال أحدهم أمّا أنا فانّى اصلّى اللّيل أبداً و قال أخر أنا أصوم الدهر و لا افطر و قال أخر و انا أعتزل النسآء فلا أتزوّج أبداً فجاء رسول الله صلّى الله عليه وسلّم إليهم فقال أنتم الذين قلتم كذا و كذا۔

Marfat.com

أما واللّٰہ إنّی لأخشاکم للّٰہ و اتقاکم لہ لکنّی اصوم و افطر و اصلی و أرقد و أتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منّی۔

(صحیح بخاری۔ کتاب النکاح۔باب الترغیب فی النکاح۔رقم الحدیث 5063)

ان میں سے ایک صحابی نے کہا: میں ہمیشہ تمام رات نماز پڑھا کروں گا۔دوسرے نے کہا: میں ہمیشہ دن کو روزہ رکھوں گا، کبھی افطار نہیں کروں گا۔تیسرے نے کہا: میں عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا۔

پھر نبی کریمؐ ان کے پاس آئے اور پوچھا کہ تم ہی لوگ ہو جنہوں نے اس اس طرح کہا ہے؟ اللہ کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں اور تم سب سے زیادہ تقویٰ اختیار کرنے والا ہوں لیکن:

میں روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں ، میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور آرام بھی کرتا ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔پس جو کوئی میرے طریقے سے روگردانی کرے گا اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

ان تین آدمیوں نے جن کاموں کا ارادہ کیا وہ کام یقیناً نیک تھے اور خلوص نیت پر مبنی تھے۔اس کے باوجود نبی اکرمؐ نے ناراضی کا اظہار کیا اور سنت سے زائد کام کرنے سے روک دیا بلکہ سنت سے زیادہ کام کرنے کا ارادہ کرنے والے سے اپنی بے تعلقی اور بیزاری کا اظہار فرمایا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریمؐ سب سے زیادہ متقی اور اللہ سے ڈرنے والے تھے۔لہٰذا جو جو کچھ آپؐ نے کیا وہ تقویٰ کی انتہائی منزل اور آخری حد ہے ، اس کے آگے ضلالت و گمراہی کی حد شروع ہو جاتی ہے۔لہٰذا جو شخص ''سنت'' سے زائد کام کرتا ہے وہ گویا نبی اکرمؐ سے زیادہ متقی بننا چاہتا ہے؛ تو ایسے شخص کے بارے میں شرعی حکم واضح ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

وَجَعَلْنَا فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ط وَ رَهْبَانِیَّةَ نِ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَیْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَایَتِهَا فَاٰتَیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ وَ كَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ○ (سورۃ حدید 27)

جن لوگوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی پیروی کی ہم نے ان کے دلوں میں شفقت اور مہربانی کا

Marfat.com

جذبہ پیدا کردیا (پھر) ان لوگوں نے رہبانیت کی بدعت نکالی جو ہم نے ان پر فرض نہیں کی تھی (انہوں نے اپنے خیال میں) اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے (خود ہی ایسا کرلیا تھا) پھر جیسا اس کو نباہنا چاہیے تھا، نباہ بھی نہ کرسکے۔ پھر جو لوگ ان (بدعتیوں) میں سے ایمان لے آئے ان کو ہم نے ان کا اجر دیا اور ان میں سے بہت سے فاسق ہی رہے۔

مذکورہ آیت کے پہلے حصے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیروی کرنے والوں کی تعریف بیان فرمائی۔ یہ لوگ بدعتی نہیں تھے۔

پھر آیت کے دوسرے حصے میں اللہ تعالیٰ نے پیروی کرنے والوں میں سے ان لوگوں کی مذمت کی جو بدعت کا شکار ہوگئے تھے؛ پھر ان بدعتیوں میں سے بعض لوگوں کے ایمان لانے کا ذکر کیا۔ اس کا مطلب صاف ہے کہ پہلے وہ "بدعتی" کافر ہوگئے تھے جب بدعت چھوڑ کر تائب ہوگئے تو گویا پھر ایمان لائے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ بعض بدعات "کفر" تک بھی پہنچا دیتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریمؐ کا ارشاد ہے کہ:

"کلّ بدعة ضلالة (صحیح مسلم) و کلّ ضلالة فی النار" (نسائی)

ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔

بدعت کے متعلق "ضلالت" کا لفظ بھی اس کی شناعت پر دلالت کررہا ہے۔ نیز آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ:

"انّ.... شرّ الامور محدثاتها" (صحیح مسلم)

بے شک تمام اعمال میں سب سے بدتر عمل بدعات ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ.... (المائدہ۔3)

آج میں نے تمہارے دین کو کامل کردیا۔

جب دین کامل ہوگیا تو پھر اس میں کوئی چیز شامل نہیں ہوسکتی۔ دین میں نئی چیز شامل کرنے کے معنی یہ ہیں کہ دین کو ناقص مانا جائے اور یہ عقیدہ کفر ہے۔ جو لوگ دین میں نئی نئی باتیں نکال رہے ہیں یا نئی نئی باتوں پر عمل کررہے ہیں وہ دین کو ناقص ماننے کا اقرار کریں یا نہ کریں عملاً وہ کو ناقص ہی ثابت کررہے ہیں۔ گویا ان کا کسی بدعت کے کام پر عمل کرنا عملی کفر ہے۔

Marfat.com

بدعت شرک ہے:

دین اسلام، اللہ کا دین ہے۔ اس دین کی تمام جزئیات اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

"شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ...." (شوریٰ 13)

اللہ نے تمہارے لیے دین بنایا۔

دین میں کمی بیشی کرنے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل ہے۔ بدعت چونکہ دین میں شامل نہیں ہوتی بلکہ بعد میں اختراع کی جاتی ہے لہٰذا یہ دین میں اضافے کے مترادف ہے؛ جب کہ دین میں اضافہ کرنا صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ لہٰذا جو لوگ کسی بدعت کا اضافہ کرتے ہیں وہ اپنے آپ کو الوہیت کے منصب پر پہنچا دیتے ہیں، وہ شرک فی الدین اور شرک فی التشریع کے مرتکب ہوتے ہیں؛ اور جو لوگ اس بدعت پر عمل کرتے ہیں وہ گویا اس بدعتی کو دین اور شریعت سازی میں اللہ تعالیٰ کا شریک سمجھتے ہیں۔ اس طرح وہ ایک "اللہ" نہیں بلکہ بہت سے "اللہ" مانتے ہیں۔ جو لوگ بدعت پر عمل پیرا ہیں وہ کتنا بڑا شرک کر رہے ہیں لیکن انہیں اس کا شعور ہی نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ (شوریٰ 21)

کیا انہوں نے (اللہ کے) شریک بنا رکھے ہیں جو ان کے لیے دین سازی کرتے رہتے ہیں، حالانکہ اللہ نے اس کی اجازت نہیں دی۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ دین سازی شرک ہے جب کہ دین سازی خالص اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ "اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ" (الزمر 3) خبردار دین خالص اللہ کے لیے ہے۔

اس تفصیل سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ کسی شخص کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ اپنی طرف سے کوئی نئی عبادت، کوئی جدید طریقہ پرستش یا کوئی خود ایجاد دین کی اصل اور فرع میں بڑھا سکے۔ البتہ صرف اتنا اختیار دیا گیا ہے کہ جن امور و مسائل کے لیے وضاحت اور صراحت کے ساتھ کھلے احکام بیان نہیں کیے گئے، ان میں دین کے دیگر اصول و احکام کی روشنی میں "اجتہاد" اور غور و فکر کر کے احکام مستنبط کیے جا سکتے ہیں۔

Marfat.com

بدعت میں خیر نہیں:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

"وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي۔ (المائدہ۔3)

اور میں نے تم پر اپنی نعمت پوری کردی۔

جب دین مکمل ہوگیا اور نعمت پوری ہوگئی تو اب دین میں سے کون سی نعمت باقی رہ گئی جس کو تلاش کیا جائے۔ اگر بدعت بھی نعمت اور خیر ہوتی تو ضرور اللہ تعالیٰ اس کو پہلے اپنے دین میں شامل کرتے تو پھر دین کی تکمیل کا اعلان فرماتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں نے جو بدعات اختراع کر رکھی ہیں وہ نعمت نہیں بلکہ لعنت ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ اٰوٰى مُحْدِثًا (صحیح مسلم۔ کتاب الاضاحی)

اللہ کی لعنت ہے اس شخص پر جو کسی بدعتی کو پناہ دے۔

جب بدعتی کو پناہ دینے والے پر اللہ کی لعنت ہے تو پھر خود بدعتی پر کس قدر لعنت ہوگی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

انّه لم يكن نبيّ قبلي الّا كان حقًا عليه أن يدلّ امّته على خير ما يعلمه لهم۔

(صحیح مسلم۔کتاب الامارۃ۔باب وجوب الوفاء ببیعۃ الخلیفۃ الاول فالاول الجزء الثانی ص 126)

مجھ سے پہلے جتنے بھی رسول آئے ان میں سے ہر ایک پر فرض تھا کہ امت کے لیے جو خیر کی بات انہیں معلوم ہو وہ امت کو بتا دیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ "خیر" کی جتنی باتیں تھیں وہ نبی اکرمؐ نے امت (صحابہ کرامؓ) کو بتا دیں۔ اب کوئی "خیر" باقی نہیں جسے دین میں "خیر" سمجھ کر داخل کیا جائے۔

بدعتی کی بدبختی:

قیامت کے دن بعض لوگوں کو "حوضِ کوثر" سے دور کر دیا جائے گا۔ نبی اکرمؐ دریافت فرمائیں گے کہ ان کو کس جرم کی وجہ سے دور کیا جا رہا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملے گا:

انّك لا تدري ما أحدثوا بعدك فأقول سحقًا سحقًا لمن غيّر بعدي۔

(صحيح بخاري. كتاب الحوض. باب الحوض رقم الحديث 6584)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ آپؐ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپؐ کے بعد کیسی کیسی بدعتیں ایجاد کیں؟

تو نبی اکرمؐ فرمائیں گے کہ وہ لوگ مجھ سے دور ہو جائیں جنہوں نے میرے بعد دین میں تبدیلی کر ڈالی تھی۔ اس حدیث سے بدعتی کی بدبختی کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔

بدعتی اسلام سے خارج ہے:

سیدنا حذیفہ بن الیمانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یقبل اللہ لصاحب بدعة صومًا و لا صلوٰةً و لا صدقةً و لا حجاً و لا عمرةً و لا جهاداً و لا صرفاً و لاعدلا ، یخرج من الاسلام کما تخرج الشعرة من العجین (سنن ابن ماجہ ص6)

اللہ تعالیٰ بدعتی کا روزہ، نماز، صدقہ، حج، عمرہ، جہاد غرضیکہ فرض و نفل کوئی عبادت قبول نہیں کرتا۔ بدعتی اسلام سے اس طرح نکل جاتا ہے جیسے گوندھے ہوئے آٹے میں سے بال۔

بدعتی کی تعظیم، دین کو منہدم کرنا ہے:

سیدنا ابراہیم بن میسرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من وقر صاحب بدعة فقد أعان علی هدم الاسلام۔ (مشکوٰۃ ص31)

جس شخص نے کسی بدعتی کی تعظیم و توقیر کی، گویا اس نے اسلام کی عمارت گرانے میں اس کی اعانت کی۔

بدعتی پر توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے:

سیدنا انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انّ اللہ حجب التوبة عن صاحب بدعة (مجمع الزوائد جلد 10۔ص189)

بدعتی پر اللہ تعالیٰ نے توبہ کا دروازہ بند کر دیا ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ ''بدعت'' سے توبہ کی توفیق سلب ہو جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل بدعت چونکہ ''نافرمانی، معصیت اور گناہ'' کو ''نیکی'' سمجھتے ہیں اس لیے وہ بدعت سے توبہ نہیں کرتے۔ بدعت کے سوا دوسرے بڑے سے بڑے گناہ کو گناہ ہی سمجھا جاتا ہے اس

Marfat.com

لیے اس شخص کو توبہ کی توفیق نصیب ہو سکتی ہے لیکن اس کے برعکس ''بدعت'' کو چونکہ نیکی سمجھ کر کیا جاتا ہے اس لیے کسی نیک کام سے ''توبہ'' کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور وہ شخص توبہ کیے بغیر دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔

اس سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ عام گناہوں میں مبتلا ہونا اس قدر برا نہیں جس قدر بدعت کے کام انجام دینا مذموم اور برا ہے۔ شیطان کی سب سے بڑی چال یہی ہے کہ وہ انسان کو کسی ایسے عمل پر لگا دے جو حقیقت میں گناہ ہو اور کرنے والا اسے نیکی سمجھتا ہو۔

علامہ منذری نے اپنی کتاب ''الترغیب والترہیب'' میں یہ روایت بیان کی ہے کہ:

"انّ ابلیس قال أهلکتهم بالذنوب فأهلکونی بالاستغفار فلمّا رأیت ذٰلك أهلکتهم بالاهواء فهم یحسبون أنهم مهتدون فلا یستغفرون"

ابلیس نے کہا کہ میں نے لوگوں کو گناہ پر آمادہ کر کے ہلاک کیا تو انہوں نے توبہ کر کے مجھے تباہ کر دیا (یعنی میری ساری محنت پر پانی پھیر دیا) جب میں نے یہ ماجرا دیکھا تو میں نے ایسے عمل جاری کر دیے جو نفسوں کے موافق ہیں (جب کہ حقیقت میں گناہ ہیں، اب وہ ان کاموں کو چونکہ نیکی سمجھتے ہیں) اس لیے اپنے آپ کو ہدایت پر جانتے ہیں لہٰذا توبہ و استغفار نہیں کرتے۔

بدعتی دین کو ناقص سمجھتا ہے:

اللہ تعالیٰ کے اس اعلان (کہ "الیوم اکملت لکم دینکم") کے مطابق دین مکمل ہو چکا ہے جب کہ اہل بدعت ''عبادات'' کے نئے طریقے ایجاد کر کے یہ باور کراتے ہیں کہ دین کی تکمیل ہمارے ہاتھوں ہو رہی ہے کیونکہ اس دین اسلام میں ہمارے جاری کردہ طریقے موجود نہیں ہیں، لہٰذا دین عہد رسالت میں مکمل نہیں ہوا تھا۔

بدعتی نبی اکرم ﷺ پر خیانت کا الزام عائد کرتا ہے:

اہل بدعت نے عبادات کے نئے طریقے ایجاد کیے ہیں ان کے بارے میں دو ہی باتیں ممکن ہیں۔ ایک یہ کہ عبادت کا یہ نیا طریقہ نبی اکرمؐ کو معلوم تھا اور دوسری بات یہ کہ آپؐ اس سے بے خبر تھے۔

اگر مؤخر الذکر بات کو تسلیم کیا جائے کہ آپؐ اس نئے طریقہ عبادت سے آگاہ نہیں تھے تو پھر اس سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ اس بدعت کا دین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

Marfat.com

اور اگر اس نوایجاد طریقہ عبادت کے متعلق یہ کہا جائے کہ آپؐ اس سے باخبر اور آگاہ تھے لیکن آپؐ نے وہ طریقہ صحابہ کرامؓ کو نہیں بتایا تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ معاذ اللہ نبی اکرمؐ نے تبلیغ رسالت کے فرائض میں کوتاہی کی اور دین میں بخل وخیانت سے کام لیا۔ اسی سے استدلال کرتے ہوئے امام مالکؒ نے فرمایا کہ:

جو شخص کوئی بدعت ایجاد کرتا ہے وہ گویا یہ دعویٰ کرتا ہے کہ نبی اکرمؐ نے (العیاذ باللہ) رسالت میں خیانت کی کہ پورے احکام نہیں پہنچائے۔ جو کام اس زمانہ میں دین نہیں تھا وہ آج بھی دین نہیں ہوسکتا۔ علامہ شاطبی لکھتے ہیں کہ امام مالک نے فرمایا:

"من ابتدع بدعة یراها حسنة فقد زعم أنّ محمداً صلی اللہ علیه وسلم خان الرسالة لأنّ اللہ تعالٰی یقول: "الیوم اکملت لکم دینکم "فما لکم یومئذ دیناً لا یکون الیوم دیناً" (اعتصام جلد اول ص 48)

بدعتی دین میں تحریف کا راستہ کھولتا ہے:

بدعت کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ اگر عبادات میں اپنی طرف سے نئے نئے طریقے ایجاد کرنے کی اجازت دے دی جائے تو دین میں تحریف کا راستہ کھل جائے گا اور ہر دور میں اہل بدعت دین میں اضافہ کرتے رہیں گے اور یہ پہچان ہی نہیں ہوگی کہ نبی اکرمؐ کا بتایا ہوا طریقہ عبادت کیا تھا؟

بدعت کا دوسرا نقصان یہ ہے کہ ایک مسلمان "سنت" کی نعمت سے محروم ہوجاتا ہے۔ رسول اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ:

ما أحدث قوم بدعة الّارفع مثلها من السنّة ، فتمسك بسنّة خیر من إحداث بدعة (رواہ احمد مشکوٰۃ ص 31)

کوئی قوم بدعت ایجاد نہیں کرے گی مگر اسی مقدار میں ان سے "سنت" اٹھالی جائے گی۔ "سنت" کے ساتھ وابستہ رہنا بدعت نکالنے سے بہتر ہے۔

سیدنا بلال بن حارث مزنی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من أحیٰ سنة من سنتی قد امیتت بعدی فانّ له من الاجر مثل اجور من عمل بها من غیر أن ینقصه من اجورهم شیئاً ،

و من ابتدع بدعة ضلالة لا یرضاها اللہ و رسوله کان من الاثم مثل

Marfat.com

أثام من عمل بها، لا ینقص ذٰلك من اوزارهم شیئًا

(جامع ترمذی جلد دوم ص 92، مشکوٰۃ ص 30)

جس شخص نے میری سنتوں میں سے کسی ایسی سنت کو جاری کیا جو میرے بعد مٹ چکی تھی تو اس کا اجر اس سنت پر عمل کرنے والوں جتنا ہوگا اور ان کے اجر میں سے کوئی کمی نہیں ہوگی۔ اور جس شخص نے کوئی گمراہی کا راستہ نکالا جس سے اللہ اور اس کے رسول راضی نہیں، تو اس پر عمل کرنے والوں کے برابر گناہ ہوگا اور ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ:

"ما من نبیّ بعثه اللّٰه فی امّة قبلی الّا کان له فی امته حوّاریّون وأصحاب یأخذون بسنته و یقتدون بامره ثم انّها تخلف من بعدهم خلوف یقولون ما لا یفعلون و یفعلون ما لا یؤمرون،

فمن جاهدهم بیده فهومومن و من جاهدهم بلسانه فهو مؤمن و من جاهدهم بقلبه فهو مؤمن و لیس ورآء ذٰلك من الایمان حبّة خردل۔"

(صحیح مسلم۔ کتاب الایمان۔باب بیان کون النهی عن المنکر من الایمان۔جلد اول ص 52)

مجھ سے پہلے جو نبی بھی اللہ نے کسی امت میں مبعوث فرمایا اس امت میں اس کے مددگار اور اصحاب ہوا کرتے تھے جو اس نبی کی سنت پر عمل کرتے تھے اور اس کے حکم کی تعمیل کرتے تھے مگر اس کے بعد ایسے ناخلف لوگ پیدا ہوگئے جو ایسی باتیں کہتے تھے جن پر عمل نہیں کرتے تھے اور جو عمل کرتے تھے ان کے کرنے کا انہیں حکم نہیں دیا گیا تھا (یعنی بدعتیں کرتے تھے) پس جو شخص ایسے لوگوں کے ساتھ اپنے ہاتھ سے جہاد کرے وہ مومن ہے، جو زبان سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے اور جو دل سے جہاد کرے تو وہ بھی مومن ہے اور اس کے بعد تو رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان باقی نہیں رہتا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی بدعتی کے خلاف "دل" سے بھی جہاد نہ کرے تو اس کے پاس رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان باقی نہیں رہتا۔ تو خوب سوچیں کہ جو شخص خود بدعت تو نہیں کرتا لیکن بدعتی یا بدعت کے خلاف ہاتھ وزبان اور دل سے جہاد نہیں کرتا یا اس بدعت کو دل سے بھی برا نہیں سمجھتا تو وہ ایمان سے ہی محروم قرار دیا گیا ہے تو اس کے برعکس جو شخص خود بدعتی ہے، اہل بدعت کا ہم نوالہ و پیالہ اور ہم نشین ہے اور بدعت کو نیکی وثواب سمجھ کر کرتا ہے تو وہ کتنا بڑا بے ایمان ہوگا؟

Marfat.com

بدعت کی تعریف

گذشتہ صفحات میں قرآن وحدیث کی روشنی میں "بدعت" کی مذمت ونحوست تفصیل کے ساتھ بیان کردی گئی ہے۔ اس بحث کے آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بدعت کی تعریف اوراس کی اقسام بھی ہدیۂ قارئین کردی جائیں:

بدعت کے لغوی معنی:

عربی زبان میں "بدعت" کا مادہ "بَدَعٌ" ہے۔ کسی نئی چیز کا پیدا کرنا یا ایجاد کرنا جب کہ "بدْعٌ" کے معنی ہیں نو ایجاد چیز جو کسی کی مثال پر نہ ہو۔ "بَدِیعٌ" اللہ تعالیٰ کا ایک نام ہے: اس کے معنی ہیں: بے نمونہ نئی چیز پیدا کرنے والا۔

علامہ راغب اصفہانی مفردات القرآن میں لکھتے ہیں کہ:

"الا بداع" کے معنی بغیر کسی تقلید کے کسی چیز کے ایجاد کرنے کے ہیں۔ جب "اِبْدَاعٌ" کا لفظ اللہ تعالیٰ کے متعلق استعمال ہو تو اس کے معنی بغیر آلہ، بغیر مادہ، بغیر زمان ومکان کے کسی شی کو ایجاد کرنے کے ہوتے ہیں۔

الغرض بدعت کے لغوی معنی یہ ہوئے کہ:

ایسی نئی چیز جس کا نمونہ پہلے سے موجود نہ ہو۔ قرآن مجید سے بھی اس معنی کی تائید ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

"قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ" (الاحقاف 9)

(اے پیغمبرؐ) آپ کہہ دیجیے کہ میں رسولوں میں "بِدْعٌ" نہیں ہوں یعنی کوئی ایسا نیا اور نرالا رسول نہیں ہوں کہ اس کا نمونہ گذشتہ رسولوں میں نہ ہو، مجھ سے پہلے بھی ایسے رسول آتے رہے ہیں۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ "بدعت" لغوی اعتبار سے ہر اس نئی چیز کے وجود میں آنے کے لیے مستعمل ہے جو پہلے سے موجود نہ ہو۔ اس طرح اس لفظ کے تحت ہر قسم کی نئی نئی ایجادات، طور طریقہ، رسم ورواج، عادات واطوار، علوم وفنون اور سائنسی انکشافات وغیرہ آجاتے ہیں۔ یوں اس لفظ کا دائرہ استعمال اس قدر وسیع وہمہ گیر ہوجاتا ہے کہ اس کی حد بندی

Marfat.com

ناممکن ہے۔

بدعت کے اصطلاحی وشرعی معنی:

قرآنی اور لغوی معنی کی بنیاد پر بدعت کے شرعی معنی یہ ہوئے کہ:

ایسا نیا کام جس کی مثال یا جس کا نمونہ پہلے سے شریعت میں موجود نہ ہو اور زیادہ ثواب حاصل کرنے کی نیت سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے بعد اسے اختیار کیا گیا ہو اور آپؐ اور صحابہ کرامؓ کے عہد مبارک میں اس کا داعیہ اور سبب موجود ہونے کے باوجود نہ قولاً ثابت ہو، نہ فعلاً، نہ صراحتاً، نہ اشارتاً۔

اس تعریف سے معلوم ہوا کہ عادات اور دنیوی ضروریات کے لیے جو نئے آلات اور طریقے آئے روز ایجاد ہوتے رہتے ہیں ان کا شرعی بدعت سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ وہ امور بطور عبادات اور بہ نیت ثواب نہیں کیے جاتے؛ یہ سب جائز اور مباح ہیں بشرطیکہ وہ کسی شرعی حکم کے مخالف نہ ہوں۔

نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جس کام کی ضرورت عہد رسالت میں موجود نہ تھی، بعد میں کسی دینی مقصد کو حاصل کرنے کے لیے پیدا ہو گئی وہ بھی بدعت میں داخل نہیں۔ جیسے مروجہ مدارس اسلامیہ، تعلیمی و تبلیغی انجمنیں، دینی نشر واشاعت کے ادارے، قرآن و حدیث کو سمجھنے کے لیے علم صرف و علم نحو، ادب عربی، فصاحت و بلاغت کے فنون یا مخالف اسلام قوتوں کا رد کرنے کے لیے منطق اور فلسفہ کی کتابیں یا جہاد کے لیے جدید اسلحہ اور جدید طریق جنگ کی تعلیم وغیرہ۔

مذکورہ تفصیل سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ جن امور کی ضرورت عہد رسالت میں اور بعد کے ادوار میں یکساں ہے ان میں کوئی ایسا طریقہ ایجاد کرنا جو آپؐ یا صحابہ کرامؓ سے ثابت نہیں اسے ''شرعی واصطلاحی'' بدعت کہا جائے گا۔ ظاہر ہے کہ نماز و روزہ اور درود وسلام، ذکر و اذکار، صدقہ و خیرات، نماز جنازہ، تعزیت وغیرہ کی ضرورت جس طرح آج ہے ایسے ہی ان کی ضرورت عہد صحابہ میں بھی تھی۔ ان کے ذریعے ثواب آخرت اور رضائے الٰہی حاصل کرنے کا ذوق وشوق جیسے آج کسی نیک بندے کو ہو سکتا ہے، رسول کریمؐ اور صحابہ کرامؓ کو ان سب سے زائد تھا۔ مگر اس کے باوجود عبادت کے یہ نئے طریقے ان سے ثابت نہیں اس لیے نئے طریقے اور بدعات ایجاد کرنے کے بجائے نبی اکرمؐ اور صحابہ کرامؓ کے طریقوں پر عمل کرنے میں ہی کامیابی ہے۔

Marfat.com

بدعت کی اقسام

پیچھے یہ بتایا جاچکا ہے کہ بنیادی طور پر ''بدعت'' کی دو ہی قسمیں ہیں:

1- لغوی بدعت 2- شرعی بدعت

پھر لغوی بدعت کی دو قسمیں ہیں: 1۔ بدعت حسنہ 2۔ بدعت سیۂ

ایسی ''بدعات'' جو ''دین'' میں ایجاد نہ کی گئی ہوں ''حسنہ'' بھی ہوسکتی ہیں اور ''سیۂ'' بھی۔ اس کے برعکس ''شرعی بدعت'' ہرگز حسنہ نہیں ہوسکتی وہ صرف اور صرف ضلالت اور سیۂ ہی ہوتی ہے۔

امام ابن کثیر (م 774ھ) فرماتے ہیں کہ:

''والبدعة علٰی قسمین:تارة تکون بدعة شرعیه ، کقوله صلّی اللّٰه علیه وسلّم ''فانّ کلّ محدثة بدعة و کلّ بدعة ضلالة''

و تارة تکون بدعة لغویة کقول امیرالمؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللّٰه عنه عن جمعه ایّاهم علٰی صلاة التراویح و استمرارهم :نعمة البدعة هٰذه''

(تفسیر ابن کثیر المجلد الاول ص 160 ۔طبع بیروت تحت سورۃ البقرۃ آیت 117:''بدیع السمٰوٰت والارض'')

بدعت کی دو قسمیں ہیں:

1- بدعت شرعی جیسے رسول اکرمؐ کا فرمان ہے (دین میں) ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

2- اور کبھی یہ بدعت لغوی ہوتی ہے جیسے امیر المؤمنین عمر بن خطابؓ کا قول، جو لوگوں کو نماز تراویح پر مستقل جمع کرنے کے بارے میں ہے۔ یہ اچھی بدعت ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ''شرعی بدعت'' کی دو قسمیں نہیں ہیں؛ یعنی حسنہ اور سیۂ بلکہ اس کی صرف ایک ہی قسم ہے وہ سیۂ ہی سیۂ ہے اور ضلالت ہی ضلالت ہے۔ دلیل کے طور پر نبی اکرمؐ کا یہ ارشادگرامی کافی ہے کہ ''کلّ بدعة ضلالة و کلّ ضلالة فی النّار'' ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی آگ میں لے جانے والی ہے۔

یہ بات غور طلب ہے کہ آپؐ کا منصب ہی دین کی تبلیغ و تفہیم تھا مگر اس کے باوجود یہ نہ فرمایا کہ کچھ بدعتیں ایسی بھی ہیں جو پیکر حسن و جمال ہیں اور جنت میں پہنچانے والی

Marfat.com

ہیں۔ بلکہ پوری صراحت کے ساتھ فرمایا کہ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی آگ میں لے جانے والی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی (م 1034ھ) فرماتے ہیں کہ:

''کہنے والوں نے کہا ہے کہ بدعت دو قسم ہے، حسنہ اور سیئہ۔ ''حسنہ'' اس نیک عمل کا نام رکھتے ہیں جو حضورؐ اور آپؐ کے خلفائے راشدین کے زمانہ کے بعد پیدا ہوئی ہے اور کسی سنت کو اٹھانے اور دور کرنے والی نہ ہو اور سیئہ اس کو کہتے ہیں جو سنت کو مٹانے اور دور کرنے والی ہو۔

یہ فقیر ان بدعتوں میں سے کسی بدعت کے اندر حسن و نورانیت کا مشاہدہ نہیں کرتا۔ اور ظلمت و کدورت کے سوا کسی شی کا احساس نہیں ہوتا۔ اگر فرضاً آج مبتدع کے عمل کو ضعفِ بصارت کے باعث طراوت و تازگی کی شکل میں دیکھتے ہیں تو کل جب کہ نظر تیز کر دیں گے تو پتہ چل جائے گا کہ خسارے اور ندامت کے سوا اس کا کچھ نتیجہ نہیں تھا....

جو چیز مردود ہو اس میں حسن کہاں سے آسکتا ہے.... تو جب دین میں ہر نئی چیز بدعت ہے اور بدعت ضلالت و گمراہی ہے تو بدعت میں اچھائی کے ہونے کے کیا معنی؟ نیز احادیث سے جو کچھ سمجھ میں آتا ہے یہ ہے کہ ہر بدعت رافع سنت ہے لہٰذا بعض بدعات سے تخصیص کی کوئی گنجائش نہیں۔ پس ہر بدعت سیئہ ہی ہوگی....

جاننا چاہیے کہ بعض بدعات جنہیں علماء اور مشائخ بدعت حسنہ کہتے ہیں جب ان کا خوب مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ بھی رافع سنت ہیں۔

لہٰذا تم پر لازم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی متابعت کے ہی پابند رہو اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ کی اقتداء پر ہی کفایت کرو۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ ہدایت کے ستارے ہیں تم ان میں سے جس کی اقتداء کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

باقی رہا قیاس (شرعی) اور اجتہاد فقہی تو وہ بالکل بدعت نہیں بلکہ وہ نصوص کے معنی کو ظاہر و واضح کرتا ہے کسی نئی چیز یا زائد چیز کو ثابت نہیں کرتا تو اے اصحاب بصیرت، عبرت پکڑو اور ہر متبع ہدایت اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی پابندی کرنے والے پر سلامتی کا نزول ہوتا رہے۔'' (مکتوبات امام ربانی اردو جلد اول ص 420-425۔ تحت مکتوب نمبر 186)

مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں کہ:

Marfat.com

اصطلاحِ شرع میں ہر بدعت سیۂ ہے گمراہی ہے۔ کسی بدعت اصطلاحی کو بدعت حسنہ نہیں کہا جا سکتا البتہ لغوی معنی میں ہر نئی چیز کو بدعت کہتے ہیں اس اعتبار سے ایسی چیزوں کو بدعت حسنہ کہہ دیتے ہیں جو صریح طور پر آنحضرتؐ کے عہد مبارک میں نہیں تھی۔ بعد میں کسی ضرورت کی بناء پر ان کو اختیار کیا گیا جیسے آج کل کے مدارسِ اسلامیہ اور ان میں پڑھائے جانے والے علوم و فنون کہ اصل بنیاد تعلیم اور درس اور مدرسہ کی تو آنحضرتؐ سے ثابت ہے۔ آپ نے خود فرمایا:

"انّما بعثت معلّماً"

یعنی میں تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

لیکن جس طرح کے مدارس کا قیام اور ان میں جس طرح کی تعلیم آج کل بضرورت زمانہ ضروری ہوگئی، آنحضرتؐ اور صحابہ کرامؓ کے عہد میں اس کی ضرورت نہ تھی آج ضرورت پیش آئی تو احیاءِ سنت کے لیے اس کو اختیار کیا گیا۔ جو تعریف بدعت کی اوپر لکھی جاچکی ہے اس کی رو سے ایسے اعمال بدعت میں داخل نہیں لیکن لغوی معنی کے اعتبار سے کوئی ان کو بدعت کہہ دے تو بدعت حسنہ ہی کہا جائے گا۔

حضرت فاروق اعظمؓ نے تراویح کی یک جا جماعت کو دیکھ کر اس معنی کے اعتبار سے فرمایا: "نعمت البدعة هٰذه" یعنی یہ بدعت تو اچھی ہے کیونکہ ان سب کو معلوم تھا کہ تراویح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پڑھی اور پڑھائی اور زبانی اس کی تاکید کی۔ اس لیے حقیقتاً اور شرعاً تو اس میں بدعت کا کوئی احتمال نہ تھا۔ البتہ آنحضرتؐ کے عہد مبارک میں ایک خاص عذر کی وجہ سے تراویح کی جماعت کا ایسا اہتمام نہ کیا گیا تھا جو بعد میں حضورؐ ہی کی تعلیم کے مطابق کیا گیا اس لیے ظاہری اور لغوی طور پر یہ کام بھی نیا تھا اس لیے اس کو "نعمت البدعة" فرمایا۔ بدعت حسنہ کا اس سے زیادہ کوئی تصور اسلام میں نہیں....

فاروق اعظمؓ کے ارشاد یا بعض بزرگوں کے ایسے کلمات کی آڑ لے کر طرح طرح کی بدعتیں، بدعت حسنہ کے نام سے ایجاد کرنے والوں کے لیے اس میں کوئی وجہ جواز نہیں ہے بلکہ جو چیز اصطلاح شرع میں بدعت ہے وہ مطلقاً ممنوع و ناجائز ہے۔ البتہ بدعات میں پھر کچھ درجات ہیں۔ بعض سخت حرام قریب شرک کے ہیں، بعض مکروہ تحریمی، بعض تنزیہی۔"

(سنت و بدعت 19-21۔ مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی 1991ء۔ طبع جدید)

Marfat.com

مذکورہ تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ ''لغوی بدعت'' کا مفہوم بہت وسیع ہے بایں طور کہ ہر نو ایجاد چیز، دنیوی ضروریات کے پیش نظر جدید قسم کے اسباب اور وسائل اور آلات وغیرہ سب ہی اس میں داخل ہیں لیکن شرعی حیثیت سے یہ ایجادات ''بدعت'' کی تعریف میں نہیں آتیں کیونکہ یہ اور ان جیسی تمام اشیاء اپنی ذات کے اعتبار سے دین اور عبادت نہیں ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ انہیں دین کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہو جب کہ اس کے بالمقابل ''شرعی بدعت'' کا مفہوم صرف ان دینی امور ___ عقائد، اعمال اور اقوال تک محدود ہے جو خیر القرون (یعنی قرونِ ثلاثہ مشہولہا بالخیر، عہد رسالت، صحابہ و تابعین) کے زمانے میں دین شمار نہیں ہوتے تھے بلکہ بعد میں لوگوں نے ان کو دین و مذہب میں شامل کر لیا ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ نماز تراویح کے حوالے سے حضرت عمرؓ کے فعل پر شرعی بدعت کا اطلاق ہرگز نہیں ہوتا کیونکہ اس بدعت کی حد صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام کے بعد سے شروع ہوتی ہے۔ حضرت عمرؓ تو اس ''بدعت'' کا یوں بھی موضوع نہیں بن سکتے کہ نبی اکرمؐ نے ان سمیت جملہ خلفائے راشدینؓ کی سنت کو امت پر لازم کر دیا ہے۔ چنانچہ سیدنا عرباض بن ساریہؓ روایت کرتے ہیں کہ:

صلّی بنا رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم ذات یوم ثم أقبل علینا بوجهه فوعظنا موعظة بلیغة زرفت منها العیون و وجلت منها القلوب فقال رجل یا رسول اللّٰہ کأنّ هٰذه موعظة مؤدّع فاوصنا فقال: اوصیکم بتقوی اللّٰہ والسّمع والطاعة و ان کان عبداً حبشیّاًفانّه من یعش منکم بعدی فسیریٰ اختلافاً کثیراً، فعلیکم بسنّتی و سنّة الخلفاء الراشدین المهدیین تمسّکوا بها و عضّوا علیها باالنّواجذ و ایّاکم و محدثات الامور فانّ کل محدثة بدعة و کلّ بدعة ضلالة.

(رواہ احمد و ابوداؤد والترمذی و ابن ماجه.مشکوٰة المصابیح. باب الاعتصام بالکتاب والسنّة. ص 29-30)

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی پھر آپؐ ہماری طرف رخ

Marfat.com

کر کے بیٹھ گئے اور ہمیں بلیغ قسم کا وعظ فرمایا جس سے ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور اس سے دل دہل گئے۔ ایک شخص نے عرض کی اے اللہ کے رسولؐ! گویا کہ یہ ایک ایسے شخص کی وصیت ہے جو وداع ہو رہا ہے پس ہمیں وصیت کیجیے۔

تو آپؐ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور امیر کی بات سننے کی اور اطاعت کرنے کی اگر چہ وہ حبشی غلام ہی ہو۔

پس بے شک میرے بعد جو تم میں سے زندہ رہے گا وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا۔ پس تم پر میرا طریقہ اور ہدایت یافتہ خلفاء کا طریقہ اختیار کرنا لازمی ہے۔ اس سے وابستہ رہنا اور اسے داڑھوں سے مضبوط پکڑ لینا اور دین میں نئی نئی باتوں کے گھڑنے سے بچنا۔ پس بے شک ہر نئی بات بدعت ہوتی ہے اور ہر بدعت گمراہی ہوتی ہے۔

مذکورہ حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفائے راشدین کے اختیار کردہ کاموں اور موقف کے بدعت ہونے کی جب خود ہی نفی فرمادی تو پھر کسی شخص کو یہ اختیار نہیں کہ ان کے فرمودہ ظاہری الفاظ کو بنیاد بنا کر مختلف حیلوں، بہانوں سے دین میں بدعات کا دروازہ کھول دے۔

اس سلسلہ میں دوسری اہم بات یہ بھی ملحوظ رہے کہ احادیث نبویہ کا سارا ذخیرہ امت کو صحابہ کرامؓ کے ذریعہ ہی حاصل ہوا ہے۔ یہ بات خلاف عقل ہے کہ ایک طرف تو یہ صحابہ کرامؓ بدعت سازی کے خلاف اور اس سے خبردار کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث صحیحہ روایت کریں اور دوسری طرف خود ہی ان احادیث کی مخالفت کرتے ہوئے بدعت سازی سے کام لیں۔

ان معروضات کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضرت عمرؓ کے اس قول "نعم البدعة هذه" کا ایک جائزہ ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے:

جہاں تک نمازِ تراویح کا تعلق ہے تو وہ شریعت میں ایجاد شدہ بدعت یا نئی چیز نہیں ہے بلکہ وہ آپؐ کی قولی وفعلی سنت ہے چنانچہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"انّ اللّٰہ عز و جل فرض صیام رمضان علیکم و سننتُ لکم قیامه"

بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان کے روزے فرض کیے ہیں اور میں نے تمہارے لیے قیام رمضان یعنی نمازِ تراویح مسنون قرار دی ہے۔ (مسند احمد، نسائی)

Marfat.com

اس کے علاوہ جماعت کے ساتھ تراویح کی نماز پڑھنا بھی شریعت میں ایجاد شدہ بدعت نہیں ہے بلکہ اسے آپؐ نے جماعت کے ساتھ تین راتوں میں پڑھا ہے اوران راتوں میں تراویح کی ایک ہی جماعت ہوئی تھی چوتھی رات کو آپؐ نے نماز تراویح نہیں پڑھائی اور یہ فرمایا:

میں نے اس اندیشہ سے نماز نہیں پڑھائی کہ کہیں تم پر فرض نہ قرار دے دی جائے۔

اس کے بعد نماز تراویح کی مختلف جماعتیں ہونے لگیں۔حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں جب یہ صورت دیکھی تو فرمایا: اگر میں ان سب کو ایک قاری/امام پر جمع کر دوں تو ''لکان امثل'' بے شک یہ سنت کے زیادہ مثل ہوگا۔یہ کہہ کر انہوں نے ایک جماعت جاری کر دی اور فرمایا:

''نعم البدعة هٰذه'' اچھی بدعت یہ ہوتی ہے۔

ایک امام کے پیچھے نماز تراویح پڑھنا سنت سے ثابت تھا حضرت عمرؓ نے ''لکان امثل'' کہہ کر اس کا اظہار بھی کر دیا تھا لہٰذا شرعی اصطلاح میں یہ بدعت نہیں ہوئی۔ کیونکہ اصطلاح شریعت میں بدعت وہ کام ہے جس کا نمونہ سنت میں موجود نہ ہو۔لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت عمرؓ نے یہاں بدعت کو لغوی معنی میں استعمال کیا۔

ایک مسجد میں ایک ہی جماعت کا قیام متروکہ سنت تھی ، حضرت عمرؓ نے اسے پھر سے جاری کر دیا کیونکہ اس متروکہ سنت کو جاری کرنے کا کام اس سے پہلے واقع نہیں ہوا تھا لہٰذا انہوں نے اس جاری کرنے کے فعل کو لغوی اعتبار سے بدعت سے تعبیر کیا۔

جن لوگوں نے ''جاری'' کرنے اور ''ایجاد'' کرنے میں فرق نہیں کیا وہ حضرت عمرؓ کے قول سے غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے کہ ''بدعت حسنہ'' بھی ہو سکتی ہے حالانکہ بات اس طرح نہیں ہے۔

حضرت عمرؓ نے کسی ایسے نیک کام کے ایجاد کرنے کو جس کا نمونہ پہلے سے سنت میں موجود نہ ہو اچھا نہیں کہا۔لہٰذا حضرت عمرؓ کے قول سے اصطلاحی وشرعی بدعت کی دو قسمیں ''حسنہ و سیئہ'' ہرگز ثابت نہیں ہوتیں۔ بدعت شرعی کی تعریف پیچھے گزر چکی ہے کہ ''بدعت'' ہر اس نیک کام کو کہا جاتا ہے جو دین میں نیا نکالا جائے اور جس کا نمونہ سنت میں موجود نہ ہو۔

''من احدث فی امرنا هٰذا ما لیس منه فهو رد'' جس نے ہمارے اس امر (دین)

Marfat.com

میں کوئی نیا کام نکالا تو وہ نیا کام نامقبول اور مسترد کر دیا جائے گا۔

اللہ اور اس کے رسولؐ کا ''امر'' یعنی حکم دین اسلام ہے لہٰذا حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ ''دین میں جو نیا کام نکالا جائے وہ مقبول نہیں ہوگا۔''

''امر'' کے معنی حکم کے بھی ہیں اور فعل کے بھی۔ جب امر کے معنی حکم ہوتے ہیں تو اس کی جمع ''اوامر'' ہوتی ہے اور جب ''امر'' کے معنی کام ہوتے ہیں تو اس کی جمع ''امور'' ہوتی ہے۔

لہٰذا حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ جس نے ایسا کوئی عمل کیا جس کی تائید میں نبی اکرمؐ کا حکم یا فعل نہ ہو تو وہ عمل مردود ہے اور نامقبول ہے۔

برے کام کو قبول کرنے یا نہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ برا کام نیا ہو یا پرانا ہر حال میں نامقبول ہے لہٰذا اس کے لیے آپؐ کا فرمانا کہ ''وہ نامقبول ہے'' کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اللہ اور اس کے رسول کا کلام مہمل نہیں ہوتا۔ لہٰذا حدیث میں بدعت سے مراد ''سیئہ'' نہیں لی جاسکتی کیونکہ قبول ہونے نہ ہونے کا سوال تو صرف ''بدعت حسنہ'' کے متعلق ہی ہوسکتا ہے۔ لہٰذا اگر مذکورہ حدیث کی رو سے اگر کوئی بدعت قبول نہیں ہوئی تو ظاہر ہے کہ وہ ''بدعت حسنہ'' ہی ہوسکتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک کے بعد سب سے زیادہ زور بدعت اور اہل بدعت کی تردید و مذمت پر ہی دیا ہے۔ اس لیے کہ بدعت ہی وہ منحوس چیز ہے جس سے دین کا اصلی حلیہ ونقشہ بدل اور بگڑ جاتا ہے۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ معاشرے میں پائی جانے والی تمام بدعات ہر ہر اعتبار سے قابل ترک ہیں۔ مولوی دلپذیر بھیروی کی مرتبہ کتاب ''گلزار یوسفؑ'' اگر بالفرض صحیح بھی ہوتی اور اس میں انبیائے کرام کی توہین نہ پائی جاتی تو پھر بھی اس کا بالخصوص غمی کے موقع پر پڑھا جانا ''شرعی واصطلاحی بدعت'' کے زمرہ میں ہی آتا ہے لہٰذا اس اعتبار سے بھی مسلمانوں کو اس سے اجتناب ہی کرنا چاہیے۔

بدعت کی تعریف اور اس کی مذمت کے بعد یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سنت اور اتباع الرسول کی اہمیت سے بھی قارئین کو آگاہ کر دیا جائے۔

Marfat.com

اتباع الرسول ﷺ

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو جہاں اسلام میں پورا پورا داخل ہونے کا حکم دیا ہے وہیں انہیں شیطان کے نقش قدم پر چلنے سے منع بھی فرمایا ہے (ملاحظہ ہو: سورۃ البقرۃ 208)

''اسلام'' کے معنی ہیں سپرد کرنا، سونپ دینا۔ دین اسلام کو بھی اسی اعتبار سے اسلام کہا جاتا ہے کہ اسے قبول کرنے والا شخص اپنے کو ہمہ تن اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنے، اس کے احکام پر چلتے رہنے اور اس کی ہدایات کے سامنے سر تسلیم خم کر دینے کا اقرار و اعتراف کرتا ہے۔

''اسلام'' دو چیزوں کے مجموعے کا نام ہے۔ ایک علم دوسرا عمل۔ ''علم'' کا اساسی اور بنیادی سرچشمہ قرآن مجید اور اس کی تفسیر یعنی حدیث ہے۔ جب کہ ''عمل'' کے لیے نبی اکرمؐ کی حیات طیبہ ایک کامل اور مقدس نمونہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ''علم وعمل'' سے قرآن مجید اور اسوہ نبوی مراد ہیں لہٰذا اکملیت دین کا تقاضا یہ ہے کہ جس طرح اسلام کا ایک جزو ''العلم'' یعنی قرآن کامل و مکمل ہے اس میں کسی کمی بیشی کی گنجائش نہیں۔ اسی طرح اس کے دوسرے جزو ''اسوہ حسنہ'' میں شان کمال موجود ہے۔ اس لیے بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید کے بعد انسانی ہدایت و رہنمائی کے لیے نہ کسی جدید علم و نوشتہ کی ضرورت ہے اور نہ ہی نبوت کے عملی نمونے کے بعد کسی نئے نمونہ کی کوئی احتیاج باقی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کی ''علامت'' حدیث میں آپؐ کے طریقے اور سنت سے محبت بتائی گئی ہے:

''من احبّ سنّتی فقد أحبّنی و من أحبّنی کان معی فی الجنّۃ''

(مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ص30)

جس نے میری سنت سے محبت کی، گویا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا کہ:

''کلّ امّتی یدخلون الجنّۃ الا من أبٰی۔قالوا: و من أبٰی؟قال من اطاعنی دخل الجنّۃ و من عصانی فقد أبٰی (صحیح بخاری۔ کتاب الاعتصام۔ رقم الحدیث 7280)

Marfat.com

میری ساری امت جنت میں داخل ہوگی سوائے اس کے جس نے انکار کیا کہا گیا کہ کس نے انکار کیا؟ فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے میری نافرمانی کی تو گویا اس نے انکار کیا۔

ان احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ عدم اطاعت انکار کے مترادف ہے اور انکار نبوت تصدیق نبوت کے خلاف ہے۔ گویا عدم اطاعت، عدام ایمان اور نفی محبت کی علامت ہے۔

دوسرے لفظوں میں ''اطاعت و اتباع'' ایک پیمانہ ہے جس سے ایمان و محبت کی حیثیتوں کو ناپا جا سکتا ہے۔

خاتم المعصومین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی میں انسانی زندگی کے تمام شعبوں کے لیے کامل اسوہ حسنہ اور بہترین نمونہ عمل موجود ہے۔ اسی لیے اہل ایمان سے مطالبہ ہے کہ غمی و خوشی، موت و حیات، عقائد و نظریات، عبادات و معاملات اور عادات و اطوار غرضیکہ دین و دنیا کے تمام معاملات میں آپؐ ہی کے نقش قدم کی پیروی اختیار کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہی کام مقبول ہوں گے جو نبی کریمؐ اور صحابہ کرامؓ کی سنت کے مطابق ہوں گے۔

یہی نہیں بلکہ اتباع رسولؐ خود اللہ تعالیٰ کی محبت کا لازمی تقاضا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے کہ:

''قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (سورۃ آل عمران 31)

(اے پیغمبرؐ) آپ فرما دیجیے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخشے گا اور اللہ بہت معاف کرنے والا ہے، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو آدمی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت رکھتا ہوں تو اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور تابعداری کرے۔ آپؐ کی اتباع نہ کرنے والوں سے اللہ محبت نہیں کرتے پھر ان لوگوں کا شمار کس طبقہ میں ہوگا؟

''اتباع''، تعلق بالرسالت کا ایک اہم تقاضا ہے۔ اتباع کے معنی پیچھے چلنا ہے اور یہ

Marfat.com

اطاعت کی عملی صورت ہے۔ اطاعت اور اتباع میں ایک فرق یہ ہے کہ اطاعت میں احکام آتے ہیں جب کہ اتباع میں عمل۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ مطاع کے لیے ''مرئی'' ہونا ضروری نہیں جیسے اللہ تعالیٰ۔ وہ مطاع حقیقی ہے لیکن اسے دیکھا نہیں جاسکتا۔ اس کے برعکس ''متبوع'' کا مرئی وجود ہونا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سلسلے میں ''اطاعت'' کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے ''اتباع'' کی نہیں جب کہ آپؐ کے لیے ''اطاعت'' کے ساتھ ''اتباع'' کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے۔

''اتباع'' کے ضمن میں ایک اور پہلو بھی ملحوظ خاطر رہنا چاہیے؛ وہ یہ کہ ''اتباع'' کا دائرہ وسیع ہے۔ اگر ''اطاعت'' میں احکام و واجبات اور اوامر و نواہی آتے ہیں تو ''اتباع'' میں مستحبات و نوافل بھی آجاتے ہیں۔ ایک اور اعتبار سے بھی ان میں فرق کیا جاسکتا ہے۔ وہ فرق یہ ہے کہ ''اطاعت'' بعض اوقات جبراً بھی اختیار کی جاتی ہے۔ خوف کی وجہ سے یا کسی اور انفرادی و اجتماعی مصلحت کے باعث جب کہ ''اتباع'' سرتاسر ایک رضاکارانہ عمل ہے۔ اس اعتراف عظمت کے ساتھ عقیدت و محبت کا عنصر غالب ہوتا ہے۔

اس تفصیل سے یہ واضح ہوگیا ہے کہ شخصیت رسولؐ کی مکمل پیروی کا نام ''اتباع'' ہے لیکن یہاں موت و تعزیت سے متعلق چند ہدایات اور سنتیں ہدیۂ قارئین کی جاتی ہیں:

Marfat.com

موت اور اس کے متعلقات

موت ایک اٹل حقیقت ہے "کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ" (آل عمران 185) کے تحت ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ قرآن کریم نے "موت" کو یقینی امر قرار دیتے ہوئے فرمایا:

"اَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ ۝ (النساء 78)

تم جہاں کہیں ہو گے، موت تمہیں وہیں آ لے گی خواہ تم مضبوط قلعوں میں ہی (کیوں نہ) ہو۔

اس آیت نے واضح کر دیا کہ موت ایک ایسا یقینی امر ہے جس سے بچنا ممکن ہی نہیں۔ مغربی تصورِ حیات میں موت، فنائے محض کے سوا کچھ نہیں جب کہ قرآنی فلسفہ حیات کی رو سے موت، عدمِ محض یا فنائے محض کا نام نہیں ہے بلکہ موت کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹنا اور اپنے اعمال پر بدلے کا پانا بھی یقینی ہے۔ بقول علامہ اقبال:

تو اسے سمجھا ہے غافل اختتامِ زندگی
ہے یہ شامِ زندگی، صبحِ دوامِ زندگی

اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے مقام پر "موت وحیات" کی حقیقت واضح فرما دی کہ:

"اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا...." (الملک 2)

جس نے پیدا کیا ہے موت اور زندگی کو تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے عمل کے لحاظ سے کون بہتر ہے۔

انسان آیت کے اگر صرف اسی حصہ میں غور کرے کہ "لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا" تو اس کی ہدایت پذیری کے لیے کافی ہے۔ اس کے دل میں یہ احساس پختہ ہو جاتا ہے کہ یہ دنیا اس کے لیے امتحان گاہ ہے۔ یہ حیات مستعار اس کے لیے امتحان کی مدت ہے اور امتحان وہ لے رہا ہے جو ظاہر اور باطن، خفی وجلی اور غیب وشہادت کا جاننے والا ہے۔ اگر یہ یقین حاصل ہو جائے تو پھر کیا مجال کہ انسان گناہوں اور بدعات سے اپنا دامنِ حیات ملوث کرے۔ لیکن سخت حیرت ہے کہ آج "مسلمان" مرض الموت اور بعد الموت بھی "بدعات" کے ارتکاب سے باز نہیں آ رہا۔

Marfat.com

موت کی یاد

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اکثروا ذکر هازم اللّذّات الموت"

(جامع ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجه)

تم موت کو کثرت سے یاد کرتے رہو جو دنیا کی لذتوں کو ختم کر دینے والی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ میرا کاندھا پکڑ کر فرمایا:

"کن فی الدنیا کأنك غریب او عابرُ سبیل و کان ابن عمر یقول:اذا أمسیت فلا تنتظر الصباح و اذا أصبحت فلا تنتظر المساء و خذ من صحتك لمرضك و من حیٰوتك لموتك"

(صحیح بخاری۔ کتاب الرقاق۔رقم الحدیث 6416)

دنیا میں اس طرح رہ جیسا کہ تو پردیسی یا راستہ چلتا مسافر ہے۔ حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ:

جب شام آئے تو صبح کا انتظار نہ کر (معلوم نہیں صبح تک تو رہے گا یا نہیں) اور جب صبح ہو تو شام کا انتظار نہ کر (معلوم نہیں شام تک تو زندہ رہے گا یا نہیں) اور تندرستی کی حالت میں بیماری کے لیے اور زندگی میں موت کے لیے کچھ کمائی کر لے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ:

"من أحبّ لقاء اللّٰه أحبّ اللّٰه لقاء ہ و من کَرِہَ لقاء اللّٰه کَرِہَ اللّٰهُ لقاء ہ"

(صحیح بخاری۔ کتاب الرقاق۔رقم الحدیث 6508)

جسے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنا پسند ہو، اللہ تعالیٰ اس سے ملنا پسند کرتے ہیں اور جس کو اللہ سے ملنا ناگوار ہو تو اللہ کو بھی اس سے ملنا ناگوار ہے۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ کسی دکھ اور تکلیف کی وجہ سے موت کی تمنا کرنے سے آپؐ نے

Marfat.com

منع فرمایا ہے۔

اگر مجبور ہو تو یوں دعا کرے کہ:

"اللّٰھم احینی ما کانت الحیٰوۃ خیراً لّی و توفّنی اذا کانت الوفاۃ خیراً لّی" (صحیح بخاری۔ کتاب المرضٰی۔رقم الحدیث 5671)

اے اللہ میرے لیے جب تک زندگی بہتر ہو اس وقت تک مجھے زندہ رکھ اور جب میرے لیے موت بہتر ہو تو اس وقت مجھے دنیا سے اٹھا لے۔

Marfat.com

قریب المرگ احکام

حضرت ابوسعید خدریؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لَقِّنُوْا موتاکم: لا الٰہ الّا اللّٰہ" (صحیح مسلم۔کتاب الجنائز)

مرنے والوں کو کلمہ "لا الہ الا اللّٰہ" کی تلقین کرو۔

یعنی جن بیماروں پر موت کے آثار ظاہر ہونے لگیں تو ان کے سامنے کلمہ پڑھا جائے اور مریض کو پڑھنے کا نہ کہا جائے۔کہیں وہ شدت تکلیف کی وجہ سے انکار نہ کر دے۔لہٰذا اس کے سامنے کلمہ صرف پڑھا جائے، وہ انہیں کلمہ پڑھتے ہوئے دیکھ و سن کر خود پڑھنے لگے گا۔

جس شخص کو آخری وقت یہ سعادت نصیب ہو جائے تو اس کے لیے فرمایا:

"من کان آخر کلامہ لا الٰہ الّا اللّٰہ دخل الجنۃ" (سنن ابوداؤد)

جس شخص کا آخری کلام لا الٰہ الا اللّٰہ ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ:

قریب المرگ مریض کے پاس "کلمہ" پڑھا جائے۔اسے "تلقین" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ہمارے معاشرے میں رائج "تلقین" کا ذکر آگے مستقل عنوان "تلقین بعد الدفن کی شرعی حیثیت" کے تحت آرہا ہے۔

Marfat.com

بعدازمرگ احکام

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ:

"اذا حضرتم المریض او المیت فقولوا خیرا۔ فانّ الملٰئکة یؤمنون علٰی ما تقولون۔" (صحیح مسلم۔ کتاب الجنائز)

جب تم کسی مریض یا میت کے پاس حاضر ہو تو خیر کی بات کرو۔ کیونکہ فرشتے جو تم کہتے ہو اس پر آمین کہتے ہیں۔

جب قریب المرگ شخص کی روح پرواز کر جائے تو اس کی آنکھیں بند کر دیں اور اور اس کے لیے مغفرت کی دعا کریں۔

"دخل رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم علٰی أبی سلمة و قد شقّ بصره فاغمضه...."

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو سلمہؓ کی عیادت کو آئے۔ (وہ فوت ہو گئے) اور ان کی آنکھیں کھلی رہ گئی تھیں پھر ان کو بند کر دیا اور فرمایا: کہ جب جان نکلتی ہے تو آنکھیں اس کے پیچھے لگی رہتی ہیں تو گھر میں موجود لوگوں نے رونا شروع کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا:

"لا تدعوا علٰی انفسکم الّا بخیر فانّ الملٰئکة یؤمنون علٰی ما تقولون ثم قال اللّٰهم اغفرلأبی سلمة وارفع درجته فی المهدیّین واخلفه فی عقبه فی الغابرین واغفرلنا وله یا رب العالمین وافسح له فی قبره و نوّرله فیه" (صحیح مسلم کتاب الجنائز)

اپنے لیے اچھی ہی دعا کرو۔ اس لیے کہ فرشتے تمہاری باتوں پر آمین کہتے ہیں پھر آپ نے دعا کی یا اللہ بخش دے اُبی سلمہؓ کو اور بلند کر ان کا درجہ ہدایت والوں میں اور تو خلیفہ ہو جا ان کے باقی رہ جانے والے عزیزوں میں اور بخش دے ہم کو اور ان کو اے رب العالمین اور کشادہ کر ان کی قبر کو اور اسے منور کر۔

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ما من مسلم تصیبه مصیبة فیقول ما امره اللّٰه به: انّا للّٰه و انّا الیه راجعون، اللّٰهم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیراً مّنها، الّا اخلف اللّٰه له

Marfat.com

خیراً منّھا....“

جس صاحب ایمان پر کوئی مصیبت آئے (اور کوئی چیز فوت ہو جائے) تو وہ اس وقت اللہ تعالیٰ سے وہ عرض کرے جس کا اس نے حکم دیا ہے یعنی یہ کہے کہ: یقیناً ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہم سب لوٹ کر جانے والے ہیں۔ اے اللہ! مجھے میری اس مصیبت میں اجر عطا فرما اور (جو چیز مجھ سے لی گئی ہے) اس کے بجائے اس سے بہتر مجھے عطا فرما، تو اللہ تعالیٰ اس چیز کے بجائے اس سے بہتر ضرور عطا فرمائے گا۔ (صحیح مسلم، کتاب الجنائز)

نبی اکرم ﷺ حضرت طلحہ ابن براءؓ کی عیادت کے لیے تشریف لائے (ان کی نازک حالت دیکھ کر) آپؐ نے (دوسرے آدمیوں سے) فرمایا:

”انّی لا اریٰ طلحۃ الّا قد حدث بہ الموت فاٰذنونی بہٖ و عجّلو ا فانّہ لا ینبغی لجیفۃ مسلم أن تحبس بین ظھرانیّ أھلہ“ (سنن ابی داؤد)

میں محسوس کرتا ہوں کہ ان کی موت کا وقت آ ہی گیا ہے (اگر ایسا وقت ہو جائے) تو مجھے اطلاع کی جائے اور (ان کی تجہیز و تکفین میں) جلدی کی جائے کیونکہ کسی مسلمان کی میت کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ گھر والوں کے بیچ میں دیر تک رہے۔

کسی کی موت پر اقارب واعزہ کا غمگین ہونا اور اس کے نتیجہ میں آنکھوں سے آنسو بہنا ایک فطری بات ہے لیکن نوحہ و ماتم، رخسار پیٹنے، گریبان چاک کرنے اور جاہلوں کی طرح چیخ و پکار سے شریعت نے منع کیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لیس منّا من ضرب الخدود و شقّ الجیوب و دعٰی بدعوی الجاھلیۃ۔ (صحیح بخاری۔ کتاب الجنائز۔ 1297)

جو کوئی (غمی اور موت کے موقع پر) اپنے رخساروں پر طمانچہ مارے، منہ پیٹے اور گریبان چاک کرے اور اہل جاہلیت کے طریقے پر چیخ و پکار کرے وہ ہم میں سے نہیں۔ (یعنی وہ ہمارے طریقہ پر نہیں ہے)

جہاں تک رونے کا تعلق ہے تو یہ ایک فطری جذبہ ہے اور یہ چیز ہرگز صبر کے منافی نہیں ہے۔ ایسے مواقع پر نبی اکرمؐ کے آنسو بھی بے اختیار جاری ہوئے۔

ایک دفعہ آپؐ کی صاحبزادی نے اپنے لڑکے کے بارے میں یہ اطلاع بھجوائی کہ وہ قریب المرگ ہے تو آپؐ نے اطلاع دینے والے سے فرمایا: واپس جاؤ اور انہیں یہ پیغام دو کہ:

Marfat.com

"انّ للّٰہ ما اخذ و لہ ما اعطٰی و کلّ شئ عندہ بأجل مسمّی فمرھا ولتصبر و لتحسب....

اللہ ہی کا تھا جو اس نے لیا اور جو دیا اور ہر چیز کی اس کے نزدیک ایک عمر مقرر ہے۔ اسے کہو کہ وہ صبر کرے اور اللہ سے ثواب کی امید رکھے۔

وہ شخص دوبارہ آیا اور عرض کیا کہ وہ آپ کو قسم دیتی ہیں اور کہتی ہیں آپؐ ضرور تشریف لائیں۔ چنانچہ آپؐ سعد بن عبادہؓ اور معاذ بن جبلؓ کی معیت میں تشریف لے گئے۔ اس لڑکے کو اٹھا کر آپؐ کے سامنے لایا گیا وہ جانکنی کے عالم میں تھا:

"ففاضت عیناہ فقال لہ سعد ما ھٰذا یا رسول اللّٰہ فقال ھذہ رحمۃ جعلھا اللّٰہ فی قلوب عبادہ و انّما یرحم اللّٰہ من عبادہ الرحماء"

سو آپؐ کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور سعدؓ کہنے لگے کہ: یہ کیا ہے اے اللہ کے رسول؟ (یعنی رونے کو صبر کے منافی سمجھا) آپؐ نے فرمایا: یہ رحمت ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھا ہے اور اللہ اپنے بندوں میں سے ان ہی پر رحمت کرتا ہے جو دوسروں پر رحمت کرتے ہیں۔

(صحیح مسلم کتاب الجنائز، صحیح بخاری کتاب الجنائز رقم الحدیث 1284)

10ھ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے سید ابراہیم کی وفات (بعمر 18 ماہ) واقع ہوئی تو آپؐ نے انہیں اٹھایا اور چوما:

فجعلت عینا رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم تذرفان فقال لہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللّٰہ عنہ: و انت یا رسول اللّٰہ فقال: یا ابن عوف انھا رحمۃ ثم أتبعھا باخریٰ فقال صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم: انّ العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الّا ما یرضٰی ربّنا و انّا بغراقك یا ابراھیم لمحزونہ" (صحیح بخاری کتاب الجنائز۔ رقم الحدیث 1303)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے تعجب سے کہا: یا رسول اللہ! آپؐ کی بھی یہ حالت؟ آپؐ نے فرمایا: اے ابن عوفؓ! یہ شفقت اور دردمندی ہے۔ پھر دوبارہ آپؐ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تو آپؐ نے فرمایا:

آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل مغموم ہے اور زبان سے ہم وہی کہیں گے جو اللہ کو پسند ہو۔ (یعنی انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون) اور اے ابراہیم تیری جدائی سے ہم مغموم ہیں۔

Marfat.com

نمازِ جنازہ

"جِنَازَة" بکسر الجیم ، اس چارپائی کو کہتے ہیں جس پر میت کو اٹھا کر لے جایا جاتا ہے۔ جب کہ "جَنَازَة" بفتح الجیم "میت" کو کہتے ہیں۔

میت کو سنت کے مطابق غسل دینے اور کفن پہنانے کے بعد جنازہ گاہ لے جایا جائے۔ اس سلسلے میں نبی اکرمؐ کا ارشادِ گرامی ہے:

"أسرعوا بالجنازة فإن تك صالحة فخير تقدّمونها و ان تك سوىٰ ذٰلك فشرّ تضعونه عن رقابكم۔"

(صحیح بخاری۔ کتاب الجنائز۔ باب اسرعة بالجنازة رقم الحدیث 1315)

جنازے کو تیز لے جایا کرو۔ اگر وہ نیک ہے تو (قبر اس کے لیے) خیر ہے جہاں تم اس کو جلدی پہنچا دو گے اور اس کے سوا کوئی دوسری صورت ہے (یعنی جنازہ نیک کا نہیں ہے) تو ایک برا (بوجھ تمہارے کندھوں پر) ہے (تم تیز چل کے جلدی) اس کو اپنے کندھوں سے اتار دو گے۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جنازہ کو تیزی سے لے کر چلنا چاہیے لیکن اس قدر تیز نہ ہو کہ جنازہ ہلنے لگے۔

ترمذی، نسائی، ابوداؤد اور مسند احمد کی ایک روایت کے مطابق جنازہ کے ساتھ چلنے والوں کے بارے میں یہ ترتیب بتائی گئی ہے کہ:

"الراكب يسير خلف الجنازة والماشي خلفها و أمامها و عن يمينها و عن يسارها، قريباً منها۔"

سوار جنازے کے پیچھے چلے اور پیادہ جنازے کے پیچھے، آگے، دائیں اور بائیں غرضیکہ ہر طرف چل سکتا ہے لیکن جنازہ کے قریب رہے۔

حتی الوسع اور بلا عذر جنازہ کے ساتھ سوار ہو کر نہ جائے۔ پیادہ ہی جانا زیادہ بہتر ہے۔ اسی طرح جنازہ کے پیچھے چلنا افضل اور بہتر ہے، اگرچہ جنازہ کے آگے، دائیں اور بائیں چلنا

Marfat.com

بھی جائز ہے۔علاوہ ازیں عورتوں کو جنازہ کے ساتھ جانے سے منع کیا گیا ہے۔صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت کے مطابق حضرت ام عطیہؓ کہتی ہیں کہ:

"نھینا عن اتباع الجنائز۔" ہمیں جنازہ کے ساتھ جانے سے منع کیا گیا ہے۔

اس حدیث کی رو سے عورتوں کا جنازہ کے ساتھ جانا مکروہ تحریمی ہے۔

مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کا حکم:

مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کے بارے میں ائمہ اربعہ کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے۔

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں کہ:

امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے۔جب کہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا بلاکراہت جائز ہے۔

امام شافعی صحیح مسلم کی ایک حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ نبی اکرمؐ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھائی تھی۔

اسی طرح آپؐ نے بیضاء کے دونوں بیٹوں حضرت سہیلؓ اور ان کے بھائی کی نماز جنازہ مسجد میں ادا کی تھی۔علاوہ ازیں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی نماز جنازہ بھی مسجد میں ہی ادا کی گئی تھی۔

مولانا صوفی عبدالحمید سواتی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"درحقیقت اس مسئلہ میں کافی تفصیلات ہیں۔مثلاً یہ کہ مسجد میں نماز جنازہ فقہاء کرام اس صورت میں مکروہ قرار دیتے ہیں جب میت مسجد کے اندر ہو۔اس صورت میں مسجد کے ملوث ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔لیکن اگر میت مسجد سے باہر ہو تو پھر یہ اختلاف ہلکا ہو جاتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ مکروہ تنزیہی ہے یا غیر اولیٰ ہے اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر نماز جنازہ مسجد سے باہر ہی پڑھتے تھے،لہٰذا افضل یہی ہوگا کہ مسجد سے باہر ہی پڑھا جائے لیکن اگر میت مسجد سے باہر ہو اور امام بھی باہر ہو اور ایک صف بھی باہر ہو ، باقی لوگ مسجد میں ہوں تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ اس صورت میں نماز جنازہ مکروہ ہو۔اس لیے کہ مسجد میں تراویح،صلوٰۃ خسوف،عیدین اور نوافل وغیرہ پڑھے جاتے ہیں،جمعہ اور فرض عین نماز پڑھی جاتی ہے تو فرض کفایہ کے پڑھنے سے کیا چیز مانع ہو سکتی ہے۔جب کہ میت بھی مسجد سے خارج ہو۔

Marfat.com

جن فقہاء کرام نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کی کراہیت پر یہ دلیل پیش کی ہے کہ مسجد تو صرف فرض نماز کے ادا کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ یہ دلیل کمزور ہے اس لیے کہ مسجد میں نوافل ، دعا اور مختلف انواعِ طاعات ، درس قرآن وسنت، تعلیم دین ، وعظ ، قضاء (فیصلے) وغیرہ سب روا ہیں تو جنازہ کیوں روا نہ ہوگا؟

مسئلہ: اگر کسی مسجد کی تاسیس کے وقت ہی اس قسم کی نیت کر لی جائے اور مسجد کے محراب سے باہر جگہ رکھ دی جائے کہ اس مقام میں جنازے وغیرہ رکھ کر ادا کر لیے جائیں گے تو پھر مسئلہ کی نوعیت اور بھی زیادہ متقاضی ہو جاتی ہے کہ خلاف اولیٰ بات بھی نہ ہو۔ البتہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر کوئی عذر بھی نہ ہو اور مسجد سے باہر جگہ بھی ہو تو پھر افضل یہی بات ہے کہ جنازہ اسی مقام میں پڑھا جائے۔

بعض فقہاء نے مسجد میں ہر صورت میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ قرار دیا ہے؛ یہ درست نہیں بلکہ ایک قسم کا تشدد اور تعمق ہے جو شریعت کے مزاج کے منافی ہے۔ جو حدیث اس بارہ میں پیش کی جاتی ہے کہ جو مسجد میں نماز جنازہ پڑھے گا اس کی نماز نہیں ہوگی یا اس کو ثواب نہیں ملے گا اس روایت کو محقق ابن ہمام اور دیگر حضرات نے ضعیف قرار دیا ہے اس سے استدلال درست نہیں۔ چنانچہ ملا علی قاری نقایہ کے اس متن کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:

اگر میت مسجد سے باہر رکھی اور امام بھی باہر ہی کھڑا ہو اور اس کے ساتھ ایک صف بھی مسجد سے باہر ہو تو اس صورت میں مشائخ کا اختلاف ہے۔

بعض کہتے ہیں مکروہ نہیں کیونکہ اس میں مسجد کی تلویث کا خطرہ نہیں اور بعض نے کہا ہے کہ پھر بھی مکروہ ہے کیونکہ مسجد تو فرائض کے ادا کرنے کے لیے بنائی گئی ہے۔ فرائض کے علاوہ دیگر کئی باتیں عذر کی حالت میں ادا ہو سکتی ہیں ورنہ نہیں۔ لیکن پہلی وجہ (عدم کراہیت) زیادہ اولیٰ ہے کیونکہ مسجد میں نوافل اور دوسری انواعِ طاعات اور اصنافِ دعوات مکروہ نہیں۔

مسجد حرام اس حکم سے مستثنیٰ ہے کیونکہ وہ مکتوبات جمعہ ، عیدین ، صلوٰۃ کسوف ، صلوٰۃ خسوف اور جنازہ ، استسقاء سب کے لیے ہے اور یہ بات اس کی عظمت کی وجہ سے ہے کیونکہ وہ قبلہ ہے اور مورد انوار و تجلیات ہے۔ وہاں جو مقبولیت ہے وہ کسی دوسرے مقام میں نہیں ہو سکتی۔" (شرح نقایہ جلد اول ص 137۔ بحوالہ نماز مسنون کلاں ص 727 تا 729)

Marfat.com

فقہاء احناف نے ''صلوٰۃ الجنازۃ فی المسجد'' پر جو کراہیت کا حکم لگایا ہے تو یہ کراہیت تحریمی نہیں بلکہ تنزیہی ہے۔ چنانچہ ابن ہمام نے کراہیت تنزیہی کو ترجیح دی ہے۔ علامہ شامی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ ملاحظہ ہو: (فتح القدیر جلد 2 ص 90، ردالمختار جلد 1 ص 829)

یہی قول درست معلوم ہوتا ہے کیونکہ مکروہ تحریمی وہ کام ہوتا ہے جس پر کوئی وعید آئی ہو۔ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا اگر مکروہ تحریمی ہوتا تو حضرت عمرؓ، حضرت ابوبکرؓ کی نماز جنازہ مسجد میں ہرگز نہ پڑھاتے اسی طرح حضرت عمر فاروقؓ کی نماز جنازہ حضرت صہیبؓ نہ پڑھاتے اور صحابہ کرامؓ بھی ہر دو مواقع پر اقتداء کرنے سے انکار کر دیتے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک مسجد میں ہر صورت میں نماز جنازہ جائز ہے۔ جب کہ احناف کے نزدیک مکروہ تحریمی نہیں بلکہ مکروہ تنزیہی ہے اور اگر کوئی عذر (بارش یا پہاڑی علاقہ کی وجہ سے ہموار زمین شرکائے نماز جنازہ کے لیے ناکافی ہو) ہو تو پھر مکروہ تنزیہی بھی نہیں۔

Marfat.com

نماز جنازہ کا طریقہ

نماز جنازہ فرض کفایہ ہے یعنی اگر کچھ لوگ پڑھ لیں تو دوسرے مسلمانوں کے ذمہ سے فرضیت ساقط ہوجائے گی۔

نماز جنازہ میں دو رکن ہیں۔ 1۔ تکبیر تحریمہ سمیت چار تکبیریں کہنا۔ 2۔ قیام یعنی کھڑے ہو کر نماز ادا کرنا البتہ معذور بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے۔

اس کے علاوہ نماز جنازہ میں تین چیزیں سنت مؤکدہ ہیں۔ 1۔ پہلی تکبیر کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرنا۔ 2۔ دوسری تکبیر کے بعد نبی اکرمؐ پر درود شریف پڑھنا۔ 3۔ تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے دعا کرنا۔ نیز ان تینوں سنتوں میں ترتیب قائم رکھنا بھی سنت ہے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ما من میّت تصلّی علیه امّة من المسلمین یبلغون مائة کلّهم یشفعون له الّا شفّعوا فیه" (صحیح مسلم۔ کتاب الجنائز)

جس میت پر مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت نماز پڑھے جن کی تعداد 100 تک پہنچ جائے اور وہ سب اللہ کے حضور میں اس میت کے لیے سفارش کریں (یعنی مغفرت ورحمت کی دعا کریں) تو ان کی یہ سفارش اور دعا ضرور ہی قبول ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام اور خادم خاص کریب تابعی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ کے ایک صاحبزادے کا مقام "قُدَید" یا "عسفان" میں انتقال ہوگیا (جب کچھ لوگ جمع ہوگئے تو ابن عباسؓ نے مجھ سے فرمایا:) جو لوگ جمع ہوگئے ہیں ذرا تم ان پر نظر ڈالو۔

کریب کہتے ہیں کہ میں باہر نکلا تو دیکھا کہ کافی لوگ جمع ہو چکے ہیں، میں نے کہا جی ہاں۔ (چالیس ضرور ہوں گے) ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اب جنازہ باہر لے چلو، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

"ما من رجل مسلم یموت فیقوم علٰی جنازته اربعون رجلا لا یشرکون باللّٰه شیئًا الّا شفّعهم اللّٰه فیه" (صحیح مسلم۔ کتاب الجنائز)

Marfat.com

جس مسلمان کا انتقال ہو جائے اور اس کے جنازے کی نماز چالیس ایسے آدمی پڑھیں جن کی زندگی شرک سے بالکل پاک ہو (اور وہ نماز میں اس میت کے لیے مغفرت و رحمت کی دعا اور سفارش کریں) تو اللہ تعالیٰ ان کی سفارش اس میت کے حق میں ضرور قبول فرماتا ہے۔

مالک بن ہبیرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

"ما من مسلم یموت فیصلّی علیه ثلاثة صفوف من المسلمین الّا أوجب فکان مالك اذا استقلّ اهل الجنازة جزّاهم ثلاثة صفوف لهٰذا الحدیث" (سنن ابی داؤد)

جس مسلمان بندے کا انتقال ہو جائے اور مسلمانوں کی تین صفیں اس کی نماز جنازہ پڑھیں (اور اس کے لیے مغفرت وجنت کی دعا کریں) تو اللہ تعالیٰ اس کے واسطے ضرور ہی (مغفرت اور جنت) واجب کر دیتا ہے۔

مالک بن ہبیرہؓ کا دستور تھا کہ جب وہ نماز جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد کم محسوس کرتے تو اسی حدیث کی وجہ سے ان لوگوں کو تین صفوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔

پہلی تکبیر:

نماز جنازہ کی پہلی تکبیر کہنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرے۔ اس کے لیے مختلف الفاظ آئے ہیں لیکن زیادہ مشہور حسب ذیل ہیں:

سبحٰنك اللّٰهمّ و بحمدك و تبارك اسمك و تعالٰی جدّك و جلّ ثناء ك و لا اله غیرك

اے اللہ تیری ذات پاک ہے اور ہم تیری تعریف کرتے ہیں، تیرا نام بڑی برکت والا ہے اور تیری ثناء وتعریف وشان بڑی وبلند ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

نماز جنازہ صورتاً نماز ہے مثلاً: اس کے لیے وضو کرنا ہوتا ہے، نیت مع تکبیر تحریمہ سے آغاز ہوتا ہے۔ استقبال قبلہ اور ستر عورت شرط ہے مگر حقیقت میں یہ نماز نہیں اس لیے اس میں قرأت قرآن نہیں ہے۔ چونکہ سورۃ الفاتحہ بھی قرآن ہے اس لیے اسے بھی نہیں پڑھنا چاہیے البتہ سورۃ الفاتحہ نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد بطور ثناء وتحمید پڑھی جا سکتی ہے۔ حضرت

Marfat.com

عبداللہ بن عباسؓ کے قول کی توجیہ یہ ہے کہ وہ ''فاتحہ'' کو ثناء کے طور پر پڑھتے تھے اور اس میں کوئی حرج نہیں۔ علماء احناف بھی اس پر عمل کرتے ہیں۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اپنی وصیت میں بھی یہ لکھا ہے اور فتاویٰ عالم گیری میں ہے:

"و لم قرأ الفاتحة بنيّة الدعاء فلا بأس"

(فتاویٰ عالمگیری جلد 1 ص 174، فتاویٰ قاضی خان جلد 1 ص 93، درمختار جلد 1 ص 122)

اور اگر فاتحہ کو (ثناء و) دعا کی حیثیت سے پڑھے تو کوئی حرج نہیں۔

دوسری تکبیر:

دوسری تکبیر کے بعد نماز والا درود پڑھے:

اللّٰهم صلّ على محمّد وّ على ال محمّد كما صلّيت على ابراهيم و على ال ابراهيم انّك حميد مّجيد۔ اللّٰهم بارك على محمّد و على ال محمّد كما باركت على ابراهيم و على ال ابراهيم انّك حميد مّجيد۔

(صحیح بخاری۔ جلد اول ص 477، صحیح مسلم جلد اول ص 175)

اے اللہ! اپنی خاص رحمت اور عنایت فرما حضرت محمدؐ اور حضرت محمدؐ کی آل پر جیسے تو نے رحمت اور عنایت فرمائی حضرت ابراہیمؑ پر اور ان کی آل پر۔ یقیناً تو حمد و ستائش کا سزاوار اور عظمت و بزرگی والا ہے۔

اے اللہ خاص برکتیں نازل فرما حضرت محمد پر اور حضرت محمد کی آل پر جیسے کہ تو نے خاص برکتیں نازل فرمائیں حضرت ابراہیمؑ پر اور حضرت ابراہیمؑ کی آل پر۔ یقیناً تو تعریف اور بزرگی والا ہے۔

تیسری تکبیر:

تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے دعا کرے جو نماز جنازہ کا اصل مقصد ہے۔ پہلی تکبیر کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور دوسری تکبیر کے کے بعد درود شریف ''دعا'' ہی کی تمہید ہے۔ اسی لیے اس دعا کی اہمیت بتاتے ہوئے نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا:

"اذا صلّيتم على الميت فاخلصوا له الدعاء" (سنن ابی داؤد و ابن ماجہ)

Marfat.com

جب تم کسی کی نماز جنازہ پڑھو تو پورے خلوص سے اس کے لیے دعا کرو۔

بہر حال نماز جنازہ کی تیسری تکبیر کے بعد حسب ذیل دعاؤں میں سے کوئی ایک یا ایک سے زیادہ دعائیں بھی پڑھی جا سکتی ہیں:

1- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جنازے پر نماز پڑھتے تھے تو اس میں یوں فرماتے تھے:

"اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَ مَیِّتِنَا وَ شَاھِدِنَا وَ غَائِبِنَا وَ صَغِیْرِنَا وَ کَبِیْرِنَا وَ ذَکَرِنَا وَ اُنْثَانَا اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَ مَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی الْاِیْمَانِ

اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ وَ لَا تُضِلَّنَا بَعْدَہٗ اَللّٰھُمَّ عَفْوَکَ اَللّٰھُمَّ عَفْوَکَ"

(جامع ترمذی جلد 1 ص 166، ابوداؤد جلد 2 ص 101، نسائی جلد 1 ص 281، ابن ماجہ ص 108)

اے اللہ! ہمارے زندوں اور مردوں کو، ہمارے حاضر و غائب کو، ہمارے چھوٹوں اور بڑوں کو اور ہمارے مردوں اور عورتوں کو بخش دے۔

اے اللہ! تو جس کو ہم میں سے زندہ رکھے تو اسلام پر زندہ رکھ اور جس کو ہم میں سے وفات دے تو ایمان پر وفات دے۔

اے اللہ! تو ہمیں بھی اس کے اجر سے محروم نہ کرنا اور اس کے بعد ہمیں گمراہ نہ کرنا۔ اے اللہ ہم تجھ سے معافی کے خواستگار ہیں۔ اے اللہ! ہم تجھ سے معافی کے خواستگار ہیں۔

2- حضرت عوف بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک میت کی نماز جنازہ پڑھی (اس میں آپؐ نے میت کے لیے جو دعا کی) اس دعا کے یہ الفاظ مجھے یاد ہیں۔ آپؐ اللہ کے حضور یہ عرض کر رہے تھے:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ وَ ارْحَمْہُ وَ عَافِہٖ وَاعْفُ عَنْہُ وَ اَکْرِمْ نُزُلَہٗ وَ وَسِّعْ مُدْخَلَہٗ وَاغْسِلْہُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَ الْبَرَدِ وَ نَقِّہٖ مِنَ الْخَطَایَا کَمَا نَقَّیْتَ الثَّوْبَ الْاَبْیَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَ اَبْدِلْہُ دَارًا خَیْرًا مِّنْ دَارِہٖ وَ اَھْلًا خَیْرًا مِّنْ اَھْلِہٖ وَ زَوْجًا خَیْرًا مِّنْ زَوْجِہٖ وَ اَدْخِلْہُ الْجَنَّۃَ وَ اَعِذْہُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ مِنْ عَذَابِ النَّارِ۔

(صحیح مسلم جلد 1 ص 311، نسائی جلد 1 ص 281، ابن ماجہ ص 108)

Marfat.com

اے اللہ! تو اس کو بخش دے، اس پر رحم فرما، اس کو عافیت دے، اس کو معاف فرما دے، اس کی باعزت مہمانی فرما، اس کی قبر کو اس کے لیے وسیع فرما دے (جہنم کی آگ اور اس کی سوزش وجلن کے بجائے) پانی سے، برف سے اور اولوں سے اس کو نہلا اور دھو دے اس کو گناہوں سے پاک وصاف کر دے جس طرح تو سفید کپڑے کو میل کچیل سے صاف کر دیتا ہے، اس کو دنیا کے گھر کے بدلے میں آخرت کا اچھا گھر اور گھر والوں کے بدلے میں اچھے گھر والے اور رفیق حیات کے بدلے میں اچھا رفیق حیات عطا فرما، اس کو جنت میں داخل کر دے اور عذاب قبر اور عذاب دوزخ سے اس کو پناہ دے۔

حدیث کے راوی حضرت عوف بن مالکؓ کہتے ہیں کہ حضور کی یہ دعا سن کر میرے دل میں آرزو پیدا ہوئی کہ کاش یہ میت میں ہوتا: "حتّٰی تمنیتُ ان اکون ذٰلك المیت۔"

3۔ "اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبُّھَا وَ اَنْتَ خَلَقْتَھَا وَ اَنْتَ ھَدَیْتَھَا لِلْاِسْلَامِ وَ اَنْتَ قَبَضْتَ رُوْحَھَا وَ اَنْتَ اَعْلَمُ بِسِرِّھَا وَ عَلَانِیَتِھَا جِئْنَا شُفَعَآءَ فَاغْفِرْلَھَا" (سنن ابی داؤد جلد2ص100)

اے اللہ! تو ہی اس میت کا رب ہے اور تو نے اس کو پیدا کیا ہے اور تو نے ہی اس کو اسلام کی طرف ہدایت دی ہے اور تو نے ہی اس کی جان کو قبض کیا ہے اور تو ہی اس کے ظاہر اور باطن کو اچھی طرح جانتا ہے۔ ہم اس کے لیے سفارشی بن کر حاضر ہوئے ہیں۔ اے اللہ تو اس کو بخش دے۔

4- حضرت واثلہ بن الاسقع سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں میں ایک شخص کی نماز جنازہ پڑھائی، میں نے سنا اس میں آپؐ یہ دعا فرما رہے تھے کہ:

"اَللّٰھُمَّ اِنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ فِیْ ذِمَّتِكَ وَ حَبْلِ جِوَارِكَ فَقِهٖ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَ عَذَابِ النَّارِ وَ اَنْتَ اَھْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَمْدِ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔"

(ابوداؤد، الجنائز باب الدعا للمیّت، ابن ماجه، الجنائز باب ماجاء فی الدعا فی الصلوٰة علی الجنازة)

اے اللہ! تیرا یہ بندہ فلاں بن فلاں تیری امان میں اور تیری پناہ میں ہے تو اس کو عذاب قبر اور عذاب نار سے بچا تو وعدوں کا وفا کرنے والا اور لائق تعریف ہے۔ اے اللہ! تو اس بندے کی مغفرت فرما دے، اس پر رحمت فرما تو بڑا بخشنے

Marfat.com

والا اور مہربان ہے۔

5۔ "اَللّٰھُمَّ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ كَانَ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُكَ وَ رَسُوْلُكَ وَ اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ اَللّٰھُمَّ اِنْ كَانَ مُحْسِناً فَزِدْ فِيْ اِحْسَانِهٖ وَ اِنْ كَانَ مُسِيْئًا فَتَجَاوَزْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَ لَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ" (مؤطا امام مالك ص 209)

اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے اور تیرے بندے اور بندی کا بیٹا۔ یہ گواہی دیتا تھا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں۔ اے اللہ! تو اس کو بہتر جانتا ہے، اگر یہ نیکی کرتا تھا تو، تو اس کو بدلہ دینے میں زیادہ احسان فرما اور اگر یہ گناہ کیا کرتا تھا تو، تو اس کی برائیوں سے درگزر فرما۔ اے اللہ! ہم کو اس کے اجر سے محروم نہ رکھنا اور اس کے بعد ہم کو فتنے میں مبتلا نہ کرنا۔

نابالغ بچے کے لیے دعا:

"اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا سَلَفًا وَ فَرَطًا وَّ اَجْرًا وَ ذُخْرًا وَّ اجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَّ مُشَفَّعًا" (صحیح بخاری جلد 1۔ ص 178)

اے اللہ! اس بچے کو ہمارے واسطے آگے جانے والا اور پیش رو بنادے اور اجر اور ذخیرہ آخرت بنادے اور اس کو ہمارے واسطے سفارش کرنے والا بنا اور ایسا بنا جس کی سفارش قبول ہو۔

نابالغ بچی کے لیے دعا:

"اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا سَلَفاً وَفَرَطًا وَ اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّ اجْعَلْهَا لَنَا شَافِعَةً وَّ مُشَفَّعَةً"

اے اللہ! اس بچی کو ہمارے واسطے آگے جانے والی اور پیش رو بنادے اور اجر اور ذخیرہ آخرت بنادے اور اس کو ہمارے واسطے سفارش کرنے والی بنادے اور ایسی بنا جس کی سفارش مقبول ہو۔

نماز جنازہ کے لیے کوئی خاص دعا مقرر نہیں ہے پڑھنے والے کو اختیار ہے کہ وہ مسنون دعاؤں میں سے کوئی ایک یا ایک سے زیادہ پڑھ لے اور چوتھی تکبیر کے بعد دائیں بائیں سلام پھیر دے۔

Marfat.com

نماز جنازہ کے فوراً بعد بعض حضرات میت کی مغفرت کے لیے اجتماعی دعا کرتے ہیں۔ عوامی سطح پر یہ ایک ''معرکۃ الآراء مسئلہ'' بن گیا ہے۔ ستم بالائے ستم یہ کہ بعض علماء نے باقاعدہ ''کتاب وسنت'' سے اس کا ''جواز'' بھی مہیا کر دیا ہے جس کی بناء پر نماز جنازہ کے بعد دعا نہ کرنے والوں کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔

خود راقم الحروف کے ساتھ تمبر کوٹ نزد سدھن گلی آزاد کشمیر کے مقام پر چوہدری اسلم کی والدہ کی نماز جنازہ کے بعد 9۔ جون 2015ء کو سرِ عام بیسیوں لوگوں کی موجودگی میں یہ واقعہ پیش آیا کہ ''ایک بزرگ'' نے موقع و محل کی مناسبت کا لحاظ کیے بغیر جنازہ گاہ میں ہی اس مسئلہ پر بحث شروع کر دی۔ راقم نے اس موقع پر مختصر جواب دیا، بعد ازاں جامع مسجد جنڈالی میں اپنے خطبۂ جمعہ میں اس موضوع پر مفصل و مدلل گفتگو کی۔ شدت پسندی اور طعن و تشنیع کے بڑھتے ہوئے رجحان کے پیش نظر یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ پر اہل السنّت والجماعت کا موقف مختصراً ہدیۂ قارئین کر دیا جائے۔ ملاحظہ فرمائیں:

Marfat.com

دعا بعد نمازِ جنازہ کا شرعی حکم

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کسی مسلمان کی وفات کے بعد اس کے اعزہ واقارب اور احباب کی طرف سے اس کے لیے بہترین تحفہ ''دعائے مغفرت'' ہے۔ وہ جس وقت چاہیں انفرادی طور پر اس کے لیے دعا کر سکتے ہیں لیکن نماز جنازہ کے فوراً بعد میت کے لیے اجتماعی طور پر دعا کرنا بدعت اور واجب الترک ہے۔ قرآن، حدیث اور فقہ میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہؓ، تابعینؒ اور ائمہ مجتہدینؒ سے اس کا جواز ثابت نہیں۔ یہی نہیں بلکہ فقہاء کرام نے اس ''مخصوص دعا'' کے مانگنے سے منع کیا ہے کیونکہ:

1- نماز جنازہ کے بعد مروجہ دعا کرنا قرآن مجید کی کسی آیت سے ثابت نہیں۔

2- حدیث کے وسیع ذخیرے میں ایک روایت بھی ایسی نہیں پائی جاتی جس سے نماز جنازہ کے بعد دعا ثابت ہوتی ہو۔

3- محدثین نے کتب حدیث میں بیسیوں مختلف عنوانات قائم کیے ہیں مگر کسی محدث نے ''باب الدعا بعد صلوٰۃ الجنازۃ'' کا عنوان قائم نہیں کیا۔

4- کسی صحابی سے ثابت نہیں کہ انہوں نے نماز جنازہ کے بعد اجتماعی طور پر میت کے لیے دعا مانگی ہے۔

5- کسی تابعی سے ثابت نہیں کہ اس نے مروجہ دعا مانگی ہے۔

6- ائمہ مجتہدین میں سے بھی کسی امام یا فقیہ نے کسی آیت یا روایت سے مروجہ دعا کا جواز ثابت نہیں کیا۔

7- فقہ حنفی کی مشہور اور معتبر و مستند کسی کتاب میں اس کا ذکر نہیں ملتا۔

8- تیرہویں صدی کے اواخر تک کسی فقیہ یا مفتی نے ''دعا بعد نماز جنازہ'' کے جواز کا فتویٰ نہیں دیا۔

اس کے برعکس قرآن، حدیث، ائمہ مجتہدین اور کتب فقہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دفن کرنے سے پہلے دعا کرنا جائز نہیں۔

Marfat.com

سورۃ التوبہ کی آیت نمبر 84 سے بطریق اشارۃ النص ثابت ہوتا ہے کہ جنازہ کی نماز کے بعد دفن کرنے سے پہلے دعا نہیں:

"وَ لَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ فٰسِقُوْنَ۝"

اور نہ پڑھیے نماز جنازہ کسی پر ان میں سے جو مر جائے کبھی اور نہ کھڑے ہوں اس کی قبر پر۔ بے شک انہوں نے کفر کیا اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول مکرم کے ساتھ اور وہ مرے اس حالت میں کہ وہ نافرمان تھے۔

اسی آیت کریمہ سے بطریق اشارۃ النص یہ بات ثابت ہوگئی کہ:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مؤمنین کے جنازے کے موقع پر دو باتوں کا تھا:

ایک یہ کہ ان کی نماز جنازہ ادا فرماتے اور دوسرا یہ کہ ان کی قبر پر کھڑے ہو کر دعا فرماتے تھے۔ پس منافق کے بارے میں مذکورہ دونوں باتوں سے آپ کو روک دیا گیا کہ منافق جب مر جائے تو اس کی نہ کبھی نماز جنازہ پڑھیں اور نہ ہی اس کی قبر پر کبھی (دعا کے لیے) کھڑے ہوں۔ اگر آپؐ کا مومن کے جنازے کے ساتھ نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے کا کوئی تیسرا معمول بھی ہوتا تو اس سے بھی روک دیا جاتا۔

سورۃ توبہ کی مذکورہ آیت سے ہی بطریق اشارۃ النص مومن کے لیے نماز جنازہ کی فرضیت ثابت ہوتی ہے۔ اس آیت کریمہ میں بظاہر مومنین کے جنازہ پر نماز پڑھنے کا حکم تو نہیں ہے لیکن منافقین کے جنازہ پر نماز پڑھنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ کسی چیز سے ممانعت اس چیز کے وجود کی دلیل ہوتی ہے لہٰذا اس سے یہ حکم مستنبط ہوتا ہے کہ غیر منافقین یعنی مؤمنین کے جنازہ پر نماز پڑھی جائے۔ اس نماز میں میت کے لیے استغفار یعنی مغفرت کی دعا کی جاتی ہے۔ چنانچہ مذکورہ آیت سے تین آیات پہلے یہ آیت آئی ہے کہ:

"اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ...." (سورۃ توبہ 80)

آپؐ مغفرت طلب کریں ان کے لیے یا نہ کریں۔ اگر آپ بخشش طلب کریں ان کے لیے ستر بار جب بھی اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا....

Marfat.com

اس آیت کریمہ میں منافقین کے لیے دعائے مغفرت کرنے سے ممانعت فرمائی گئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نماز جنازہ میں مردہ کے لیے دعائے مغفرت کی جاتی تھی۔ یہ دعا منافقین کے لیے نہیں صرف مومنوں کے لیے کی جانی چاہیے۔ تفسیر احمدی میں "وَ لَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا ...." کے تحت لکھا ہے کہ:

"لیس فی القرآن أیته یستدل بها علٰی فریضة صلوٰة الجنازة علی المؤمنین سویٰ هٰذا" (تفسیر احمدی ص 471)

قرآن میں اس کے سوا کوئی دوسری آیت نہیں ہے جس سے مومنین پر نماز جنازہ کی فرضیت ثابت کی جاسکے۔

پس جس طرح یہ آیت بطریق اشارۃ النص مومن کے لیے نماز جنازہ کی فرضیت ثابت کرتی ہے اسی طرح دعا بعد نماز جنازہ کی کراہت بھی ثابت کرتی ہے اور یہ بات واضح کرتی ہے کہ نبی اکرمؐ کا معمول نماز جنازہ کے بعد دعا نہ مانگنے کا تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں صحابہ کرامؓ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین بھی اسی پر عمل پیرا رہے۔

فقہاء کرامؒ نے "کتاب الجنائز" کے تحت نزعی کیفیت طاری ہونے سے لے کر غسل، کفن، نماز جنازہ، قبر، تدفین اور تعزیت تک جملہ احکام بیان کیے ہیں۔ لیکن سخت تعجب ہے کہ انہوں نے نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد قبل از تدفین اس مروجہ دعا کا کوئی ذکر نہیں بلکہ الٹا اس دعا کو مکروہ و بدعت قرار دیتے ہوئے اس سے صراحتاً منع بھی کر دیا۔ اس ضمن میں فقہاء کے اقوال پیش کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نماز جنازہ کے بارے میں ائمہ اربعہ کا طریقہ ہدیۂ قارئین کر دیا جائے:

1۔ احناف کے نزدیک نماز جنازہ کی امامت کرنے والا، مرد میت کے سینے کے بالمقابل اور عورت میت کے وسط میں کھڑا ہو، نیت کے بعد رفع یدین کے ساتھ تکبیر تحریمہ کہے، ثناء پڑھے، دوسری تکبیر بغیر رفع یدین کے کہے، درود شریف پڑھے، پھر ہاتھ اٹھائے بغیر تیسری تکبیر کہے اور میت کے حق میں اور تمام مسلمانوں کے لیے دعا کرے۔ چوتھی تکبیر بھی بغیر رفع یدین کہے اور دونوں طرف سلام پھیرے۔ مقتدی بھی تکبیرات، ثناء اور دعا میں امام کی اتباع کریں۔ تکبیر کے علاوہ ثناء،

Marfat.com

درود شریف اور دعا آہستہ پڑھے۔

2۔ مالکیہ کہتے ہیں کہ نماز پڑھانے والا مرد میت کے وسط اور عورت میت کے کاندھوں کے بالمقابل کھڑا ہو، نیت کے بعد تکبیر تحریمہ مع رفع یدین، پھر میت کے لیے دعا، دوسری تکبیر بلا رفع یدین پھر میت کے لیے دعا۔ تیسری تکبیر بھی بلا رفع یدین پھر میت کے لیے دعا، چوتھی تکبیر بھی بلا رفع یدین پھر میت کے لیے دعا، پھر بلا تکبیر ایک سلام دائیں جانب پھیرے۔ اس کے سوا سلام نہ پھیرے اگر چہ امام ہو۔ تمام باتوں کو آہستہ ادا کرنا چاہیے البتہ امام سلام اور تکبیر اونچی آواز سے کہے تا کہ مقتدی سن لیں اور اس بات کا خیال رکھے کہ ہر دعا کی ابتداء اللہ تعالیٰ کی حمد اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود سے ہو۔

3۔ شافعیہ کہتے ہیں کہ: امام مرد میت کے سر اور عورت یا مخنث میت کے وسط کے سامنے کھڑا ہو، نیت کے بعد تکبیر تحریمہ مع رفع یدین پھر ثناء کے بغیر تعوذ کے ساتھ سورۃ الفاتحہ پڑھے اور اس کے ساتھ کوئی دوسری سورت نہ پڑھے۔

دوسری تکبیر مع رفع یدین کہے اور درود شریف پڑھے۔

تیسری تکبیر بھی مع رفع یدین کہہ کر میت کے لیے دعا کرے۔

چوتھی تکبیر بھی مع رفع یدین کہہ کر دائیں بائیں سلام پھیرے۔

4۔ حنابلہ کہتے ہیں کہ: امام مرد میت کے سینے اور عورت میت کے وسط کے بالمقابل کھڑا ہو، نیت کے بعد مع رفع یدین تکبیر تحریمہ کہے پھر تعوذ اور تسمیہ کے ساتھ سورۃ الفاتحہ پڑھے۔ اس کے ساتھ کچھ اور نہ پڑھا جائے۔

دوسری تکبیر مع رفع یدین کہہ کر درود شریف پڑھے۔

تیسری تکبیر بھی مع رفع یدین کہہ کر میت کے لیے دعا کرے۔

پھر چوتھی تکبیر بھی مع رفع یدین کہے اور اس کے بعد کچھ نہ پڑھا جائے اور تھوڑی دیر خاموش رہ کر صرف ایک سلام پھیرا جائے۔ دوسرا سلام پھیرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو: (کتاب الفقه علی المذاهب الاربعة الجزء الاول تحت کتاب الجنائز)

اس تفصیل سے نماز جنازہ کے طریقہ کے بارے میں ائمہ اربعہ کا موقف سامنے آ گیا ہے۔ امام مالک کے نزدیک چاروں تکبیروں کے بعد ثناء، درود اور میت کے لیے دعا مانگی

Marfat.com

چاہیے جب کہ حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے دعا کرے لیکن امام ابو حنیفہؒ سمیت ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک نے بھی سلام کے بعد دعا کا اشارتاً بھی ذکر نہیں کیا۔

چودھویں صدی میں صرف احناف کے مابین اس مسئلہ نے اختلافی صورت اختیار کر لی ہے اور ایک فریق نے کتاب وسنت، صحابہ وتابعین، قرون ثلاثہ مشہود لہا بالخیر اور ائمہ مجتہدین اور فقہاء احناف سے الگ راستہ اختیار کرتے ہوئے نہ صرف ایک امر منکر و بدعت کو سینے کے ساتھ لگا رکھا ہے بلکہ "سبیل المؤمنین" کی اتباع میں نماز جنازہ کے بعد دعا نہ کرنے والوں کو طعن و تشنیع اور ملامت کا نشانہ بھی بناتے ہیں۔ حالانکہ فقہاء کرام نے واضح طور پر اس عمل کو "بدعت" اور ناجائز قرار دے کر اس سے منع فرمایا ہے۔ فقہ حنفی کی تمام معتبر کتابوں اور فتاویٰ میں اس کی صراحت پائی جاتی ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا گویا نماز جنازہ میں اپنی طرف سے زیادتی واضافہ کرنا ہے۔ یہاں صرف چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

امام ابوبکر بن حامد الحنفی (م 264ھ) فرماتے ہیں کہ:

"انّ الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ مکروہ" (محیط۔باب الجنائز)

تحقیق نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا مکروہ ہے۔

امام شمس الائمہ حلوانی (م 454ھ) اور شیخ الاسلام علامہ سعدی بخاری (م 461ھ) فرماتے ہیں کہ:

"لا یقوم الرجل بالدّعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ" (قنیہ جلد 1۔ص 56)

نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد کوئی آدمی دعا کے لے نہ ٹھہرے۔

علامہ طاہر البخاری (م 542ھ) فرماتے ہیں کہ:

"و لا یقوم بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ.... و لا یقوم بالدعاء فی قرأۃ القرآن لأجل المیت بعد صلوٰۃ الجنازۃ و قبلھا"

(خلاصۃ الفتاویٰ جلد 1 ص 225 تحت: الفصل الخامس و العشرون فی الجنائز)

نماز جنازہ کے بعد دعا کے لیے نہ ٹھہرے.... اور نہ ٹھہرے دعا کی غرض سے میت کے لیے قرآن پڑھنے کے لیے نماز جنازہ سے پہلے اور نہ نماز جنازہ کے بعد۔

Marfat.com

علامہ عبداللہ بن احمد حافظ الدین نسفی (م 710ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ:

"و فی اربع تکبیرات بثناء بعد الاولیٰ و صلوٰۃ علی النّبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم بعد الثانیۃ و دعاء بعد الثالثۃ

اورنماز جنازہ چارتکبیرات ہیں۔پہلی تکبیر کے بعد ثناء ، دوسری تکبیر کے بعد درود شریف پڑھے اور تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے دعا کرے۔

علامہ زین العابدین بن ابراہیم بن نجیم مصری (م 970ھ) کنز الدقائق کی مذکورہ عبارت "و دعاء بعد الثالثۃ" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"و قید لقولہ بعد الثالثۃ ، لأنہ لا یدعو بعد التسلیم کما فی الخلاصۃ" (بحرالرائق جلد2۔ص183)

علامہ نسفی نے دعا کو تیسری تکبیر کے ساتھ مقید کیا ہے کیونکہ سلام کے بعد دعا نہیں مانگی جاتی جیسا کہ "خلاصہ" میں ذکر کیا گیا ہے (کہ "لا یقوم بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ")

علامہ سراج الدین الحنفی (م فی حدود 700ھ) فرماتے ہیں کہ:

"اذا فرغ من الصلوٰۃ لا یقوم بالدعاء"

(الفتاویٰ السراجیۃ۔کتاب الجنائز۔باب الصلوٰۃ علی الجنازۃ ، فتاویٰ سراجیہ مع قاضی خان جلد1ص141)

جب نماز جنازہ سے فارغ ہوجائے تو میت کے لیے دعا کی نیت سے نہ ٹھہرے۔

امام محمد بن شہاب کردری الحنفی (م 827ھ) فرماتے ہیں:

"لا یقوم بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ، لأنہ دعاء مرّۃ"

(الفتاویٰ البزازیہ جلد4ص80)

نماز جنازہ کے بعد دعا کے لیے نہ ٹھہرے کیونکہ وہ ایک مرتبہ (نماز میں) دعا مانگ چکا ہے۔

امام شمس الدین محمد خراسانی (م 926ھ) فرماتے ہیں کہ:

"و لا یقوم داعیاً لہ" (جامع الرموز۔جلد1۔ص174)

اور نماز جنازہ کے بعد نہ ٹھہرے اس حال میں کہ وہ میت کے لیے دعا کرنے والا ہو۔

ملاعلی قاری حنفی (م 1014ھ) لکھتے ہیں کہ:

Marfat.com

"و لا یدعو للمیّت بعد صلوٰۃ الجنازۃ، لانّہ یشبہ الزیادۃ فی صلوٰۃ الجنازۃ"

(مرقاۃ المفاتیح۔ کتاب الجنائز۔ باب المشی بالجنازۃ والصلوٰۃ علیھا۔ جلد4ص170)

نمازِ جنازہ کے بعد میت کے لیے دعا نہ کرے کیونکہ یہ نمازِ جنازہ میں زیادتی کے مشابہ ہے۔

علامہ عبدالحیّ لکھنویؒ (م1304ھ) فرماتے ہیں کہ:

"ایّ صلوٰۃ یکرہ الدعاء بعدھا، اقول ھی صلوٰۃ الجنازۃ، علی روایۃ قال الزاھدی فی القنیۃ من ابی بکر ابن حامد: الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ مکروہ ثم قال: و قال محمد بن الفضل: لا بأس بہ و نقل عن ای المحیط: لا یقوم الرجل للدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ" (نفع المفتی والسائل ص141)

وہ کون سی نماز ہے جس کے بعد دعا کرنا مکروہ ہے؟ میں کہتا ہوں وہ نمازِ جنازہ ہے۔ ایک روایت کے مطابق زاہدی نے کہا ہے کہ قنیہ میں ابوبکر ابن حامد سے مروی ہے کہ نمازِ جنازہ کے بعد دعا مکروہ ہے۔

اور پھر کہا کہ محمد بن الفضل نے فرمایا: نمازِ جنازہ کے بعد دعا مانگنے میں کوئی حرج نہیں۔ بحوالہ "المحیط" نقل کیا ہے کہ کوئی مسلمان نمازِ جنازہ کے بعد دعا کے لیے نہ ٹھہرے۔

اہلِ بدعت محمد بن الفضل کے قول "لا بأس بہ" سے بھی استدلال کرتے ہیں (کہ نمازِ جنازہ کے بعد دعا مانگنے میں کوئی حرج نہیں) تو اس کا جواب یہ ہے کہ اکثر فقہاء اس "دعا" کو مکروہ کہتے ہیں لہٰذا اکثریت کا قول محمد بن الفضل کے قول پر راجح ہوگا۔ نیز "لا بأس بہ" کے الفاظ سے اس دعا کی "فرضیت، وجوب یا سنت و استحباب ثابت نہیں ہوتا بلکہ غیر اولیٰ ہونا ثابت ہوتا ہے چنانچہ علامہ ابن نجیم مصری (م970ھ) لکھتے ہیں کہ:

"لا بأس" یستعمل لما ترکہ اولی و ما ترکہ اولی مرجعہ الی کراھتہ التنزیھہ

یعنی جس کام پر عمل نہ کرنا بہتر ہو اس کے متعلق "لا بأس بہ" استعمال کیا جاتا ہے۔ آخر اس کا مآل کراہیت تنزیہی نکلتا ہے۔

اسی طرح امام علی بن ابی بکر فرغانی مرغینانی (م593ھ) فرماتے ہیں کہ:

"لا بأس" یشیر الی انّہ لا یوجر علیہ لکنّہ لا یأثم بہ (الھدایۃ ص124)

Marfat.com

"لا بأس به" سے اس طرف اشارہ نکلتا ہے کہ اس کام پر اجر نہ ملے گا لیکن کرنے پر گناہ بھی نہ ہوگا۔

علاوہ ازیں علامہ محمد بن فضل کے قول "لا بأس به" سے مروجہ دعا ہیئت اجتماعیہ کا استحباب ہرگز ثابت نہیں ہوتا بلکہ وہ قول "انفرادی" دعا پر محمول ہے یعنی اکیلے اکیلے بلا التزام دعا کر لے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ وہ مکروہ تنزیہی ہے نہ ثواب، نہ گناہ اور کار عبث ہے کیونکہ مشروع دعا تیسری تکبیر کے بعد ہے جس پر قرون مشہود لہا بالخیر سے برابر عمل جاری ہے۔ لہٰذا محمد بن فضل کا نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کے بارے میں یہ کہنا کہ "لا بأس به" اس میں کوئی حرج نہیں کسی طور پر بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ اس پر سب سے بڑا حرج یہی ہے کہ یہ خلاف سنت ہے۔

امام محمد بن احمد ابو بکر سرخسیؒ (م 483ھ) فرماتے ہیں کہ:

"واعتمدوا بالصّلٰوة على الجنازة، الاستغفار للميّت والشفاعة له.....لأنّ هٰذه ليست بصلٰوة على الحقيقة، انّما هي دعاء و استغفار للميّت"

(المبسوط جلد 2۔ص 64)

نماز جنازہ سے مقصود میت کے لیے استغفار اور اس کی شفاعت ہے..... کیونکہ یہ حقیقت میں نماز نہیں ہے بلکہ محض میت کے لیے دعا و استغفار ہے۔

اس عبارت سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ نماز جنازہ سے اصل مقصود میت کے لیے دعا و استغفار ہے۔ دوسری نمازوں کی طرح اس میں "اذان و اقامت، تعوذ، تسمیہ، قرأت قرآن، رکوع و سجود، قومہ و جلسہ، تسبیح و تحمید (ثناء کے سوا) اور التحیات و تشہد نہیں ہے۔ پھر اس "نماز" میں اوقات مکروہہ کے سوا کسی خاص وقت کی بھی پابندی نہیں (اس نماز کا طریقہ پیچھے گزر چکا ہے) اگر یہ نماز بھی دوسری نمازوں کی طرح حقیقی نماز ہوتی تو پھر کیا وجہ ہے کہ اسے مسجد میں بلا عذر ادا کرنے سے منع کر دیا گیا ہے؟ لہٰذا نماز جنازہ حقیقتاً نماز نہیں بلکہ صورتاً نماز ہے اور بذات خود ایک دعا ہے۔ امام قوم کی معیت میں میت کے لیے اللہ تعالیٰ کے دربار میں مغفرت اور درجات کی بلندی کے لیے سفارش کی جاتی ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ شریعت میں کسی عمل کا وہی طریقہ معتبر ہے جس کی اجازت شریعت نے دی ہو۔ اور اگر کہیں شریعت کے عمل متوارثہ کی شرعی حیثیت کسی

Marfat.com

ایسی حرکت سے مجروح ہوتی ہو اس سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

اس تفصیل سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ نماز جنازہ ایک دعا ہے جو سلام پھیرنے کے ساتھ ہی ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد جو مروجہ دعا ہوتی ہے اس سے لازمی طور پر عملِ متوارثہ یعنی نماز جنازہ میں اضافے کا شبہ ہوتا ہے جس سے بہر حال اجتناب ضروری ہے کیونکہ مروجہ اجتماعی دعا کا خیر القرون میں کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ اگر یہ عمل مشروع ہوتا تو ائمہ مجتہدین اس عمل سے ہرگز منع نہ کرتے اور اس عمل کی حیثیت عملِ متوارثہ کی ہوتی۔

امام شاطبیؒ نے حضرت حذیفہ بن الیمانؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

"کل عبادہ لم یتعبدھا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلا تعبدوھا فان الاوّل لم یدع للاخر لاخر مقالا فاتقوا اللہ یا معشر المسلمین و خذوا بطریق من کان قبلکم"

(الاعتصام جلد 1، ص 310)

جو عبادت صحابہ کرامؓ نے نہیں کی تم وہ عبادت نہ کرو کیونکہ پہلے لوگوں نے پچھلوں کے لیے کوئی کسر نہیں چھوڑی (جس کو یہ پورا کریں) اے گروہِ مسلمین! تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ان لوگوں کے طریقے کو اختیار کرو جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں یعنی صحابہ کرامؓ۔

امام مالکؒ (م 179ھ) جو دوسری صدی ہجری میں گزرے ہیں فرماتے ہیں کہ:

"فمالم یکن یومئذ دیناً لایکون الیوم دیناً" (اعتصام الشاطبی جلد 1۔ص 48)

پس جو طریقہ اس وقت دین نہیں سمجھا جاتا تھا وہ آج بھی دین نہیں کہلا سکتا۔

لہٰذا جو عبادت قرون مشہود لہا بالخیر سے ثابت نہ ہو وہ عبادت نہیں ہوگی اور بعد کے ادوار میں اس کا بطور عبادت انجام دینا بھی جائز نہیں ہوگا۔

اسی طرح جو عبادت خیر القرون میں بطور عبادت تو ثابت ہو لیکن اس کے لیے کسی خاص دن، جگہ، وقت یا کیفیت کا ثبوت نہ ہو تو اپنی طرف سے کسی خاص دن، جگہ، وقت اور کیفیت کے ساتھ اسے مقید کر دیا گیا ہو تو اس کا بجالانا بھی صحیح اور جائز نہیں ہوگا۔

درود و سلام، صدقہ خیرات، ایصال ثواب اور متبرک راتوں میں نماز و عبادت، یہ سب چیزیں عبادات ہیں۔ ان کی ضرورت جیسے آج ہے ایسے ہی عہد صحابہ میں بھی تھی، ان کے

Marfat.com

ذریعے ثواب آخرت اور رضائے الٰہی حاصل کرنے کا ذوق وشوق جیسے آج کسی نیک بندے کو ہوسکتا ہے اس سے بڑھ کر خود نبی اکرمؐ اور صحابہ کرامؓ کو تھا لیکن درود وسلام کے ساتھ کھڑے ہونے کی پابندی، ایصال ثواب کے لیے کھانے پر مختلف سورتیں پڑھنا نیز تیجے، ساتویں، چالیسویں وغیرہ کی پابندی، متبرک راتوں میں خود ایجاد نمازیں اور ان کے لیے چراغاں وآتش بازی، نماز جنازہ کے بعد بہیئت اجتماعی دعا کی پابندی، اسے ضروری قرار دینا اور اس میں شریک نہ ہونے والوں پر ملامت اور لعن طعن کرنا وغیرہ یہ امور احداث فی الدین ہونے کی بناء پر بدعت ہیں اور قابل ترک ہیں۔ کسی عالم ومجتہد کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ اپنی طرف سے کوئی نئی عبادت، کوئی جدید طریقہ عبادت اور کوئی خود ایجاد امر، دین کی اصل وفرع میں بڑھا سکے۔ صحابہ کرامؓ نے اس بات پر خوب پہرہ دیا اور خود بھی ایسی احتیاط برتی کہ اس کا حق ادا کر دیا۔

نماز فجر وعصر کے بعد امام کا دائیں یا بائیں مڑ کر کچھ دیر بیٹھنا ایک امر معروف ہے لیکن یہ مڑنا دراصل اس بات کا اعلان ہے کہ اب فرض ختم ہو چکے، ہر شخص کو اختیار ہے کہ جو چاہے کرے، جہاں چاہے جائے۔ لیکن یہ امام اگر ایک ہی طرف مڑنے کو دین خیال کرے تو صحابہ کرامؓ نے اس پر بھی نکیر فرمائی ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ:

"لا یجعل أحد کم للشیطان شیئا من صلوته ان حقا علیه ان لا ینصرف الّا عن یمینه، لقد رأیت رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم کثیرا ینصرف عن یسارہ" (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

تم میں سے کوئی شخص شیطان کو اپنی نماز میں حصہ دار نہ بنالے بایں طور کہ وہ صرف داہنی طوف مڑنے کی پابندی کرے کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بار ہا بائیں طرف مڑتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا مذکورہ قول بتا رہا ہے کہ جو فعل بجائے خود مستحب ہو لیکن آپؐ نے اس کی پابندی نہیں فرمائی، اسے بھی پابندی کے ساتھ کرنا گویا یہ معنی رکھتا ہے کہ اس عمل کو ضروری سمجھ لیا گیا ہے حالانکہ دین میں جس چیز کو جو درجہ دیا گیا ہے اسے اس سے زیادہ درجہ دینا بھی اسی طرح برا ہے جس طرح کم درجہ دینا۔

Marfat.com

پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ مذکورہ روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ نہیں فرمایا کہ داہنی طرف مڑنے کو عقیدتاً ضروری سمجھنے والا اور دوسروں کو اس عمل کی تعلیم دینے والا گمراہ ہے بلکہ ایسے شخص کو تو کافر کہا جاتا کیونکہ وہ گویا بائیں طرف مڑنے کو غلط اور گناہ ٹھہرا رہا ہے جب کہ بائیں طرف مڑنا بھی آپؐ سے ثابت ہے۔ لہٰذا نعوذ باللہ اس نے آپ کو بھی گناہ گار ٹھہرا دیا (اور یہ چیز صریح کفر ہے)۔

ایسا نہیں بلکہ عبداللہ بن مسعودؓ نے مجرد اس طرزِ عمل ہی کو شیطنت ٹھہرا دیا ہے کہ امام ہمیشہ دائیں طرف ہی مڑا کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کوئی بھی ایسا کام نکالنا جو عوام کے نزدیک تقرب الی اللہ اور ثواب کا ذریعہ ٹھہرے حالانکہ قرآن وسنت سے اس کا اشارۃً بھی حکم نہ ملا ہو، قطعاً بدعت ہے خواہ نکالنے والے کی نیت اسے ضروری قرار دینے کی نہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ مسجد میں حلقے بنا کر کنکریوں پر ذکر کررہے ہیں۔ ایک شخص ان سے کہتا ہے کہ سو مرتبہ اللہ اکبر پڑھو تو لوگ سو مرتبہ "اللہ اکبر" کہتے ہیں۔ پھر وہ کہتا ہے سو بار "لا الٰہ الا اللہ" کہو تو وہ سو بار "لا الٰہ الا اللہ" کہتے ہیں۔ پھر وہ کہتا ہے سو مرتبہ "سبحان اللہ" کہو تو وہ سو دفعہ "سبحان اللہ" پڑھتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ان سے فرمایا کہ:

"ویحکم یا امّة محمّد ما اسرع هلكتم، هؤلاء صحابة نبيّكم صلّى الله عليه وسلّم متوافرون و هٰذه ثيابه تبلُ و انيته لم تُكسَرْ، والّذى نفسى فى يده انّكم لعلى ملّة هى اهدىٰ من ملّة محمّد، او مفتتحى باب ضلالة.

قالوا! والله يا أبا عبدالرحمٰن ما اردنا الّا الخير، قال: وكم من مريد للخير لن يصيبه...." (سنن دارمی۔ باب فی كراهية اخذ الراى)

اے امت محمدؐ! تم پر افسوس کہ کتنی جلدی تمہاری بربادی ہو گئی کہ تمہارے نبیؐ کے یہ صحابہ کثیر تعداد میں موجود ہیں اور آپؐ کے کپڑے ابھی بوسیدہ نہیں ہوئے اور آپؐ کے برتن ابھی نہیں ٹوٹے (اور تم اتنی جلدی نبی اکرمؐ اور صحابہ کرامؓ کے طریقے سے ہٹ گئے) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری

Marfat.com

جان ہے یا تو تم ایسے طریقے پر ہو جس میں (نعوذ باللہ) محمدؐ کے طریقے سے زیادہ ہدایت ہے (کیونکہ یہ طریقہ آپؐ کے طریقے سے ہٹ کر ہے) یا پھر تم لوگ گمراہی کا دروازہ کھولنے والے ہو (کیونکہ یہ عمل بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت ہے)

انہوں نے کہا: اے ابو عبدالرحمٰن (حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی کنیت ہے) اللہ کی قسم! ہم نے تو فقط خیر کا ارادہ کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ: کتنے ہی خیر کا ارادہ کرنے والے ایسے ہیں جن کو ہرگز خیر حاصل نہیں ہوتی (لہٰذا تمہارا خیر کا ارادہ کرنے سے یہ بدعت والا کام ثواب کا کام شمار نہیں ہوگا)

غور کا مقام ہے کہ ذکر الٰہی جیسا مقدس عمل لیکن حضرت ابن مسعودؓ جیسے عظیم الشان صحابی اس پر ناراض ہیں اور انہیں یہ بات بالکل پسند نہیں آئی کہ ذکر اللہ کے لیے ایسی اجتماعی شکلیں اختیار کی جائیں جن کی تعلیم عملاً یا قولاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں دی۔

ترمذی میں حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ایک شخص حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پہلو میں کھڑے ہوئے چھینکا اور کہنے لگا "الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ" ابن عمرؓ نے فرمایا: یہ بات تو میں بھی کہتا ہوں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس طرح نہیں سکھایا ہے بلکہ یوں سکھایا ہے کہ: "ان نقول الحمدللہ علی کل حال" کہ ہم ہر حال میں الحمدللہ کہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

اندازہ کیجیے کہ "والسلام علی رسول اللہ" جیسا پاکیزہ جملہ، لیکن صرف "الحمدللہ" کہنا آپؐ سے منقول ہے اور اسی پر اکتفاء کرنا دین کا تقاضا ہے۔ اس تقاضے کو صحابہؓ نے آپؐ ہی سے سیکھا تھا اور یہ بات بھی ان کی نظر میں تھی کہ جس جگہ آپؐ نے لفظ ''نبی'' استعمال فرمایا ہو وہاں کسی کو ''رسول'' کہنے کا بھی اختیار نہیں۔

چونکہ دعا بعد نماز جنازہ نبی اکرمؐ، خلفائے راشدینؓ، صحابہؓ و تابعینؒ سے ثابت نہیں ہے اس لیے ائمہ مجتہدین نے بھی نماز جنازہ کے بعد بہیئت اجتماعی دعا کو قرون مشہود لہا بالخیر میں ثابت نہ ہونے کی بناء پر ناجائز اور بدعت قرار دیا ہے۔ حوالہ جات پیچھے

Marfat.com

گزر چکے ہیں۔

اس کے برعکس ایک گروہ نے نماز جنازہ کے بعد دعا کو اپنا ''شعار'' بنالیا ہے اور جو ان کے اس عمل میں شریک نہ ہو اور اس موقع پر بہیئت اجتماعی دعا نہ کرے تو اسے ملامت اور طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔خود راقم الحروف کے ساتھ بھی چوہدری محمد اسلم کی والدہ صاحبہ کی نماز جنازہ کے بعد تمر کوٹ (نزد سدھن گلی آزاد کشمیر) کے مقام پر 9۔جون 2015ء کو سرعام بیسیوں لوگوں کی موجودگی میں یہ معاملہ پیش آچکا ہے۔

بہر حال علمائے حق نے اس گروہ کے اشکالات اور استدلالات کا علمی اور تحقیقی جواب ہر دور میں دیا ہے۔فجزاء ھم اللہ احسن الجزاء۔ ''تمر کوٹ'' میں پیش آنے والے واقعہ کے بعد چناری/ہٹیاں آزاد کشمیر کے ایبٹ آباد میں مقیم دینی حمیت سے سرشار ایک موحّد عالم دین مولانا فیض رسول صاحب نے سید محمد اسحاق نقوی البخاری (ایم اے بی ایڈ، فاضل اردو، فاضل عربی ، فاضل تنظیم المدارس ، فاضل مطالعہ اسلامک لاء ، فاضل صحافت ، مدیر اعلیٰ ہفت روزہ ''قلم''، مہتمم مدرسہ سیدنا ابو ترابؓ تعلیم القرآن رجسٹرڈ گوجر بانڈی/حافظ آباد چناری تحصیل ہٹیاں بالا ضلع مظفر آباد آزاد کشمیر) کی 84 صفحات پر مشتمل ''علمی و تحقیقی'' کاوش ''دلائل شرعیہ کی روشنی میں دعا بعد نماز جنازہ کا ایک تحقیقی جائزہ'' مطبوعہ جون۔ 2003ء / ربیع الثانی 1424ھ عنایت فرمائی جس میں مصنف نے بزعم خود نماز جنازہ کے بعد دعا کو قرآن مجید ، احادیث مبارکہ، تعامل صحابہ، تابعین، فقہ حنفی، مشائخ عظام، مشاہیر علماء اور اکابر علمائے دیوبند کی تحریروں کی روشنی میں ''ثابت'' کیا ہے۔کتاب کے آخر میں بطور ''ضمیمہ'' علامہ پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن صاحب چیئرمین رویئت ہلال کمیٹی کا اپنی تائید میں ایک فتویٰ بھی شامل کیا ہے۔

جناب نقوی صاحب کی کتاب کا مفصل و مدلل اور تحقیقی جواب مولانا پروفیسر الطاف حسین صدیقی صاحب نے 266 صفحات پر مشتمل اپنی کتاب ''احکام الاموات مع ردما فی الجائزۃ من البدعات والتحریفات'' میں دیا ہے مگر جناب صدیقی صاحب اپنی کتاب میں مفتی منیب الرحمٰن صاحب کے فتویٰ کو ''نظر انداز'' کر گئے لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مفتی صاحب کا فتویٰ اور اس کا تنقیدی جائزہ بھی ہدیۂ قارئین کر دیا جائے۔

''خادم شرع مصطفوی'' سید محمد اسحاق نقوی صاحب اپنی کتاب میں زیر عنوان ''ضمیمہ''

Marfat.com

لکھتے ہیں کہ:

نوٹ راقم اس کتاب کا مسودہ مکمل کر چکا تھا تو مجھے اسلامی جمہوریہ پاکستان کی مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین حضرت علامہ پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن صاحب مدظلہ العالی کا ایک فتویٰ دربارہ دعا نماز جنازہ دستیاب ہوا جو روزنامہ ایکسپریس اسلام آباد کے جمعہ دین و دانش ایڈیشن مجریہ 20۔ستمبر 2002ء تفہیم المسائل کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔

میں سوال کے ساتھ اس فتویٰ کو حرف بحرف قارئین کے لیے افادۂ عام کی خاطر نقل کر رہا ہوں۔ مجھے خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ ایک مشہور و معروف عالم و فاضل ، متدیّن و متشرع ، مفکر و محقق شخصیت کا فتویٰ بطور ضمیمہ میری کتاب میں شامل ہوا ہے۔ گویا یہ روشن تحریر میری اس کتاب کی تصدیق و تائید ہے۔ (بشکریہ روزنامہ ایکسپریس)

(''دلائل شرعیہ کی روشنی میں دعا بعد نماز جنازہ کا ایک تحقیقی جائزہ'' ص 79)

Marfat.com

دعا بعد نماز جنازہ کے جواز سے متعلق

مفتی منیب الرحمٰن کا فتویٰ

سوال: ہمارے علاقے میں بعض لوگ عوام کو علی الاعلان یہ کہہ کر گمراہ کرتے ہیں کہ آپ لوگ نماز جنازہ کے بعد میت کے لیے ہاتھ اٹھا کر جو دعائے مغفرت کرتے ہیں، اس کا کوئی شرعی ثبوت نہیں اگر ہے تو پیش کریں۔قرآن وسنت کی روشنی میں دلائل کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔نیز جو لوگ علی الاعلان اسے ناجائز کہہ کر عوام کو گمراہی میں مبتلا کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لیے کیا حکم ہے؟ (مولانا نصیر اللہ نقشبندی نیریاں شریف مرشد آباد۔آزاد کشمیر)

جواب: پہلے ایک دو اصولی باتیں سمجھ لیجیے۔

اسلام اور دنیا کے ہر نظام قانون کا ایک بنیادی مسلمہ اصول یہ ہے کہ اشیاء وامور میں اصل اباحت (یعنی جائز ہونا) ہے۔لہٰذا کہیں بھی قوانین کی تشکیل میں مباحات (جائز امور) کا احاطہ نہیں کیا جاتا بلکہ ہر شئی کے محرمات، ممنوعات اور مکروہات کو تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا جاتا ہے اور یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ ان کے علاوہ دیگر امور جائز ہیں۔

مثلاً جن خواتین سے نکاح شرعاً حرام ہے قرآن نے ان کو سورۃ النساء آیت 22 تا 25 میں تفصیل کے ساتھ بیان فرما دیا ہے اور پھر فرمایا ''اور ان (مذکورہ محرمات) کے علاوہ باقی سب عورتوں کے ساتھ تمہارا نکاح جائز ہے۔'' (النساء 24)

اسی طرح قرآن نے سورہ بقرہ آیت نمبر 173، اور سورۃ النحل آیت نمبر 115 میں ماکولات میں سے محرمات (مردار، ذبح کے وقت بہنے والا خون، خنزیر اور جس جانور پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے) کا ذکر فرمایا۔احادیث میں اس پر درندے، شکاری پرندے اور گدھے کا اضافہ فرمایا گیا۔بعض دیگر جانوروں کو قیاس اجتہاد کے ذریعے فقہائے امت نے مکروہ تحریمی قرار دیا۔

ان کے علاوہ دیگر لاتعداد جانور جو حلال ہیں کتاب وسنت اور ائمہ مجتہدین نے ان کا

Marfat.com

تفصیل سے احاطہ نہیں کیا اور نہ ہی ایسا کرنا عملاً ممکن ہے۔ ہماری عملی زندگی میں اس کی مثال یہ ہے کہ جس سڑک پر دائیں یا بائیں مڑنا منع ہو یا جس گلی یا سڑک پر گاڑی چلانا منع ہو، ٹریفک کا عملہ وہاں مخصوص ممانعت کا نشان لگا دیتا ہے۔ باقی جس گلی یا سڑک پر گاڑی چلانا ممنوع نہیں ہے وہاں کوئی مخصوص نشان نہیں لگایا جاتا۔

ممانعت کا نشان نہ ہونا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ گلی یا سڑک پر گاڑی چلانے کی عام اجازت ہے۔

بعینہ یہی اصول احکام شریعت کا ہے۔ حدیث شریف میں ہے حضرت سلمانؓ سے روایت ہے کہ:

بعض اشیاء (کی حلت وحرمت) کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (شرعی حکم) دریافت کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا: ''حلال وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال قرار دیا ہے اور حرام وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام قرار دیا ہے اور جس کے بارے میں (قرآن وسنت) میں سکوت فرمایا گیا ہے تو وہ معاف ہے (یعنی جائز وحلال ہے) لہٰذا خواہ مخواہ اپنے آپ کو تکلیف میں نہ ڈالو۔'' (سنن ابن ماجہ ص 249 سنن ترمذی ص 219)

اس حدیث سے کتب تفاسیر وفقہ میں اس مفہوم پر استدلال کیا گیا ہے۔ سنن بیہقی صفحہ 12 جلد نمبر 10 پر حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث مرفوع ہے ''جس چیز (کی حرمت کے بیان) سے قرآن نے سکوت کیا تو وہ معاف ہے (یعنی جائز ہے) تو اللہ کی طرف سے معاف (یا جواز کی رعایت) کو (خوش دلی سے) قبول کرو۔ کیونکہ اللہ بھولنے والا نہیں۔ پھر آپ نے سورہ مریم کی آیت نمبر 64 تلاوت فرمائی جس کا معنی یہ ہے کہ: ''اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں۔'' فتاویٰ میں ہے۔ قول مختار یہ ہے کہ جمہور حنفیہ وشافعیہ کے نزدیک (اموروا شیا میں) اصل اباحت ہے (جائز ہونا ہے) جلد نمبر 1 ص 98۔

لہٰذا اگر کوئی شخص کسی خاص موقع ومقام کے لیے یا علی الاطلاق، کسی چیز کی حرمت یا کراہت کا مدعی ہے تو بارِ ثبوت اس پر ہے کہ وہ عدم جواز کی شرعی دلیل پیش کرے نہ کہ فریق مخالف (قائل جواز) سے دلیل طلب کرے۔

دوسرا اصولی مسئلہ یہ ہے کہ فی نفسہ دعا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک انتہائی محبوب اور

Marfat.com

پسندیدہ فعل ہے۔ مقامات نجاست وکراہت کے علاوہ دعا کے لیے نہ کسی وقت کی پابندی ہے نہ کسی خاص لب ولہجے اور زبان کی۔ یہ الگ بات ہے کہ مسنون دعاؤں کی برکات زیادہ ہیں۔ بندے کی دعا اللہ تعالیٰ کو اتنی مرغوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث مبارکہ میں فرمایا:

''کثرت سے دعا کیا کرو۔'' المستدرک کتاب الدعاء 529/1، ''دعا عبادت کا مغز ہے'' (مشکوٰۃ کتاب الدعوات)، ''دعا تقدیر کو ٹال دیتی ہے'' (مشکوٰۃ کتاب الدعوات)، ''اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کیا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ کوئی اس سے سوال کرے۔'' (مشکوٰۃ۔ کتاب الدعوات)

اور وفات شدہ اہل ایمان کے لیے دعا کی ترغیب دیتے ہوئے اللہ جل شانہ نے فرمایا: ''اور جوان کے بعد آئے وہ (اللہ کی بارگاہ میں) عرض کرتے ہیں۔ اے اللہ تو ہمیں بخش دے اور ہمارے ان دینی بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں مومنوں کے لیے کینہ نہ رکھ۔ اے ہمارے رب تو بہت مہربان، نہایت رحم فرمانے والا ہے۔ (الحشر 10)

اس آیت کا سیاق وسباق (مواد) تو خاص ہے لیکن اس کا حکم عام ہے اور اپنے اسلاف وسابقین اہل ایمان کے لیے دعائے مغفرت کو اہل ایمان کا شعار قرار دیا گیا ہے۔ اب اس دعائے کے لیے کسی وقت خاص کا تعین نہیں ہے۔ کسی شخص کی زندگی میں بھی اس کے لیے دعائے مغفرت کی جا سکتی ہے۔ بطور خاص بعد از نماز جنازہ ممانعت کی کسی کے پاس کوئی دلیل ہو تو پیش کرے۔

رہا یہ سوال کہ آیا بعد نماز جنازہ دعا کے لیے کوئی دلیل مثبت بھی ہے، تو حدیث شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ:

''جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھ چکو تو اخلاص کے ساتھ اس کے لیے دعا کرو۔''

اس حدیث میں نماز جنازہ پڑھنے کے فوراً بعد دعا کا ذکر ہے۔ کیونکہ اصول فقہ میں یہ طے ہے کہ "ف"، "تعقیب علی الفور" لے آتی ہے۔ یہ اس کے حقیقی معنی ہیں اور کسی عقلی، عادی یا شرعی عذر کے بغیر حقیقی معنی سے عدول جائز نہیں ہے۔ لہٰذا اس کا مطلب یہ ہے

Marfat.com

کہ نماز جنازہ کے فوراً بعد میت کے لیے اخلاص سے دعا مانگو۔

امام علاؤالدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی لکھتے ہیں:

یہ مسئلہ کہ نماز جنازہ کی تکرار نہیں ہے، اس میں ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی نماز جنازہ پڑھائی جب حضور نماز جنازہ پڑھا کر فارغ ہو چکے تو اس وقت حضرت عمرؓ آئے اور دوبارہ نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو حضورؐ نے انہیں تکرار جنازہ سے روکتے ہوئے فرمایا:

"نماز جنازہ دوبارہ نہیں پڑھی جائے گی لیکن میت کے لیے دعا کرو اور اس کے لیے استغفار کرو۔" یہ اس باب میں (کہ نماز جنازہ کی تکرار نہیں) نص ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ سے ایک نماز جنازہ نکل گئی (یعنی وہ دیر سے پہنچے) پس وہ جب (میت کے پاس) آئے تو صرف دعائے مغفرت پر اکتفاء کی۔

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے حضرت عمرؓ کی نماز جنازہ نکل گئی، جب وہ آئے تو انہوں نے (جنازے پر موجود حاضرین سے) کہا کہ:

اگرچہ تم لوگ مجھ سے نماز جنازہ میں پہل کر چکے ہو لیکن دعا میں مجھ سے پہل نہ کرو۔

ان احادیث سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ عہدِ رسالت میں نماز جنازہ کے بعد میت کے لیے دعا کا معمول تھا۔ مبسوط سرخسی میں بھی یہ روایات موجود ہیں۔ "دعا بعد صلوۃ الجنازۃ" کے ثبوت کا مسئلہ ہم نے دلائل کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ ہم اس کے فرض، واجب یا سنت قرار دینے کے مدعی نہیں ہیں بلکہ جواز اور استحباب کے مدعی ہیں کہ جتنے زیادہ مواقع پر اور جتنی زائد بار میت کے لیے دعا کی جائے وہ اس کے لیے مفید ہے اور خود دعا کرنے والے کے لیے بھی وسیلہ اجر ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص بطور خاص نماز جنازہ کے بعد میت کے لیے دعائے مغفرت یا ایصال ثواب کو خلاف سنت یا بدعت قرار دیتا ہے تو وہ عدم جواز کی دلیل پیش کرے۔ اصولاً بارِ ثبوت اس کے ذمے ہے کہ کہاں اور کب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔ اس کے برعکس روایات و آثار سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ جلد ثالث صفحہ 331 پر ہے عمیر بن سعد بیان کرتے ہیں کہ:

"میں نے حضرت علیؓ کے ساتھ یزید مکفف کی نماز جنازہ پڑھی۔ انہوں نے ان پر

Marfat.com

(جنازے کی) چار تکبیرات پڑھیں پھر چلے یہاں تک کہ میّت کے قریب آ گئے اور عرض کیا:

اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے اور تیرے بندے کا فرزند ہے۔ آج تیرے حضور حاضر ہے تو اس کے گناہوں کو معاف فرما، اس کی قبر کو اس کے لیے وسیع فرما۔ ہم اس کے بارے میں خیر کے سوا کچھ نہیں جانتے اور تو اس کے حال کو بہتر جانتا ہے۔''

(دلائل شرعیہ کی روشنی میں دعا بعد نماز جنازہ کا ایک تحقیقی جائزہ ص 79 تا 83)

یہ ملحوظ رہے کہ مذکورہ فتویٰ کے متن میں بین القوسین توضیحی اشارات بھی اسی کتاب سے ماخوذ ہیں۔

Marfat.com

مفتی منیب الرحمٰن کے فتویٰ کا تجزیہ

قارئین کرام! سید محمد اسحاق نقوی صاحب کی کتاب سے راقم نے مفتی منیب الرحمٰن کا دعا ''بعد صلوٰۃ الجنازہ'' کے جواز سے متعلق مفصل و ''مدلل'' فتویٰ بعینہ اور من وعن نقل کر دیا ہے اور نقوی صاحب نے اس ''فتویٰ'' کو اپنے موقف کی تائید و تصدیق کے طور پر باقاعدہ اپنی کتاب میں شامل کیا ہے۔ جس سے ''قائلین دعا بعد الجنازۃ'' کا پورا نقطۂ نظر اور ان کے ''قوی دلائل'' کا حدود اربعہ سامنے آجاتا ہے۔

مفتی منیب الرحمٰن صاحب نے اپنے ''جواب'' کے بالکل آغاز میں اپنے پیش کردہ ''مسلمہ اصول'' کی جن ''مثالوں'' سے وضاحت کی ہے ان کی نسبت اگر مفتی صاحب کی طرف صحیح تسلیم کر لی جائے (اور کوئی وجہ نہیں کہ اسے غلط قرار دیا جائے کیونکہ نقوی صاحب جیسے فاضل اور دیانت دار شخص نے اسے روزنامہ ایکسپریس کے شکریہ کے ساتھ نقل فرمایا ہے) تو اس کے پیش نظر مفتی صاحب کا مسلمان ہونا ہی ثابت نہیں کیا جا سکتا جب تک اسے موصوف کی جہالت، غفلت، کم علمی، غلطی اور خطاء پر محمول نہ کیا جائے۔ مفتی صاحب کے مقام کے پیش نظر مؤخر الذکر بات ہی زیادہ مناسب معلوم ہوتی ہے۔

سخت تعجب ہے کہ مفتی منیب الرحمٰن صاحب لفظ ''علاوہ'' کا معنی و مفہوم ہی نہیں جانتے۔ موصوف نے اس ''فتویٰ'' میں چار مرتبہ یہ لفظ استعمال کیا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ اشیاء کو ''حرام'' اور حرام کردہ اشیاء کو ''حلال'' ٹھہرانا لازم آتا ہے اور جو شخص اس فعل کا مرتکب ہو تو اس کے ''شرعی حکم'' سے ہر باشعور مسلمان بخوبی آگاہ ہے۔ چنانچہ مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ:

''اسلام اور دنیا کے ہر نظام قانون کا ایک بنیادی مسلمہ اصول یہ ہے کہ اشیاء اور امور میں اصل اباحت ہے لہٰذا کہیں قوانین کی تشکیل میں مباحات کا احاطہ نہیں کیا جاتا بلکہ ہر شئی کے محرمات، ممنوعات اور مکروہات کو تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا جاتا ہے اور یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ **ان کے علاوہ** دیگر امور جائز ہیں.... ''

مفتی صاحب نے لفظ ''علاوہ'' کا مفہوم نہ سمجھنے کی وجہ سے سخت ٹھوکر کھائی ہے اور اس کا بالکل الٹ مفہوم بیان کر دیا۔

Marfat.com

موصوف کے اس جملہ کا مطلب تو یہ سامنے آتا ہے کہ ''ہر شی کے محرمات، ممنوعات اور مکروہات بھی جائز ہیں اور ان کے علاوہ دیگر امور بھی جائز ہیں۔ حالانکہ اس بات کا قائل کوئی مسلمان نہیں ہو سکتا۔

اگر کوئی شخص ''لا الٰہ الّا اللّٰہ'' کا معنی یہ کرے کہ:

اللہ تعالیٰ کے ''علاوہ'' کوئی معبود نہیں تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ (العیاذ باللہ) اللہ تعالیٰ بھی معبود نہیں ہیں اور بھی کوئی نہیں ہے۔

جب کہ یہاں یہ معنی کرنا چاہیے کہ ''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں''۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ لفظ ''علاوہ''، "More over" کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے اور ''سوا''، "Except" کے مفہوم میں۔

مفتی صاحب نے یہاں ''علاوہ'' کا لفظ استعمال کر کے ''محرمات، ممنوعات اور مکروہات کو بھی جائز قرار دے دیا اور موصوف ''علاوہ'' اور ''سوا'' میں فرق ملحوظ نہ رکھ سکے۔

مفتی صاحب نے اپنے ''جملے'' کی وضاحت کے لیے جو مثال پیش کی ہے اس سے اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ اشیاء کو ''حرام'' اور حرام کردہ اشیاء کو ''حلال'' ٹھہرانا لازم آتا ہے اور یہ صریح کفر ہے۔

مفتی صاحب اس کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''مثلاً جن خواتین سے نکاح شرعاً حرام ہے، قرآن نے ان کو سورۃ النساء آیت 22 تا 25 میں تفصیل کے ساتھ بیان فرما دیا ہے اور پھر فرمایا: اور ان مذکورہ محرمات کے علاوہ باقی سب عورتوں کے ساتھ تمہارا نکاح جائز ہے۔ (النساء 24)

قرآن کریم نے محولہ بالا آیات میں ''باپ دادا کی منکوحات، ماؤں، بیٹیوں، بہنوں، پھوپھیوں، خالاؤں، بھتیجیوں، بھانجیوں، رضاعی ماؤں، رضاعی بہنوں، بیویوں کی ماؤں اور ان بیویوں کی بیٹیاں (جو تمہاری گودوں میں پرورش پا رہی ہیں) جن سے تم صحبت کر چکے ہو، اور اپنے بیٹوں کی بیویوں اور دو حقیقی یا رضاعی بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا.... غرضیکہ ان محرمات سے نکاح کرنا حرام ٹھہرایا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ....'' (النساء 24)

اور ان محرمات کے ''سوا'' باقی عورتیں تمہارے لیے حلال کر دی گئی ہیں۔

Marfat.com

مفتی منیب الرحمٰن صاحب کے اس معنی سے (کہ اوران مذکورہ محرمات کے"علاوہ" باقی سب عورتوں کے ساتھ تمہارا نکاح جائز ہے) اللہ تعالیٰ کی حرام ٹھہرائی ہوئی عورتوں کے ساتھ بھی نکاح حلال قرار پاتا ہے اور یہ صریح کفر ہے۔

کسی بھی ذی علم سے اگر اس جملے کا معنی و مطلب پوچھا جائے کہ"حضرت ابوبکرؓ نے غزوہ بدر کے علاوہ غزوہ احد میں بھی شرکت فرمائی" تو وہ یہی جواب دے گا کہ انہوں نے مذکورہ دونوں غزوات میں شرکت کی جب کہ مفتی صاحب کی تشریح کے مطابق اس کا یہ مطلب ہے کہ "انہوں نے غزوہ بدر میں تو شرکت نہیں کی البتہ غزوہ احد میں شریک ہوئے ہیں۔"

اسی طرح عام طور پر اشتہارات وغیرہ میں ایک روایت کا یہ مفہوم بیان کیا جاتا ہے کہ "کلونجی، موت کے علاوہ ہر مرض کا علاج ہے"یعنی"کلونجی"موت کے سوا ہر مرض کا علاج ہے۔

مفتی صاحب اپنا علمی سفر جاری رکھتے ہوئے مزید فرماتے ہیں کہ:

"اسی طرح قرآن نے سورۃ بقرہ آیت نمبر 173 ، اور سورۃ النمل آیت نمبر 115 میں ماکولات میں سے محرمات (مردار، ذبح کے وقت بہنے والا خون، خنزیر اور جس جانور پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے) کا ذکر فرمایا۔ احادیث میں اس پر درندے، شکاری پرندے اور گدھے کا اضافہ فرمایا گیا۔ بعض دیگر جانوروں کو قیاس واجتہاد کے ذریعے فقہائے امت نے مکروہ تحریمی قرار دیا۔ ان کے علاوہ دیگر لاتعداد جانور جو حلال ہیں کتاب وسنت اور ائمہ مجتہدین نے ان کا تفصیل سے احاطہ نہیں کیا...."

اس مثال میں بھی لفظ"علاوہ"کے استعمال سے یہی مفہوم نکلتا ہے کہ کتاب وسنت اور ائمہ مجتہدین نے ان حرام جانوروں کا بھی احاطہ نہیں کیا اور حلال جانوروں کا بھی۔ اسی طرح"ان کے علاوہ دیگر لاتعداد جانور جو حلال ہیں"کا مفہوم بھی یہی نکلتا ہے کہ حرام جانور بھی حلال ہیں اور دیگر بھی۔

رؤیت ہلال کمیٹی پاکستان کے چیئرمین مفتی منیب الرحمٰن صاحب اس"فتویٰ"میں مزید فرماتے ہیں کہ:

"دوسرا اصولی مسئلہ یہ ہے کہ فی نفسہ دعا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک انتہائی محبوب اور پسندیدہ فعل ہے۔ مقامات نجاست وکراہت کے علاوہ دعا کے لیے نہ کسی وقت کی پابندی ہے نہ

Marfat.com

کسی خاص لب و لہجے اور زبان کی۔''

اس جملے کا مفہوم بھی یہی ہے کہ مقامات نجاست و کراہت پر بھی دعا کے لیے کسی وقت یا کسی خاص لب و لہجہ اور زبان کی کوئی پابندی نہیں ہے اور دوسرے مقامات کے لیے بھی۔

مفتی صاحب نے مذکورہ فتویٰ میں چار مرتبہ ''علاوہ'' کا لفظ استعمال کیا جس سے جملے کا مفہوم بالکل الٹ ہوگیا۔ اگر ایک آدھ مرتبہ ان سے یہ غلطی ہوتی تو اسے ''سہو اور کمپوزنگ یا کتابت'' کی غلطی پر محمول کرلیا جاتا لیکن یہاں جس کثرت اور تکرار کے ساتھ یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ موصوف ''علمی و فقہی'' بلند پروازی کے باوجود ابھی تک ''علاوہ اور سوا'' کے الفاظ میں کوئی فرق محسوس نہ کر سکے۔

مذکورہ تمہید سے مفتی صاحب کے ''نفسِ مسئلہ'' پر دیے گئے ''دلائل'' کی صحت کا بھی بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے لیکن چونکہ جناب علامہ سید محمد اسحاق نقوی صاحب مفتی صاحب کے زیر بحث فتویٰ کو اپنی کتاب میں شامل کرنے پر بہت ہی زیادہ خوش ہیں (مجھے خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ ایک مشہور و معروف عالم و فاضل، متدین و متشرع، مفکر و محقق شخصیت کا فتویٰ بطور ضمیمہ میری کتاب میں شامل ہوا ہے گویا یہ روشن تحریر میری اس کتاب کی تصدیق و تائید ہے)

اس لیے ان کی خوشی کو دوبالا کرتے ہوئے مفتی صاحب کے پیش کردہ دلائل کا مختصر تجزیہ بھی ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے:

نفسِ مسئلہ یعنی دعا بعد نماز جنازہ سے متعلق کتاب و سنت اور تعامل صحابہؓ، تابعین اور ائمہ مجتہدین کی روشنی میں اہل حق کے دلائل پیچھے پیش کیے جاچکے ہیں کہ ''خیر القرون'' میں اس دعا کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ مفتی منیب الرحمٰن صاحب اگر جواب دینے سے پہلے اپنے فتویٰ کے شروع میں سوال کے الفاظ پر ہی غور فرما لیتے تو اللہ تعالیٰ، نبی اکرمؐ، صحابہ کرامؓ اور ائمہ مجتہدین پر ''افتراء'' کے مرتکب تو نہ ہوتے۔

''سوال'' میں نماز جنازہ کے بعد دعا نہ کرنے والوں کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ:

''بعض لوگ عوام کو علی الاعلان یہ کہہ کر گمراہ کرتے ہیں.... جو لوگ علی الاعلان اسے ناجائز کہہ کر عوام کو گمراہی میں مبتلا کرتے ہیں، ایسے لوگوں کے لیے کیا حکم ہے؟''

ایک طرف مفتی صاحب اپنے فتویٰ کے آخر میں یہ لکھتے ہیں کہ:

Marfat.com

''دعا بعد صلوٰۃ الجنازۃ کے ثبوت کا مسئلہ ہم نے دلائل کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ہم اس کے فرض، واجب یا سنت قرار دینے کے دعی نہیں ہیں بلکہ جواز اور استحباب کے مدعی ہیں....''

موصوف کے دلائل کا جائزہ تو آگے لیا جائے گا لیکن مذکورہ عبارت میں انہوں نے ازخود یہ بات تسلیم کر لی ہے کہ یہ دعا ''فرض، واجب اور سنت'' نہیں بلکہ ''مستحب'' کے درجے میں ہے۔جب وہ اس دعا کے مستحب ہونے کے مدعی ہیں پھر وہ امر مستحب کی ''شرعی حیثیت'' سے بھی یقیناً آگاہ ہوں گے کہ اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے کرنے میں ثواب ہے اور نہ کرنے میں کوئی گرفت نہیں۔لیکن اس کے ساتھ ساتھ فقہائے کرام نے اس بات کی بھی تصریح کی ہے کہ وہ ''امر مستحب'' جس کو لوگ ضروری سمجھنے لگیں تو وہ امر ناجائز و حرام ہو جاتا ہے۔مشہور حنفی عالم ملا علی قاری اپنی کتاب مرقات میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اس قول کہ ''تم میں سے کوئی شخص شیطان کو اپنی نماز میں حصہ دار نہ بنا لے بایں طور کہ وہ صرف داہنی طرف مڑنے کی پابندی کرے کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بارہا بائیں طرف مڑتے ہوئے دیکھا ہے۔''

کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"من أصرّ علی أمر مندوب و جعله عرفا و لم يفعل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الاضلال فكيف من أصرّ علی بدعة و منكرة"

جس نے کسی امر مستحب پر اصرار کیا اور مضبوطی سے اس پر جما رہا اور اس کے رخصت پر عمل نہیں کیا پس اس ذریعے سے شیطان اسے گمراہ کرنے پہنچ گیا۔(پس جب امر مستحب کا یہ معاملہ ہو تو) اس شخص کا کیا حال ہو گا جو کسی بدعت یا منکر پر اصرار کرے۔

خود حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا مذکورہ قول یہ بتا رہا ہے کہ جو فعل بجائے خود مستحب ہو لیکن نبی اکرمؐ نے اس کی پابندی نہ کی ہو، اسے بھی پابندی کے ساتھ کرنا گویا یہ معنی رکھتا ہے کہ اس فعل کو ضروری سمجھ لیا گیا ہے۔حالانکہ دین میں جس چیز کو جو درجہ دیا گیا ہے اسے اس سے زیادہ درجہ دینا بھی اسی طرح مذموم ہے جس طرح کم درجہ دینا۔

مفتی صاحب اے کاش! آپ نماز جنازہ کے بعد مروجہ دعا کی انتہائی سختی کے ساتھ

Marfat.com

پابندی، اس پر مداومت و اصرار اور دعا نہ کرنے والوں کو لعن طعن کے علاوہ ان سے مباحثہ اور مناظرہ و مجادلہ کے ساتھ پیش آنا دیکھتے تو اس کے ''استحباب'' کا فتویٰ ہرگز نہ دیتے کیونکہ اس سے وہ امر مستحب ناجائز اور حرام بن جاتا ہے۔

پھر امر مستحب پر بہ شدت باہر ''تلاش'' کرنے کی بھی ضرورت نہیں، یہ چیز تو آپ کو اس ''سوال'' میں مل جائے گی جسے آپ نے خود جواب دینے سے پہلے نقل کیا تھا کہ ''بعض لوگ عوام کو علی الاعلان یہ کہہ کر گمراہ کرتے ہیں.... جو لوگ علی الاعلان اسے ناجائز کہہ کر عوام کو گمراہی میں مبتلا کرتے ہیں، ایسے لوگوں کا کیا حکم ہے؟''

اس سے صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ سائل یا مستفتی اور خود مفتی صاحب اسے لازم اور ضروری سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دعا نہ کرنے والوں کو گمراہ کہتے ہیں اور انہیں طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں۔ سخت تعجب ہے کہ اس قدر اصرار اور شدت کے باوجود مفتی صاحب نے ''دعا بعد الجنازہ'' کو امر مستحب قرار دے دیا۔

مفتی صاحب نے ''سوال'' میں ان الفاظ ''بعض لوگ عوام کو علی الاعلان یہ کہہ کر گمراہ کرتے ہیں.... جو لوگ علی الاعلان اسے ناجائز کہہ کر گمراہی میں مبتلا کرتے ہیں'' کو نظر انداز کر کے گویا اس ''اصرار اور شدت'' کی تائید کر دی۔ اس طرح انہوں نے ایک ناجائز اور حرام امر کو ''مستحب'' قرار دے دیا۔ فیا أسفا۔

مفتی منیب الرحمٰن صاحب نے اپنے ''فتویٰ'' کی بنیاد، دو اصولی باتوں پر رکھی:

1- ''اسلام اور دنیا کے ہر نظام قانون کا ایک بنیادی مسلمہ اصول یہ ہے کہ اشیاء و امور میں اصل اباحت (یعنی جائز ہونا) ہے۔''

موصوف کے نزدیک جن چیزوں سے منع نہ کیا گیا ہو تو وہ چیزیں جائز ہو جائیں گی۔ اس بات کو انہوں نے ایک مثال سے واضح کیا ہے کہ ''جس سڑک پر دائیں یا بائیں مڑنا منع ہو تو وہاں ممانعت کا نشان لگا دیا جاتا ہے اور جہاں یہ نشان نہ ہو تو اس کا مطلب ہی یہی ہوتا ہے کہ یہاں گاڑی چلانے کی عام اجازت ہے۔''

سخت تعجب ہے کہ ایک ''مفتی'' نے ٹریفک کے نشان سے ایک دینی مسئلہ کا جواز تلاش کیا ہے۔ قیاسِ فاسد کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال ہو سکتی ہے؟

Marfat.com

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ''مفتی'' صاحب ترقی کرتے کرتے اب ''مجتہد'' کے منصب پر بھی فائز ہو گئے ہیں۔ انہیں اور ان کے گروہ کو یہ نیا ''اجتہاد'' مبارک ہو؛ لیکن ابھی ترقی کے چند مزید ''مراحل'' عبور کرنے باقی ہیں۔

موصوف نے ہر چیز میں ''اباحت اور جواز'' کا جو اصول بیان کیا ہے تو وہ خود فریبی کے علاوہ فریب دہی بھی ہے۔ کیونکہ ''نظریۂ اباحت کے قائلین'' نے یہ اصول ''ماکولات، مشروبات، اموال اور عادی امور'' کے لیے بیان کیا ہے اور اس بات کی تصریح کی ہے کہ یہ اصول ''عبادات'' پر لاگو نہیں ہوتا۔ جو چیز قرون مشہود لہا بالخیر میں ''عبادت'' مشہور ہوتی تھی وہ آج بھی عبادت ہے اور جو عبادت نبی اکرمؐ، صحابہ کرامؓ، تابعین عظام اور ائمہ مجتہدین سے ثابت نہ ہو تو اسے ''عبادت'' میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔ یہی نہیں بلکہ فقہائے کرام نے تو کسی ثابت شدہ مطلق عبادت کے ساتھ اپنی طرف سے کسی خاص وقت، کسی خاص جگہ یا کسی خاص ہیئت و کیفیت کی قید لگانے کو بھی بدعت اور ناجائز قرار دیا ہے۔ امام شاطبی اس ''اصول'' کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''لا يصح أن يقال فيما يتعبد به أنه مختلف فيه على قولين: هل هو على المنع ام على الاباحة....

لأن التعبديات إنما وضع الشارع، فلا يقال فى صلوٰة سادسة مثلا أنها على الاباحة۔ فللمكلف وضعها احد القولين، يتعبد بها الله لأنه باطل باطلاق۔'' (الاعتصام جلد 1 ص 301)

عبادات سے متعلق امور میں یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ان میں بھی دو قولوں کی بناء پر اختلاف ہے کہ کیا وہ باعتبار اصل ممنوع ہیں یا مباح...... کیونکہ ''عبادات'' کو تو ''شارع'' نے ہی وضع کیا ہے۔ پس چھٹی نماز کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ (جس چیز سے منع نہ کیا گیا ہو تو اس میں) اصل حکم اباحت اور جواز کا ہے لہٰذا چھٹی نماز بھی عبادت شمار ہو گی بلکہ اس کی نو ایجادیہ ''عبادت'' مطلقاً ناجائز، حرام اور باطل ہے۔

مفتی صاحب ایک طرف تو دعا بعد نماز جنازہ کو قرآن، حدیث اور تعامل صحابہؓ سے ثابت

Marfat.com

کر رہے ہیں، دوسری طرف ممانعت کا ثبوت بھی مانگ رہے ہیں اور اس پر طرہ یہ کہ وہ ہر چیز میں ''اباحت'' کے اصول کا سہارا بھی لے رہے ہیں۔ جب ان کے نزدیک ''دعا'' عبادت ہی نہیں بلکہ عبادت کا مغز ہے اور زیر بحث مخصوص دعا بھی ثابت ہے تو پھر انہیں اپنے فتویٰ میں سب سے پہلے اس ''اصول'' کو پیش کرنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ جب کہ ''اباحت'' کا اصول عبادات میں لاگو ہی نہیں ہوتا۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر بالفرض مفتی صاحب کی تحقیق کے مطابق نماز جنازہ کے بعد دعا کا استحباب یا اباحت ثابت بھی ہو جائے تو پھر بھی اس اصول کا مروجہ مخصوص، بہیئت اجتماعی دعا پر اطلاق نہیں ہو سکتا کیونکہ اس پر اصرار کے علاوہ تارکین دعا کو ہدفِ ملامت وطعن و تشنیع بھی بنایا جاتا ہے۔ اس اعتبار سے بھی یہ دعا قابل ترک ہے۔ مستحب امر کا شرعی حکم پیچھے گزر چکا ہے۔

پھر مفتی صاحب نے یہ لکھ کر قصداً و عمداً اپنے قارئین کو دھوکا اور فریب دیا ہے کہ:

''قول مختار یہ ہے کہ جمہور حنفیہ و شافعیہ کے نزدیک (امور و اشیاء میں) اصل اباحت (جائز ہونا) ہے۔''

جمہور فقہائے کرام کے نزدیک ''امور و اشیاء'' میں اصل ''اباحت'' نہیں بلکہ ''توقف'' ہے:

"المذهب المنصور أن الاصل فى الاشياء التوقف....ان الصحيح من مذهب اهل السنة أن الاصل فى الاشياء التوقف"

(درمختار جلد 1 ص 105/ جلد 4 ص 161)

جن فقہاء سے ''اباحت'' کا قول ثابت ہے تو انہوں نے اس بات کی بھی صراحت کی ہے کہ یہ اصول شریعت کے آنے سے پہلے لاگو ہوتا تھا۔

"اكثر أصحابنا و اكثر أصحاب الشافعي:أن الاشياء الّتى يجوز أن يرد الشرع بأباحتها و حرمتها قبل ورودها على الاباحة و هى الأصل فيها حتٰى ابيح لمن لم يبلغه الشرع أن يا كل ماشاء" (درمختار جلد 4۔ص 161)

معلوم نہیں کہ مفتی صاحب نے جمہور حنفیہ و شافعیہ کا ذکر کرتے ہوئے ''قبل ورودھا'' کے الفاظ کو کیوں مخفی رکھا؟

Marfat.com

مفتی صاحب کی دوسری فریب دہی یہ ہے کہ اسی مقام پر یہ وضاحت بھی ملتی ہے کہ ''اباحت'' کے اصول کا تعلق ''اموال'' کے ساتھ ہے جب تک اس کی حرمت شریعت سے ثابت نہ ہو۔

''فی اصول البزودی: بعد ورودھا الشرع، الاموال علی الاباحۃ بالاجماع ما لم یظھر دلیل الحرمۃ، لأنّ اللّٰہ تعالٰی أباحھا بقولہ: خلق لکم ما فی الارض جمیعاً (درمختار جلد 4۔ص 161)

اس تفصیل سے مفتی صاحب کی ''پہلی اصولی بات'' کا رد ہو گیا کہ ''اسلام اور دنیا کے ہر نظام قانون کا ایک بنیادی مسلمہ اصول یہ ہے کہ اشیاء و امور میں اصل اباحت (یعنی جائز ہونا) ہے۔'' مفتی صاحب کا اس اصول سے مروجہ دعا پر استدلال کرنا نری حماقت اور جہالت ہے۔ موصوف مزید فرماتے ہیں کہ:

''دوسرا اصولی مسئلہ یہ ہے کہ فی نفسہ دعا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک انتہائی محبوب اور پسندیدہ فعل ہے.... اور وفات شدہ اہل ایمان کے لیے دعا کی ترغیب دیتے ہوئے اللہ جل شانہ نے فرمایا: اور جو ان کے بعد آئے.... (الحشر 10)....

اس آیت کا سیاق و سباق تو خاص ہے لیکن اس کا حکم عام ہے اور اپنے اسلاف و سابقین اہل ایمان کے لیے دعائے مغفرت کو اہل ایمان کا شعار قرار دیا گیا ہے۔''

دعا بعد نماز جنازہ کے اثبات کے لیے اس طرح کے دلائل پیش کرنے سے پہلے مفتی صاحب کے لیے لازم اور ضروری تھا کہ وہ سکوت اختیار کر لیتے تا کہ ان کی علمیت کا کچھ ''بھرم'' باقی رہ جاتا۔ لیکن ان کے دلائل پڑھنے کے بعد ان کی بے بسی اور لاچارگی پر ہنسی آتی ہے کہ موصوف ''تنزلی'' کی اس سطح پر بھی اتر سکتے ہیں؟

دعویٰ تو یہ کیا کہ نماز جنازہ کے بعد بہیئت اجتماعی مروجہ دعا ثابت ہے اور اس کے جواز میں سورہ حشر کی آیت (10) پیش کر رہے ہیں اور اس دعائے مغفرت کو اہل ایمان کا شعار قرار دے رہے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ دعا سابقین اہل ایمان کے لیے مومنوں کا شعار ہے لیکن اس سے زیر بحث وہ مخصوص دعا کیسے ثابت ہوگئی؟ کیا گھر میں یا کہیں بھی انفرادی طور پر مذکورہ دعا کرنے سے آیت کا تقاضا پورا نہیں ہوتا؟

Marfat.com

مفتی صاحب نے اپنی دلیل کا ضعف محسوس کرتے ہوئے فوراً یہ چال چلی کہ:

''بطور خاص بعد نماز جنازہ ممانعت کی کسی کے پاس کوئی دلیل ہو تو پیش کرے۔''

موصوف کا یہ ''اعترافِ شکست'' جناب محمد اسحاق نقوی نے اپنی کتاب میں شامل کر کے ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا کہ:

''ہمارے پاس بطورِ خاص نماز جنازہ کے بعد دعا کے اثبات کی کوئی دلیل نہیں ہے اگر کسی کے پاس ممانعت کی کوئی دلیل ہو تو وہ پیش کرے''

مفتی صاحب آپ فرض نماز کے پہلے قعدہ کے بعد نہ درود شریف پڑھتے ہیں اور نہ ہی دعا مانگتے ہیں جب کہ کتاب وسنت میں درود شریف پڑھنے اور دعا مانگنے کا حکم آیا ہے تو پھر آپ اس مقام پر درود و دعا کا اہتمام کیوں نہیں کرتے؟ حالانکہ کتاب وسنت سے اس کی ممانعت ثابت نہیں۔ اسی طرح اذان کے آخر میں مؤذن صرف ''لا الٰہ الّا اللہ'' کہتا ہے ''محمد رسول اللہ'' نہیں کہتا۔ کیا آپ اس کا اہتمام بھی شروع کر دیں گے کیونکہ اس کی ممانعت بھی کہیں وارد نہیں ہے۔

مروجہ دعا کی ممانعت کے دلائل تو پیچھے گزر چکے ہیں لیکن موصوف نے سورۃ الحشر کی جس آیت کو اپنے موقف کے حق میں بطور دلیل پیش کیا ہے اس کے متعلق ہم ان سے یہ پوچھنے کی جسارت کرتے ہیں کہ:

قرآن کریم کی یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی یا آپ پر نازل ہوئی ہے؟ اگر اللہ کے نبیؐ پر نازل ہوئی تھی تو کیا آپؐ نے اس آیت (یا اس طرح کی دیگر آیات) کے نزول سے یہ سمجھا تھا کہ نماز جنازہ کے بعد اجتماعی دعا کرنی چاہیے؟ صحابہ کرامؓ کے سامنے یہ آیت نازل ہوئی، کیا انہوں نے اس سے وہی مفہوم سمجھا جو آپ بیان کر رہے ہیں؟ تابعین و تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین نے اس آیت سے یہ مفہوم اخذ کر کے کیا نماز جنازہ کے بعد اجتماعی دعا کا اہتمام کیا تھا؟ جس آیت میں اللہ کے نبیؐ کو یہ مخصوص دعا نظر نہیں آئی، صحابہ کرامؓ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، مفسرین اور محدثین کو نظر نہیں آئی، آج چودہ سو سال بعد اس آیت سے دعا بعد نماز جنازہ کا جواز کس طرح نکل آئے گا؟

قرآن مجید میں دعا مانگنے کا جن آیات میں ذکر یا حکم آیا ہے وہ نبی کریمؐ اور صحابہ کرامؓ کے سامنے تھیں اگر ان آیات و احادیث کا دعا بعد نماز جنازہ کے ساتھ کوئی تعلق ہوتا تو نبی کریمؐ

Marfat.com

اور صحابہ کرامؓ کبھی تو ایک آدھ مرتبہ کم از کم بطور استحباب یا بیانِ جواز کے لیے ہی دعا مانگ لیتے۔

ان آیات واحادیث کے علم کے باوجود ان کا اس طرح دعا نہ مانگنا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ مروجہ دعا ان آیات واحادیث کے حکم سے خارج ہے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ نبی کریمؐ اور صحابہ کرامؓ اس مامور شرعی کے تارک ہوں ـــــ نعوذ باللّٰہ من ذٰلك

مفتی منیب الرحمٰن صاحب یہ چیلنج (کہ بطور خاص بعد نماز جنازہ ممانعت کی کسی کے پاس کوئی دلیل ہو تو پیش کرے) دینے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

''رہا یہ سوال کہ آیا دعا بعد نماز جنازہ کے لیے کوئی دلیل مثبت بھی ہے تو حدیث شریف میں حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جب تم میّت پر نماز جنازہ پڑھ چکو تو اخلاص کے ساتھ اس کے لیے دعا کرو۔

اس حدیث میں نماز جنازہ پڑھنے کے بعد دعا کا ذکر ہے کیونکہ اصول فقہ میں یہ طے ہے کہ ''ف'' تعقیب علی الفور'' کے لیے آتی ہے۔ یہ اس کے حقیقی معنی ہیں اور کسی عقلی، عادی یا شرعی عذر کے بغیر حقیقی معنی سے عدول جائز نہیں ہے لہٰذا اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز جنازہ کے فوراً بعد میّت کے لیے اخلاص کے ساتھ دعا مانگو۔''

مفتی صاحب نے ''دعا بعد نماز جنازہ'' کے حق میں بطور دلیل مثبت یہ حدیث پیش کی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ:

''اذا صلّیتم علی المیّت فاخلصوا له الدعاء''

(رواہ ابوداؤد وابن ماجه، مشکوٰۃ المصابیح ص146. کتاب الجنائز. باب المشی بالجنازۃ والصّلوٰۃ علیها. الفصل الثانی)

اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ جب تم کسی میّت کی نماز جنازہ پڑھنے لگو تو اس میّت کے لیے بڑے خلوص اور دلسوزی کے ساتھ دعا کیا کرو۔

جب کہ مفتی صاحب نے اس حدیث کا یہ ترجمہ کیا ہے کہ:

''جب تم میّت پر نماز جنازہ پڑھ چکو تو اخلاص کے ساتھ اس کے لیے دعا کرو۔''

حدیث کا یہ مطلب صحیح نہیں اس لیے کہ حدیث کا اگر یہ مطلب ہوتا تو خود نبی اکرمؐ، صحابہ، تابعین اور ائمہ مجتہدین نماز جنازہ کے بعد اجتماعی دعا کا اہتمام فرماتے۔ اس کے برعکس

Marfat.com

یہ ''دعا'' نہ احادیث سے ثابت ہے اور نہ ہی صحابہ وتابعین میں اس کا معمول تھا۔ نبی کریمؐ سے بہت سے صحابہؓ نے نماز جنازہ کا طریقہ نقل کیا ہے لیکن صحیح روایات میں سلام کے بعد کوئی اس دعا کا قائل نہیں ہے۔

مفتی صاحب نے حدیث کا جو مطلب بیان کیا ہے وہ احادیث، تعامل صحابہ وتابعین اور ائمہ اربعہ وجمہور فقہاء کے فہم دین کے خلاف ہے اس لیے یہ مطلب قابل قبول نہیں ہوسکتا۔ خاص طور پر فقہ حنفی سے تعلق رکھنے والوں کو ایسا مطلب بیان نہیں کرنا چاہیے۔

مفتی صاحب نے اپنے ''ترجمہ'' میں لفظ ''صَلَّیْتُمْ'' فعل ماضی کا تو خیال رکھا لیکن وہ اس بات کو قصداً فراموش کر گئے کہ فعل ماضی پر جب ''اذا'' داخل ہوتا ہے تو اس کا معنی ماضی کے بجائے مستقبل کے مفہوم میں بھی ہوسکتا ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کی بکثرت مثالیں پائی جاتی ہیں:

''وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ط''(البقرۃ186)

اور جب پوچھیں آپؐ سے میرے بندے میرے متعلق تو (انہیں بتاؤ) میں (ان کے) بالکل نزدیک ہوں۔

''فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ (النحل98)

سو جب تم قرآن کی تلاوت کرنے لگو تو پناہ مانگو اللہ تعالیٰ کی اس شیطان (کی وسوسہ اندازیوں) سے جو مردود ہے۔

مفتی صاحب کے استدلال کے مطابق اس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ: جب تم قرآن کی تلاوت کر چکو تو ''اعوذ باللہ....'' پڑھا کرو۔

یعنی قرآن مجید کی تلاوت کے بعد ''تعوذ'' پڑھیں کیونکہ یہاں بھی '' فَاَخْلِصُوْا'' کی طرح ''فَاسْتَعِذْ'' آیا ہے اور ''ف'' ، تعقیب علی الفور'' کے لیے آتی ہے۔ کیا مفتی صاحب کا کوئی ہم مسلک یہاں ان کے ساتھ اتفاق کرسکتا ہے؟

جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ''فَاَخْلِصُوْا....'' میں ''ف'' تعقیبیہ نہیں بلکہ جزائیہ ہے۔ ''اِذَا صَلَّیْتُمْ'' میں ''اِذَا'' حرف شرط ہے اور ''صَلّٰی'' ماضی کا صیغہ ہے اور فَاَخْلِصُوْا لَهُ الدُّعَاءَ جملہ جزا ہے۔ چند مزید مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

Marfat.com

"وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○" (الاعراف 204)

اور جب پڑھا جائے قرآن تو کان لگا کر سنو اور چپ ہو جاؤ تا کہ تم پر رحمت کی جائے۔

"وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ" (الاحزاب 53)

اور جب تم مانگوان (یعنی ازواج مطہرات) سے کوئی چیز تو مانگوان سے پس پردہ ہو کر۔

"اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ...." (المائدہ-6)

جب تم اٹھو نماز ادا کرنے کے لیے تو (پہلے) دھولو اپنے چہرے اور بازو کہنیوں تک....

"اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَ اَحْصُوا الْعِدَّةَ...."

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ....(الطلاق 1-2)

جب تم (اپنی) عورتوں کو طلاق دینے کا ارادہ کرو تو انہیں طلاق دو ان کی عدت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور شمار کرو عدت کو....

تو جب وہ پہنچنے لگیں اپنی میعاد کو تو روک لو انہیں بھلائی کے ساتھ یا جدا کر دو انہیں بھلائی کے ساتھ۔

کتب حدیث میں بھی جا بجا اس کی مثالیں ملتی ہیں:

"اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ....وَاِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ لِنَفْسِهٖ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ" (صحیح بخاری کتاب الصّلوٰۃ۔رقم الحدیث 703)

جب تم میں سے کوئی ایک لوگوں کو نماز پڑھائے تو تخفیف کرے.... اور جب خود تنہا نماز پڑھے تو لمبا کرے جس قدر چاہے۔

"اِذَا كَفَّنَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ فَلْيُحْسِنْ كَفَنَهٗ" (صحیح مسلم۔کتاب الجنائز)

جب تم میں سے کوئی اپنے کسی مرنے والے بھائی کو کفن دے تو اچھا کفن دے۔

"اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيُصَلِّ بَعْدَهَا اَرْبَعًا" (صحیح مسلم۔کتاب الصّلوٰۃ)

Marfat.com

جب تم میں سے کوئی جمعہ کی نماز پڑھے تو چاہیے کہ اس کے بعد چار رکعت اور پڑھے۔

مذکورہ آیات واحادیث کو پیش نظر رکھتے ہوئے کوئی شخص یہ ''دعویٰ'' کرسکتا ہے کہ "اِذَا صَلَّیْتُمْ عَلَی الْجَنَازَۃِ فَاَخْلِصُوْا لَہُ الدُّعَاءَ" کا معنی یہ ہے کہ جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھ چکو تو اخلاص کے ساتھ اس کے لیے دعا کرو؟

معلوم نہیں کہ کس حالت وکیفیت میں اس حدیث سے نماز جنازہ کے بعد دعا کا ثبوت اخذ کرلیا گیا؟

درحقیقت "فَاَخْلِصُوْا" جزا ہے "اِذَا صَلَّیْتُمْ" کی اور مقصود بالحکم ''جزا'' ہی ہوتی ہے، شرط تو اس کی قید ہے اس لیے ''اخلاص فی الدعا'' مقید بفعل صلوٰۃ ہے جو نماز کے بعد کی دعا پر دلالت نہیں کرتا۔

قرآن کریم میں جہاں کہیں بھی کسی فعل کے اختتام کے بعد دوسرے فعل کا حکم دیا گیا ہے وہاں یہ الفاظ آئے ہیں:

"فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ"

پس جب تم تمام کرچکو نماز کو تو یاد کرو اللہ کو۔

"فَاِذَا قَضَیْتُمْ مَنَاسِکَکُمْ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ"

پس جب تم پوری کرچکو اپنی عبادتیں، پس یاد کرو اللہ کو۔

"فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ"

پس جب تم ادا کرچکو نماز تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔

"فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ"

پس جب آپ (فرائض نبوت سے) فارغ ہوں تو (حسب معمول) ریاضت میں لگ جائیں۔

مذکورہ آیات میں ایک فعل کے مکمل ہونے کے بعد دوسرے فعل کا کہا گیا ہے اور اس کا مفہوم واضح کرنے کے لیے یہ الفاظ لائے گئے ہیں "قَضَیْتُمْ، قُضِیَت، فَرَغْتَ"

لہٰذا مفتی صاحب کی پیش کردہ حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوسکتا کہ

Marfat.com

''جب تم نماز جنازہ پڑھ چکو تو اخلاص کے ساتھ اس کے لیے دعا کرو۔''

اس مفہوم کو ظاہر کرنے کے لیے ایسے الفاظ استعمال ہونے چاہیے تھے جن سے صاف طور پر یہ سمجھا جاتا کہ دعا کا حکم نماز جنازہ پڑھنے کے بعد دیا جا رہا ہے۔ جیسا کہ "قُضِیَتْ ، قَضَیْتُمْ ، فَرَغْتَ" وغیرہ الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔

مفتی صاحب کے ترجمہ کے مطابق حدیث کے الفاظ اس طرح آنے چاہیے تھے کہ

"فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ عَلَى الْمَيِّتِ فَأَخْلِصُوْا لَهُ الدُّعَاءَ"

لہٰذا مفتی صاحب کی مستدل حدیث میں دعا سے مراد نماز جنازہ کے اندر والی دعا ہے نہ کہ نماز جنازہ کے بعد والی مروجہ مخصوص دعا اور "إِذَا صَلَّيْتُمْ" کا مطلب ہے "إِذَا أَرَدْتُمُ الصَّلٰوةَ عَلَى الْمَيِّتِ" جب تم میت پر نماز پڑھنے لگو....

مفتی صاحب کا یہ کہنا بھی محل نظر ہے کہ "فَأَخْلِصُوْا...." میں "ف" تعقیب علی الفور" کے لیے آتی ہے لہٰذا اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز جنازہ کے فوراً بعد میّت کے لیے اخلاص سے دعا مانگو۔

جب کہ یہاں "ف" تعقیبیہ نہیں بلکہ ''جزائیہ'' ہے۔ اگر یہاں "ف" کو تعقیبیہ تسلیم بھی کر لیا جائے تو پھر بھی نحوی قاعدے (الفاء للتعقیب مع الوصل) کے مطابق نماز جنازہ کے اندر تیسری تکبیر کے بعد دعا اس کے منافی نہیں ہے کیونکہ میّت کے لیے نماز جنازہ میں جو دعا کی جاتی ہے وہ ''ثناء و درود شریف'' کے بعد کی جاتی ہے اور اس میں جملہ جزائیہ "فاخلصوا له الدعاء" کی جملہ شرطیہ "اذا صلّیتم علی المیّت" سے زمانی تاخیر بھی پائی جاتی ہے۔

نبی اکرمؐ نے اپنی حیات طیبہ میں بیسیوں مرتبہ نماز جنازہ پڑھائی لیکن کسی ایک موقع پر بھی آپؐ سے نماز جنازہ کے بعد قبل از تدفین دعا کرنا ثابت نہیں ہے لہٰذا زیر بحث حدیث میں نماز جنازہ کے اندر والی دعا مراد ہے کہ اس میں ''ریا، نمائش و نمود'' سے اجتناب کرتے ہوئے پورے اخلاص کے ساتھ دعا کرے۔ شارحینِ حدیث نے بھی زیر بحث حدیث سے نماز جنازہ کے اندر والی دعا مراد لی ہے بلکہ بعد نماز جنازہ دعا سے منع کیا ہے:

"و لا یدعوا للمیّت بعد صلٰوۃ الجنازۃ، لأنّه یشبه الزیادۃ فی صلٰوۃ الجنازۃ"

Marfat.com

اور میّت کے لیے نماز جنازہ کے بعد دعا نہ مانگے کیونکہ یہ نماز جنازہ میں زیادتی کے مشابہ ہے۔ ملاحظہ ہو (مرقاۃ المفاتیح جلد 4۔ص 161، 170)

امام ابوداؤد نے زیر بحث حدیث کو اپنی سنن میں "باب الدعا للمیّت" کے تحت نقل کیا ہے۔

امام ابن ماجہ اس حدیث کو "باب ماجاء فی الدعاء فی صلٰوۃ الجنازۃ" (باب نماز جنازہ کے بعد جو دعا پڑھی جاتی ہے) کے تحت لائے ہیں اور اس باب کی پہلی حدیث یہی ہے۔

صاحب مشکوٰۃ نے اس حدیث کو کتاب الجنائز باب المشی بالجنازۃ والصّلٰوۃ علیھا الفصل الثانی ص 146 پر نقل کیا ہے۔

محدثین کے اس اسلوب سے معلوم ہوتا ہے کہ اخلاص کے ساتھ دعا کا تعلق نماز جنازہ کے اندر پڑھی جانے والی دعا کے ساتھ ہی ہے؛ اسی لیے زیر بحث حدیث کو مذکورہ عنوانات کے تحت لائے ہیں۔ علاوہ ازیں اس حدیث مین صرف یہ ذکر ہے کہ "خلوص سے دعا مانگو" لیکن یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کون سی دعا ہے اس لیے ابن ماجہ اور صاحب مشکوٰۃ دونوں نے "اذا صلّیتم علی الجنازۃ فاخلصوا لہ الدعاء" کے متصل بعد دوسری حدیث جو ذکر کی اس کے الفاظ حسبِ ذیل ہیں:

"کان رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم اذا صلّی علی الجنازۃ قال:اللّٰھم اغفر لحیّنا و میّتنا...."

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جنازے پر نماز پڑھتے تو اس میں یوں دعا کرتے تھے: اے اللہ ہمارے زندوں کی اور مردوں کی مغفرت فرما....

(مشکوٰۃ ص 146 ۔رواہ احمد و ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ)

اس دوسری حدیث نے پہلی حدیث کی تشریح کردی ہے کہ جس دعا کو خلوص سے مانگنے کا حکم آیا ہے وہ نماز کے اندر والی دعا ہے۔ اگر یہ مطلب نہ لیا جائے تو پہلی حدیث کی "ترجمۃ الباب" سے مناسبت نہ رہے گی۔ اس موقع پر نبی اکرمؐ سے مذکورہ دعا کے علاوہ دیگر دعائیں بھی ثابت ہیں اور صحابہؓ نے بھی آپؐ سے سن کر یہ دعائیں یاد کی تھیں اور نماز کے اندر ہی

Marfat.com

انہیں پڑھتے رہے۔ چنانچہ عوف بن مالکؓ کہتے ہیں کہ:

"صلّٰی رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم علٰی جنازۃ فحفظت من دعائہ و ھو یقول:اللّٰھم اغفرلہ...." (صحیح مسلم۔ کتاب الجنائز)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک میّت کے جنازہ کی نماز پڑھی (اس میں آپؐ نے میّت کے لیے جو دعا کی) اس دعا کے یہ الفاظ مجھے یاد ہیں۔ آپؐ اللہ کی بارگاہ میں عرض کر رہے تھے: اے اللہ تو اس بندہ کی مغفرت فرما....

(اس دعا سمیت نماز جنازہ کی مختلف دعائیں پیچھے گزر چکی ہیں)

اس حدیث کے راوی حضرت عوف بن مالکؓ کہتے ہیں کہ:

"حتّٰی تمنّیتُ ان اکون ذٰلک المیّت" آپؐ کی یہ دعا سن کر میرے دل میں آرزو پیدا ہوئی کہ کاش یہ میّت میں ہوتا۔

اس تفصیل سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ مفتی منیب الرحمٰن صاحب نے جس "تحدّی" کے ساتھ زیر بحث حدیث کو بطور "دلیل مثبت" پیش کیا ہے اس سے نماز جنازہ کے بعد مروجہ دعا پر استدلال کرنا کسی اعتبار سے بھی صحیح نہیں ہے۔

مفتی صاحب نے اپنے موقف کی تائید میں دوسری "مثبت" دلیل یہ پیش کی ہے کہ:

"امام علاؤالدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی لکھتے ہیں کہ:

یہ مسئلہ کہ نماز جنازہ کی تکرار نہیں ہے، اس میں ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی نماز جنازہ پڑھائی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ پڑھا کر فارغ ہو چکے تو اس وقت حضرت عمرؓ آئے اور دوبارہ نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو حضورؐ نے انہیں تکرار جنازہ سے روکتے ہوئے فرمایا:

"نماز جنازہ دوبارہ نہیں پڑھی جائے گی لیکن میّت کے لیے دعا کرو اور اس کے لیے استغفار کرو ______ یہ اس باب میں کہ نمازِ جنازہ کی تکرار نہیں، نص ہے۔"

اگر مفتی صاحب اپنی پیش کردہ دلیل پر خود ہی ذرا سا بھی غور کر لیتے تو وہ اس طرح کی "دلیل" اپنے فتویٰ کی تائید میں ہرگز پیش نہ کرتے۔ نفس مسئلہ تو نماز جنازہ کے بعد مروجہ بہیئت اجتماعیہ دعا کا ہے اور دلیل میں جو "روایت" پیش کی گئی ہے اس میں واضح طور پر یہ تصریح ملتی

Marfat.com

ہے کہ حضرت عمرؓ نماز جنازہ کے بعد پہنچے اور دوبارہ نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا لیکن نبی اکرمؐ نے اس سے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"لا تعاد ولکن ادع للمیّت و استغفرله"

(بدائع جلد 1 ص 311 بحوالہ ایک تحقیقی جائزہ ص 25)

اب نماز جنازہ کا اعادہ تو نہیں ہو سکتا لیکن تم میت کے لیے دعا کرو اور اس کے لیے مغفرت کی طلب کرو۔

علامہ کاسانی حنفی (م 587ھ) اس روایت سے نماز جنازہ کی عدم تکرار پر استدلال کر رہے ہیں مگر موصوف عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہوئے اس سے نماز جنازہ کے بعد مروجہ دعا ''ثابت'' کر رہے ہیں۔

قارئین! اس روایت کا ''خوردبین'' سے بھی معائنہ کرلیں تو انہیں ''دعویٰ'' اور ''دلیل'' میں کوئی ادنیٰ مطابقت بھی محسوس نہیں ہوگی۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ مذکورہ روایت میں "اُدْعُ" ، اِسْتَغْفِرْ" کے الفاظ آئے ہیں اور ان کے مخاطب بھی حضرت عمرؓ ہیں، چونکہ وہ نماز جنازہ میں شریک نہیں ہو سکے تھے اس لیے انہیں انفرادی طور پر دعا کی اجازت دی گئی ہے جس کا اہل سنت میں سے کوئی بھی منکر نہیں ہے۔

مفتی منیب الرحمٰن صاحب نے علامہ کاسانی حنفیؒ کی عبارت سے نہ صرف یہ کہ بالکل غلط نتیجہ اخذ کیا ہے بلکہ اپنے گروہ کی غلط رہنمائی کرتے ہوئے ان پر الزام بھی عائد کر دیا ہے۔

موصوف نے اپنے موقف کی تائید میں حسب ذیل روایت سے بھی استدلال کیا ہے کہ:

''اور ایک روایت میں ہے کہ ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ سے ایک نماز جنازہ نکل گئی (یعنی وہ دیر سے پہنچے) پس جب وہ (میت کے پاس آئے) تو صرف دعائے مغفرت پر اکتفا کی۔''

علامہ کاسانیؒ کی منقولہ اس روایت سے بھی نماز جنازہ کے بعد مروجہ دعا کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ اس میں بھی واضح طور پر یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ دونوں کی ایک مرتبہ نماز جنازہ فوت ہوگئی اور نماز جنازہ ہو چکنے کے بعد پہنچے تو انہوں نے میت کے لیے استغفار سے زیادہ کچھ نہیں کہا۔ ملاحظہ فرمائیں:

"و روی ابن عباس و ابن عمر رضی اللہ عنهما فاتتهما صلوٰة الجنازة ، فلمّا

Marfat.com

حضرا، ما زادا علی الاستغفار له"

اس روایت سے بھی (بشرطِ صحتِ روایت) زیادہ سے زیادہ انفرادی دعا کا جواز نکلتا ہے جو سرے سے زیرِ بحث و محلِ نزاع ہی نہیں۔

پہلی روایت میں حضرت عمرؓ کی نمازِ جنازہ کے فوت ہونے کا ذکر تھا اس لیے واحد کا صیغہ "اُدْعُ، اِسْتَغْفِرْ" لایا گیا جب کہ زیرِ بحث روایت میں حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن عمرؓ کے نمازِ جنازہ سے تخلف کا ذکر کیا گیا ہے؛ اس لیے ان دونوں کے لیے تثنیہ کے صیغے استعمال کیے گئے یعنی: "فَاتَتْهُمَا، حَضَرَا، زَادَا"۔

سخت حیرت ہے کہ مفتی صاحب نے مذکورہ روایات سے مروجہ اجتماعی دعا بعد نمازِ جنازہ پر استدلال کس طرح کر لیا؟

مفتی صاحب مزید فرماتے ہیں کہ:

"حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے حضرت عمرؓ کی نمازِ جنازہ نکل گئی، جب وہ آئے تو انہوں نے کہا کہ اگرچہ تم لوگ مجھ سے نمازِ جنازہ میں پہل کر چکے ہو لیکن دعا میں مجھ سے پہل نہ کرو۔"

سخت حیرت ہے کہ مفتی صاحب نے مذکورہ روایات سے مروجہ اجتماعی دعا بعد از نمازِ جنازہ پر استدلال کس طرح کر لیا؟

مفتی صاحب مزید فرماتے ہیں کہ:

"حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے حضرت عمرؓ کی نمازِ جنازہ نکل گئی، جب وہ آئے تو انہوں نے کہا کہ اگرچہ تم لوگ مجھ سے نمازِ جنازہ میں پہل کر چکے ہو لیکن دعا میں مجھ سے پہل نہ کرو۔"

مفتی صاحب نے یہاں بھی روایت کا من گھڑت اور خود تراشیدہ مفہوم بیان کیا ہے جس میں صحابہ کرامؓ کی طرف ایک "ناکردہ فعل" کی نسبت کی گئی ہے۔ سخت تعجب ہے کہ جن روایات سے فقہاء کرام نمازِ جنازہ کا عدمِ تکرار ثابت کر رہے ہیں مفتی صاحب ان ہی روایات کو نمازِ جنازہ کے بعد دعا کے جواز میں پیش کر رہے ہیں۔ اس روایت کا واضح اور غیر مبہم مفہوم یہ ہے کہ:

اگرچہ میں نمازِ جنازہ میں شریک نہ ہو سکا اور اس کارِ خیر میں تم لوگ مجھ سے سبقت کر چکے ہو (یعنی تم لوگوں نے نمازِ جنازہ پڑھ لی اور میں محروم رہ گیا ہوں اور تکرارِ نمازِ جنازہ بھی بغیر ولی اقرب کے جائز نہیں) مگر دعا میں تم مجھ سے سبقت نہیں لے سکتے؛ اس لیے کہ دعا کے

Marfat.com

لیے کسی وقت، ہیئت اور اجتماع کی شرط نہیں بلکہ انفرادی طور پر ہر شخص جب چاہے مغفرت کی دعا کر سکتا ہے لہٰذا میں بھی ہر وقت دعا مانگ سکتا ہوں جس میں تم لوگ مجھ سے سبقت نہیں کر سکتے۔

اس روایت سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ نماز جنازہ کے بعد جس وقت بھی حاضر ہوئے (اسی دن یا کسی اور دن) تو انہوں نے حضرت عمرؓ کے حق میں دعائے مغفرت کر لی۔ لیکن اس سے مفتی صاحب کا دعویٰ کس طرح ثابت ہو گیا کہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ نماز جنازہ کا سلام پھیرنے کے فوراً بعد آ گئے تھے اور لوگوں کو پکار کر کہہ رہے تھے کہ:

''اگرچہ تم لوگ مجھ سے نماز جنازہ میں پہل کر چکے ہو لیکن دعا میں مجھ سے پہل نہ کرو۔''
اور مجھے بھی دعا میں شامل کر لو۔

اس روایت کا یہ معنی کرنا نہایت ہی مضحکہ خیز اور بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے کیونکہ:

اگر حضرت عبداللہ بن سلامؓ جنازہ گاہ سے کچھ دور تھے تو ان کو یہ بات کہنے کی ضرورت نہ تھی اس لیے کہ مفتی صاحب کے ''دعویٰ'' کے مطابق نماز جنازہ کے بعد صحابہؓ کا معمول دعا کرنے کا تھا تو جس طرح دوسرے لوگ ان سے نماز جنازہ پڑھنے میں سبقت لے گئے، اسی طرح اگر وہ دعا میں بھی سبقت لے جاتے تو یہ بعد میں بھی انفرادی طور پر میت کے حق میں دعا کر سکتے تھے۔ اگر مفتی صاحب کو یہ خیال ہو کہ وہ اجتماعی دعا میں شامل ہونا چاہتے تھے تو اس کا جواب بھی یہ ہے کہ:

حضرت عبداللہ بن سلامؓ کو ان لوگوں کے دعا کر لینے کے بعد اجتماعی طور پر دعا کرنے سے کیا چیز مانع تھی جس کی وجہ سے ان کو اسی دعا میں شامل ہونے کی ضرورت پیش آ گئی تھی؟ کیا ان کو یہ خدشہ لاحق تھا کہ کہیں یہ دعا بھی نماز جنازہ کی طرح فوت نہ ہو جائے؟ کیا وہ نماز جنازہ کے عدم تکرار کی طرح اس دعا کے بھی عدم تکرار کے قائل تھے (کہ کہیں پہلی اجتماعی دعا بھی فوت نہ ہو جائے اور اس کے بعد دوبارہ اجتماعی دعا جائز نہ ہو)؟

اگر حضرت عبداللہ بن سلامؓ جنازہ گاہ میں آ چکے تھے تو پھر مذکورہ الفاظ کہنے کی کیا ضرورت تھی؟ وہ دوسرے صحابہؓ کے ہمراہ اس اجتماعی دعا میں شامل ہو سکتے تھے۔ اگر وہ جنازہ گاہ سے کچھ فاصلہ پر تھے تو بھی وہیں کھڑے کھڑے دعا کر لینے میں انہیں کیا امر مانع تھا؟ کیونکہ

Marfat.com

دعا کے لیے نہ استقبال قبلہ کی شرط ہے اور نہ ہی صف بندی کی۔

مفتی صاحب اس بات کی بھی وضاحت فرما دیتے تو اچھا ہوتا کہ:

نماز جنازہ کے بعد یہ اجتماعی دعا کب ہوئی؟ دفن سے پہلے یا دفن کے بعد؟ قبرستان میں، مسجد میں یا گھر میں؟ زیر بحث روایت میں اس کی کوئی تصریح نہیں پائی جاتی۔ پھر اس بات کی بھی کوئی وضاحت نہیں ملتی کہ یہ سبقت زمانی ہے یا کیفی اور کمی؟

لہٰذا اس صورت میں روایت کا یہی مطلب صحیح ہوسکتا ہے کہ اگرچہ میں نماز جنازہ میں شریک نہیں ہوسکا مگر کثرت سے ایسی پر خلوص دعا کروں گا کہ نماز جنازہ میں عدم شرکت کی تلافی ہو جائے گی اور اس چیز میں تم لوگ مجھ سے ہرگز سبقت نہیں لے جاسکتے۔

مفتی منیب الرحمٰن صاحب نے اپنے زیر بحث فتویٰ میں دعا بعد نماز جنازہ کے حق میں (بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ جلد ثالث ص 331) آخری دلیل یہ دی کہ:

''عمیر بن سعد بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کے ساتھ مکفف کی نماز جنازہ پڑھی۔ انہوں نے ان پر (جنازے کی) چار تکبیرات پڑھیں پھر چلے یہاں تک کہ میت کے قریب آگئے اور عرض کیا: اے اللہ (یہ) تیرا بندہ ہے اور تیرے بندے کا فرزند ہے۔ آج تیرے حضور حاضر ہے تو اس کے گناہوں کو معاف فرما، اس کی قبر کو اس کے لیے وسیع فرما، ہم اس کے بارے میں خیر کے سوا کچھ نہیں جانتے اور تو اس کے حال کو بہتر جانتا ہے۔''

(بحوالہ دلائل شرعیہ کی روشنی میں دعا بعد نماز جنازہ کا ایک تحقیقی جائزہ ص 79 تا 83)

مفتی صاحب نے یہاں بھی حسب سابق و عادت انصاف کا خون کرتے ہوئے ''فریب دہی'' سے کام لیا ہے۔ شیخ محمد عوامہ کی تحقیق و تخریج کے ساتھ ''ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة'' کراچی کا مطبوعہ (2007ء الطبعة الثانیة) ''المصنّف لابن ابی شیبہ'' کا نسخہ اس وقت راقم کے سامنے ہے۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن أبی شیبہ العبسی الکوفی (م 235ھ) زیر بحث روایت ''کتاب الجنائز'' کے جس باب میں لائے ہیں اس کا عنوان ہے:

''فی الدعاء للمیت بعد ما یدفن و یسوّی علیه'' (باب نمبر 127)

اس باب میں کل چھ روایات (11827 تا 11832) منقول ہیں۔ اس باب کا عنوان خود پکار پکار کر یہ اعلان کر رہا ہے کہ زیر بحث روایت سمیت ان روایات کا تعلق ''بعد از

Marfat.com

دفن'' امور کے ساتھ ہے۔

اس باب سے پہلے باب (نمبر 126) کا عنوان ہے:

''ما قالوا اذا وضع الميّت فی قبرہ'' یعنی جب میت کو قبر میں رکھا جائے تو اس وقت کیا کہا جائے۔

اب زیرِ بحث روایت کا اصل متن ملاحظہ فرمائیں:

''حدثنا علی بن مسهر، عن الشيبانی، عن عمير بن سعيد قال: صلّيت مع عليّ، علی يزيد بن المكفّف، فكبّر عليه أربعاً، ثم مشٰی حتٰی أتاہ فقال: اللّٰهم عبدك و ابن عبدك، نزل بك اليوم، فاغفرله ذنبه، و وسّع عليه مدخله، فإنا لا نعلم إلاّ خيراً، و أنت أعلم به''

(المصنف لابن أبی شيبة، كتاب الجنائز-باب:''فی الدعاء للميّت بعد ما يدفن و يسوّی عليه'' تحت رقم 11831-المجلّد السابع ص336)

.... عمیر بن سعد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کے ساتھ یزید بن مکفف پر نماز جنازہ پڑھی تو انہوں نے اس پر چار تکبیریں کہیں (نماز جنازہ سے فارغ ہو کر) پھر وہ چلے یہاں تک کہ اس کی قبر کے پاس آئے، پس انہوں نے فرمایا: اے اللہ (یہ) تیرا بندہ ہے اور تیرے بندے کا بیٹا ہے، آج تیرے پاس آیا ہے پس تو اس کے گناہ معاف فرمادے اور اس پر اس کی قبر کو کشادہ فرمادے۔ ہم خیر کے سوا کچھ نہیں جانتے اور در حقیقت تو ہی اس کے حالات سے زیادہ آگاہ ہے۔

حضرت علیؓ کی یزید بن مکفّف کے لیے یہ دعا (جسے مفتی صاحب نے دعا بعد الجنازہ کے اثبات میں پیش کیا ہے) قبل از دفن نہیں ہے بلکہ بعد از دفن ہے۔ سخت افسوس ہے مفتی منیب الرحمٰن صاحب نے اصل کتاب کی طرف مراجعت کرنے کی بھی کوئی زحمت گوارا نہیں کی۔

امام ابن شیبہ نے اس باب کے تحت (زیرِ بحث روایت سے قبل اور مابعد) واضح طور پر یہ الفاظ نقل کیے ہیں کہ:

''عن عبداللّٰه بن أبی بكر قال: كان أنس بن مالك اذا سُوِّیَ علی الميّت

Marfat.com

قبره قام عليه فقال: اللّٰهمّ عبدك....،

عن ابن أبي مليكة قال: لمّا فُرِغَ من قبر عبدالله بن السائب، قام ابن عباس على القبر فوقف عليه ثم دعا له ثم انصرف،

....عن خالد بن سمير قال: كنت مع الأحنف في جنازة، مجلس الأحنف و جلست معه فلما فرغ من دفنها و هو ضرار بن القعقاع التميمي، رأيت الأحنف انتهى إلى قبره فقام عليه، فبدأ بالثناء قبل الدعاء فقال: كنت والله ما علمتُ كذا، كنت والله ما علمت، ثم دعا له،

(اس کے بعد مفتی صاحب منیب الرحمٰن صاحب کی مستدل زیر بحث روایت ہے)

حدثنا ابن علية قال: رأيت أيوب يقوم على القبر فيدعو للميّت، قال: و ربما رأيته يدعو له و هو في القبر قبل أن يخرج"

(حوالہ مذکور تحت رقم 11827 تا 11832)

روایات کے تتبع سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ صحابہ کرامؓ اور اسلاف دو مواقع پر میت کے لیے دعا کیا کرتے تھے۔ایک جنازہ کے اندر اور دوسری مرتبہ تدفین کے بعد قبر پر کھڑے ہو کر۔جب کہ نماز جنازہ کے بعد اور تدفین سے پہلے دعا کرنے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

امام ابن شیبہ کی زیر بحث روایت میں یزید بن مکفف کی قبر میں تدفین کے بعد حضرت علیؓ کی دعا کا ذکر کیا گیا ہے۔جب کہ امام موصوف یزید بن مکفف کی نماز جنازہ پڑھانے کا ذکر اسی کتاب میں اسی راوی کی زبانی پیچھے بیان کر آئے ہیں:

"حدثنا حفص، عن حجاج، عن عمير بن سعيد قال: صلّيت خلف عليّ، على يزيد بن المكفّف فكبّر عليه أربعاً"

(حوالہ مذکور ص 262 تحت رقم 11541)

.... عمیر بن سعید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کے پیچھے (ان کی اقتداء میں) یزید بن مکفف کی نماز جنازہ پڑھی۔انہوں نے اس پر چار تکبیریں کہیں۔

امام ابن ابی شیبہ چار تکبیروں کی ترتیب میں یہ روایت بھی لائے ہیں کہ:

"....عن أبي هاشم، عن الشعبي قال سمعته يقول: في الاولىٰ: ثناء على

Marfat.com

اللّٰہ تعالٰی ، و فی الثانیة: صلاة علی النّبی صلّی اللّٰہ علیه وسلّم ، و فی الثالثة: دعاء للمیّت ، و فی الرابعة: تسلیم

(حوالہ مذکورباب "ما یبدأ به فی التکبیرة الاولٰی فی الصّلوٰة علیه والثانیة و الثالثة والرابعة تحت رقم 11496)

اس تفصیل سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی ہے کہ حضرت علیؓ نے یزید بن مکفف کی نماز جنازہ میں پہلی مرتبہ تیسری تکبیر کے بعد دعا کی اور دوسری مرتبہ بعداز دفن قبر پر دعا فرمائی اور اسی طریقہ پر اسلاف گامزن رہے۔لہٰذا نماز جنازہ کے بعد اور دفن کرنے سے پہلے مروجہ بہیئت اجتماعیہ دعا کرنا بدعت، ناجائز اور دین میں اضافہ کرنا ہے۔پس برادران اسلام کو لازم ہے کہ وہ مروجہ دعا بعد نماز جنازہ کو ترک کردیں کیونکہ جنازوں کی کثرت کے باوجود قرون مشہود لہا بالخیر میں اس مروجہ بہیئت اجتماعیہ دعا کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔یہی وجہ ہے کہ ائمہ مجتہدین اور فقہاء کرام نے بھی اس ''دعا'' سے منع کیا ہے۔تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔اسی کے ساتھ مفتی منیب الرحمٰن صاحب کے ''فتویٰ'' کا مختصر تجزیہ بھی مکمل ہوگیا ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی نصیب فرمائے اور بدعت وضلالت سے محفوظ رکھتے ہوئے راہ ہدایت اور صراط مستقیم پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین یا الہ العالمین

Marfat.com

تلقین بعد الدفن کی شرعی حیثیت

"تَلَقُّنٌ" کے معنی ہیں: زبان سے سن کر سیکھ لینا اور سمجھ لینا۔ اسی سے لفظ "تَلْقِینٌ" ہے یعنی: سکھانا، سمجھانا، زبان سے سنانا تا کہ دوسرا شخص لکھتا جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

لَقِّنُوْا مَوْتَاکُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" (صحیح مسلم۔ کتاب الجنائز)

تم اپنے مُردوں کو کلمہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کی تلقین کرو۔

ایک دوسری حدیث میں یہ فرمایا گیا ہے کہ:

"مَنْ کَانَ اٰخِرُ کَلَامِهٖ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، دَخَلَ الْجَنَّةَ"

(سنن ابی داؤد۔ کتاب الجنائز)

جس شخص کا آخری کلام "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" ہو، وہ جنت میں داخل ہوگا۔

امام ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب (م742ھ) نے مذکورہ روایات کو اپنی کتاب "مشکوٰۃ المصابیح" کے "کتاب الجنائز" باب: ما یُقَالُ عِنْدَ مَنْ حَضَرَہُ الْمَوْتُ" میں نقل کیا ہے۔

"لَقِّنُوْا مَوْتَاکُمْ...." کے الفاظ سے "تلقین" کی اصطلاح وضع کی گئی ہے۔

موخر الذکر حدیث کو پیش نظر رکھتے ہوئے اکثر علماء نے "مَوْتَاکُمْ" سے وہ لوگ مراد لیے ہیں جن پر موت کے آثار ظاہر ہونے لگیں۔ "تلقین" کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی شخص کی موت کا وقت قریب ہو تو اس کے سامنے کلمہ "لا الہ آلا اللّٰہ" پڑھا جائے تا کہ اس وقت اس کا ذہن اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف متوجہ ہو جائے اور اسے سن کر وہ بھی پڑھنے لگے اور اس کا دنیا سے رخصت ہوتے وقت آخری کلام "لا الہ آلا اللّٰہ" ہو جائے اور وہ اس حدیث کا مصداق بن جائے کہ: "من کان اٰخر کلامه لا الہ آلا اللّٰہ، دخل الجنة"

"لا الہ آلا اللّٰہ...." کی تلقین سے یہ مراد ہے کہ پورا کلمہ اس کے سامنے پڑھیں یعنی "لا الہ آلا اللّٰہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ" کیونکہ ایمان توحید اور رسالت کی تصدیق کے بغیر پورا نہیں ہوتا۔

Marfat.com

قریب المرگ شخص کو "کلمہ" پڑھنے کا حکم نہ دیا جائے کہ کہیں بیماری کی شدت کی وجہ سے انکار نہ کر بیٹھے۔ اگر ایک مرتبہ وہ شخص کلمہ شہادت پڑھ لے تو پھر بار بار اصرار بھی نہیں کرنا چاہیے۔ البتہ اگر وہ کلمہ پڑھ لینے کے بعد کچھ اور باتیں کرنے لگے تو پھر "تلقین" کرنی چاہیے تاکہ کلمہ شہادت اس کی دنیوی زندگی کا آخری کلام ہو۔

قریب المرگ شخص کو کلمہ کی "تلقین" کرنا ایک امر مستحب ہے جب کہ اسے اس کا حکم دینا مکروہ ہے۔ فقہائے کرام نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ:

"وَيُلَقَّنُ بِذِكْرِ الشَّهَادَتَيْنِ عِنْدَهٗ مِنْ غَيْرِ اِلْحَاحٍ وَلَا يُؤْمَرُ بِهَا"

اور قریب المرگ شخص کے پاس شہادت کے دونوں کلموں کی بغیر اصرار کے تلقین کی جائے اور اسے کلمہ شہادت کے پڑھنے کا حکم نہ دیا جائے۔

حدیث "لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ بِالْخَيْرِ" کی رو سے بعض حضرات نے "موتٰی" کو حقیقی معنی پر محمول کیا ہے۔ اس سے مراد "قریب الموت" نہیں بلکہ "میّت" مراد ہے اور "تلقین" سے مراد "تلقین القبور" ہے۔

"تلقین القبور" یعنی دفن کرنے اور قبر پر مٹی ڈالنے کے بعد بھی "تلقین" کرنا مستحب ہے اور اس وقت کی تلقین کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

تلقین کرنے والا اگر میت کو جانتا ہو تو اسے مخاطب کر کے کہے کہ:

"اے فلاں عورت کی اولاد" بصورتِ دیگر ہے: "اے حوا کے بیٹے:

اذكر العهد الّذى خرجت عليه من الدنيا، شهادة أن لا اله الّا اللّٰه و أنّ محمّدا رسول اللّٰه و أنّ الجنّة حقّ، و أن النّار حقّ و أن البعث حقّ و أن السّاعة اٰتية لا ريب فيها و أنّ اللّٰه يبعث من فى القبور وانّك رضيت باللّٰه ربّا و بالاسلام دينا و بمحمّد صلّى اللّٰه عليه وسلّم نبيًّا و بالقراٰن اماماً و بالكعبة قبلة و بالمؤمنين اخوانًا"

یعنی اس وعدے کو یاد کر جس کے ساتھ تو دنیا سے آیا ہے یعنی اس امر کا اقرار کر کہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اور جنت اور دوزخ برحق ہیں، اور مرنے کے بعد جینا برحق ہے اور قیامت ضرور آئے گی، اس میں کوئی شک نہیں اور اللہ تعالیٰ

Marfat.com

تمام مردوں کو زندہ کرے گا اور یہ کہ تو اس بات پر راضی ہے کہ اللہ تیرا رب، اسلام تیرا دین، محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے نبی، قرآن تیرا ہادی و امام، کعبہ تیرا قبلہ اور مسلمان تیرے بھائی ہیں۔

بعض حضرات کے نزدیک ''تلقین القبور'' کے الفاظ یہ ہیں کہ:

"اذکر ما أخرجت علیه من الدنیا بشهادة أن لا اله اّلا اللّٰه و أنّ محمّداً عبده و رسوله و انّك رضیت باللّٰه ربّا و بالاسلام دینا و بمحمّد نبیّاً"

یعنی اس چیز کو یاد کر جس کے ساتھ تو دنیا سے نکلا ہے کہ: اس بات کی گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور یہ کہ تو اس بات پر راضی ہے کہ اللہ تیرا رب، اسلام تیرا دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے نبی ہیں۔

''تلقین القبور'' شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک ''مستحب'' ہے جب کہ حنفیہ کہتے ہیں کہ دفن کرنے کے بعد تلقین کرنے کا نہ حکم ہے، نہ اس کی ممانعت ہے۔ بظاہر روایت سے اس تلقین کی ممانعت معلوم ہوتی ہے۔

مالکیہ کہتے ہیں کہ دفن کے بعد اور دفن کرتے وقت تلقین کرنا مکروہ ہے کیونکہ تلقین صرف مرنے کے وقت مستحب ہے۔

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو الفقه علی المذاهب الاربعة مؤلفہ شیخ عبدالرحمٰن الجزری جزءاول۔ کتاب الجنائز۔

مفتی اعظم و مفتی اول دارالعلوم دیوبند مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی صاحب اس سوال کہ:

''بعد دفن کے تلقین کرنا جائز ہے یا نہ، اگر جائز ہے تو کس طرح؟''

کے جواب میں لکھتے ہیں کہ:

''تلقین بعد الدفن کو فقہاء نے جائز رکھا ہے۔ فقط''

مرتب فتاویٰ مفتی ظفیر الدین صاحب اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"قال فی شرح المنیة انّ الجمهور، علیٰ انّ المراد مجازه ثم قال و انّما لا ینهی عن التلقین بعد الدفن لانه لا ضرر فیه بل فیه نفع۔۔۔۔

(ردّ المختار باب صلوٰة الجنائز مطلب فی التلقین بعد الموت جلد 1 ص 797۔ بحوالہ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند مدلل و مکمل جلد پنجم ص 392۔ کتاب الجنائز۔ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

Marfat.com

حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب اس سوال کہ:

"تلقین مردہ رابوقت نزع اولیٰ است یا بعد دفن؟ یا بعد ہر دووقت؟"

کے جواب میں فرماتے ہیں کہ:

"عند الحنفية تلقین مردہ بوقت نزع ہست کما فی الدر المختار: و يلقن ندباً وقيل وجوباً بذكر الشهادتين (الىٰ قوله) عنده قبل الغرغرة.... ولیکن اگر بعد دفن ہم کند مضایقہ نیست، قال فی الشامی و انما لا ينهى عن التلقين بعد الدفن لأنه لا ضرر فيه بل فيه نفع لأن الميّت يستأنس بذكر علىٰ ما ورد فى الآثار-الخ-فقط و الله تعالىٰ اعلم - كتبه عزيز الرحمن عفى عنه مفتي مدرسه هذا

(حوالہ مذکور ص 244- کتاب الجنائز- فصل اول)

فقیہ العصر مفتی رشید احمد صاحب اس سوال کہ:

"بعد دفن میت عند القبر تلقین کرنا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا ،

کے جواب میں فرماتے ہیں کہ:

اس کا جواب مختلف فیہ ہے لہٰذا احتراز اولیٰ واسلم ہے۔ بالخصوص اس دورِ فسادِ عقیدہ میں اجازت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (احسن الفتاویٰ جلد 4- ص 253- باب الجنائز)

مفتی سید عبد الرحیم لاجپوری صاحب "تلقین القبور" کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

"تلقین کے دو مواقع ہیں (1) موت کے وقت (2) بعد الموت۔

موت کے وقت کی تلقین بالاجماع مستحب ہے: و هٰذا التلقين مستحب بالاجماع- (فتاویٰ عالمگیری- الفصل الاول فی المختصر ج 1 ص 157)

اور قبر کی تلقین میں اختلاف ہے۔ بعض فقہاء اس کے قائل ہیں اور بعض قائل نہیں ہیں۔

و أما التلقين بعد الموت فلا يلقن عندنا فى ظاهر الرواية كذا فى العينى، شرح الهداية و معراج الدراية، و نحن نعمل بما عند الموت و عند الدفن كذا فى المضمرات

یعنی بہر حال موت کے بعد تلقین ظاہر روایت میں منع ہے اور ہمارا عمل دونوں تلقین پر ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری ج 1 ص 157- فی القبر والدفن، الخ، عینی ج 1 ص 1073، طحاوی شرح در مختار ج 1 ص 579)

Marfat.com

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تلقین بعدالموت خلاف ظاہرروایت ہے اور ترجیح ظاہری روایت کو ہوتی ہے اور بعدالموت قبر والی تلقین کے بارے میں جو حدیث پیش کی جاتی ہے البتہ ضعیف روایات فضائل اعمال میں معتبر ہوتی ہیں اور اس پر عمل جائز ہے، اس شرط پر کہ اعتقادی یا عملی خرابی لازم نہ آتی ہو۔ مگر تلقین مذکور کے بارے میں اکثر اوقات عملی اور اعتقادی خرابی دیکھنے میں آتی ہے یعنی اس کو لازمی سمجھا جاتا ہے، کبھی ترک نہیں کرتے اور (تلقین) نہ کرنے والے کو ملامت کی جاتی ہے، انہیں بدمذہب، بدعقیدہ کہا جاتا ہے اور اہل سنت سے خارج سمجھا جاتا ہے لہٰذا قابلِ ترک ہے۔

فقہاء کا مسلّم عقیدہ ہے کہ: انّ المندوب ینقلب مکروهاً اذا خیف أن یرفع عن رتبته مباح۔

اور مستحب کو جب اس کے درجہ سے بڑھا دیا جائے تو مکروہ اور ممنوع ہو جاتا ہے۔

(مجمع البحار، ج 2۔ ص 244)

حاصل یہ کہ تلقین اول (عندالموت) بالاجماع مستحب ہے اور صحیح حدیث سے ثابت ہے اور تلقین ثانی (بعدالموت عندالقبر) میں اختلاف ہے۔ لہٰذا فقہاء کا فیصلہ ہے کہ جہاں اس کا رواج ہو وہاں اس کو بند نہ کیا جائے کہ فتنہ وفساد کا ڈر ہے۔

درمختار وغیرہ میں ہے: و لا یلقن بعد تلحیده و ان فعل لا ینهٰی عنه۔
یعنی: بعد دفن تلقین نہ کی جائے اور اگر کوئی کرے تو اسے نہ روکا جائے۔
درمختار مع الشامی ج 1 ص 797۔ مطلب فی التلقین بعدالموت۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ جلد ہفتم ص 68-69۔ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

علامہ شرنبلالی (م 1069ھ) دونوں تلقینوں (قبل الموت و بعدالموت) کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

و یلقن بذکر الشهادتین عنده من غیر الحاح و لا یؤمر بها، و تلقینه فی القبر مشروع و قیل لا یلقن و قیل لا یؤمر به و لا ینهٰی عنه" (نورالایضاح۔ باب احکام الجنائز)

Marfat.com

اور اس کے پاس شہادت کے دونوں کلموں کی اصرار کے بغیر تلقین کی جائے اور ادائے کلمہ شہادت کا اس کو حکم نہ کیا جائے اور قبر میں میت کی تلقین کرنا بھی شریعت میں آیا ہے اور یہ بھی قول ہے کہ قبر میں تلقین نہ کی جائے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قبر کی تلقین کا نہ تو حکم کیا جائے اور نہ ہی اس سے منع کیا جائے۔

سابق شیخ الحدیث وصدر مفتی دارالعلوم امینیہ دہلی مولانا سید محمد میاں صاحب ''تلقین القبر'' کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

''اس کی صورت یہ ہے کہ دفن کے بعد جب عام آدمی چلے جائیں تو کچھ خاص خاص آدمی تین مرتبہ یہ کہیں کہ:

فلاں بن فلاں کہو: ''لا الٰہ الّا اللّٰہ'' پھر تین مرتبہ کہیں کہ اے فلاں کہہ دو کہ: میرا رب اللہ ہے، میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

مصنف (یعنی صاحبِ نورالایضاح) نے اس تلقین کے متعلق علمائے کرام کے دو قول بیان کیے ہیں: ایک قول یہ ہے کہ اس سے منع کیا جائے۔ دوسرا قول یہ کہ جو لوگ اس کو کرتے ہیں ان کو منع نہ کیا جائے اور جو نہیں کرتے ان کو اس کی ہدایت نہ کی جائے۔

(نورالایضاح/ الیضاح الاصباح ترجمہ وحواشی نورالایضاح ص 142۔ مطبوعہ مکتبہ قاسمیہ لاہور)

اگر ''تلقین بعد الموت'' بدعت ہوتی تو اس سے ضرور منع کیا جاتا بلکہ اسے مستحب اور مشروع قرار دیا گیا ہے۔ مدرسہ امینیہ دہلی کے نائب مفتی مولوی حبیب المرسلین صاحب نے بھی فقہاء کے اقوال کی روشنی میں اس ''تلقین'' کو مشروع ومستحب لکھا تو اس پر مولوی عبدالکریم صاحب گمتھلوی (خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون) نے انہیں ''بدعتی'' قرار دے دیا۔

حضرت مفتی محمد کفایت اللہ دہلویؒ اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ:

''جواباً عرض ہے کہ میں نے نائب مفتی صاحب سے معلوم کیا تو معلوم ہوا کہ انہوں نے یہ فتویٰ (کہ تلقین بعد الدفن مشروع ومستحب ہے) لکھا ہے۔ آپ کا عنایت نامہ موصول ہونے پر میں نے مسئلے پر غور کیا تو میرے خیال میں تلقین کو مشروع ومستحب لکھنا بدعتی ہونے کی دلیل بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ ''تلقین بعد الدفن'' کو بدعت نہیں کہا جا سکتا۔

آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ ظاہر الروایت میں ''لایلقن بعد الدفن'' لکھا ہے۔ اول تو یہ

Marfat.com

الفاظ ظاہر الروایت کے کس جگہ سے آپ نے نقل فرمائے ہیں مجھے معلوم نہیں۔ دوسرے بصورت تسلیم یہ بھی لازم نہیں کہ ظاہر الروایت کے خلاف ہمیشہ بدعت ہی ہوا کرے۔

1۔ شامی نے درمختار کے اس قول پر "و لا یلقن بعد تلحیدہ" یہ لکھا ہے:

" ذکر فی المعراج أنه ظاهر الرواية۔

اور اس کے بعد خبازیہ اور کافی سے یہ بھی نقل کرنا لکھا ہے کہ:

انّ هٰذا علٰی قول المعرب اما عند اهل السنة والجماعة فالحديث أی: لقّنوا موتاكم ، لا اله الا الله ، محمول علٰی حقيقته۔

(باب صلوٰۃ الجنائز مطلب فی التلقین بعد الموت جلد2ص191)

2۔ فتح القدیر میں ہے:"و أما التلقين بعد الموت و هو فی القبر فقيل يفعل لحقيقته ما روينا و نسب إلٰی اهل السنة والجماعة و خلافه الٰی المعتزله و قيل لا يؤمر به و لا ينهی عنه"(باب الجنائز جلد 2۔ص104)

3۔ کبیری میں ہے: و أما التلقين بعد الدفن فقيل يفعل لحقيقة ما روينا و قيل لا يؤمر به ولا ينهی عنه"

اور ذرا آگے لکھا ہے: و انما لا ينهی عن التلقين بعد الدفن لأنه لا ضرر فيه بل فيه نفع فان الميّت يستأنس بالذكر علٰی ما ورد فی الآثار"

(فصل فی الجنائز ص576)

4۔ بحر الرائق میں ہے: و حينئذ فلا حاجة الی الاستدلال بالحديث الآخر ، لقّنوا موتاكم قول:لااله الّا الله ، فان حقيقة التلقين بعد الموت و قداختلفوا فيه و قولهم أنه مجاز قول لا دليل عليه الاصل الحقيقة"

(کتاب الجنائز جلد 2۔ص 184۔طبع بیروت)

ان عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ممانعت تلقین کا حکم ظاہر روایت نہیں ہے۔ معراج الدرایت کا اس کو ظاہر روایت قرار دینا بظاہر محل تأمل ہے ورنہ اس کو معتزلہ کی رائے بتانا اور جواز کے قول کو اہل سنت کا مذہب قرار دینا اور حافظ ابن ہمام و صاحب بحر و علامہ حلبی کا اس پر کچھ تعرض نہ کرنا بلکہ اس کے خلاف جواز کے قول کو ترجیح دینا گویا ظاہر روایت کو معتزلہ

Marfat.com

کا مذہب قرار دے کر چھوڑ دینا اور اس کے خلاف کو اہل السنّت والجماعت کا مذہب قرار دے کر اس کو ترجیح دینا اور اوفق بالروایات بتانا لازم آئے گا۔

دوسرے یہ کہ اس کو بدعت قرار دینا اور مشروع و مستحب کہنے والے کو بدعتی سمجھ لینا درست نہیں۔

حافظ ابن ہمام نے اس پر طویل بحث کی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جن فقہائے حنفیہ نے تلقین بعد الدفن سے منع کیا ہے ان کی ممانعت کا منشا عدمِ سماعِ موتیٰ کا مسئلہ ہوا ہے اور عدم سماع موتیٰ کا مسئلہ انہوں نے مسئلہ یمین "لو حلف لا یکلم فلانا فکلمه بعدموته لا یحنث" (اصول الشاشی:فصل فی متعلقات النصوص ص 31 ۔طبع قدیمی) سے اخذ کیا ہے۔اس سے اشارتاً سمجھا جاتا ہے کہ تلقین بعد الدفن کا مسئلہ ظاہر روایت میں نہیں ہے۔
میں نے جو کچھ عرض کیا ہے اگر جناب کی رائے میں صحیح نہ ہو تو حضرت مخدوم الامت مولانا تھانوی دامت برکاتہم کی خدمت میں پیش فرما کر حضرت کی رائے عالی سے مطلع فرمائیں...."

(موصوف ایک دوسرے سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ:)

حنفیہ تو تلقین کے قائل نہیں کیونکہ ان کے نزدیک سماع موتیٰ ثابت نہیں۔ جو لوگ سماع کے قائل ہیں ان کے نزدیک تلقین مفید ہے اور اگر کوئی کرے تو اسے روکنا بھی نہیں چاہیے۔ معتزلہ کے نزدیک چونکہ مردوں کا قبر میں زندہ ہونا ہی صحیح نہیں ہے اس لیے وہ بھی تلقین کے قائل نہیں۔ حنفیہ باوجود عدمِ سماع اموات کے قائل ہونے کے تلقین کے فائدے کے قائل ہیں خواہ مردہ سنے یا نہ سنے۔ یعنی اسے ذکر کا فائدہ پہنچ سکتا ہے....

تلقین بعد الدفن حنفیہ کے نزدیک معمول و متوارث نہیں ہے اور حنفیہ کے اصول کے ساتھ یہی اوفق ہے لیکن چونکہ دلیل حرمت یا کراہت بھی نہیں ہے اس لیے اسے متاخرین حنفیہ نے منع نہیں کیا اور یہی مسلک کہ عمل نہ کیا جائے اور کرنے والے کو ملامت نہ کی جائے....

میّت کو تلقین کرنا شافعیوں کا قول ہے۔ حنفیہ تلقین بعد الدفن کے قائل نہیں ہیں۔ درمختار میں ہے "و لا یلقن بعد تلحیده" (باب الجنائز جلد 2 ص 191) لیکن بعض مشائخ نے تلقین بعد الدفن کو جائز فرمایا ہے تاہم اگر کوئی نہ کرے تو حنفی مذہب کی ظاہر روایت کے موافق اس کا یہ خیال صحیح اور درست ہے اور اس پر کوئی الزام و اعتراض نہیں ہو سکتا....

Marfat.com

یہ عبارت "اذکر ما خرجت علیه من الدنیا...." پڑھنا جائز ہے۔اس سے میت کوفائدہ پہنچے، یہ ممکن ہے۔اس کا نام لے کر پکارنا ضروری نہیں ہے۔

("قیل یارسول الله صلی الله علیه وسلم فان لم یعرف اسمه قال: ینسب إلٰی آدم و حوّاء" الدرالمختار۔باب صلوٰۃ الجنائز جلد2 ص191 بحوالہ کفایت المفتی جلد چہارم ص73 تا80)

مولانا امجد علی اعظمی رضوی حنفی قادری برکاتی بریلوی لکھتے ہیں کہ:

"دفن کے بعد مردہ کوتلقین کرنا اہل سنت کے نزدیک مشروع ہے (جوہرہ) یہ جواکثر کتابوں میں ہے کہ تلقین نہ کی جائے یہ معتزلہ کا مذہب ہے کہ انہوں نے ہماری کتابوں میں یہ اضافہ کردیا (ردالمختار)

حدیث میں ہے حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جب تمہارا کوئی مسلمان بھائی مرے اوراس کی مٹی دے چکوتو تم میں ایک شخص قبر کے سرہانے کھڑا ہوکر کہے: یافلاں بن فلانہ، وہ سنے گااور جواب نہ دے گا۔ پھر کہے: یافلاں بن فلانہ وہ سیدھا ہوکر بیٹھ جائے گا، پھر کہے: فلاں بن فلانہ، وہ کہے گا: ہمیں ارشاد کر، اللہ تم پر رحم فرمائے گا مگر تمہیں اس کے کہنے کی خبر نہیں ہوتی۔پھر کہے:

"اذکر ما خرجت علیه من الدنیا شهادة أن لا اله الّا الله و أنّ محمّداً عبده و رسوله صلّی الله تعالٰی علیه وسلم و انّك رضیت بالله ربّا و بالاسلام دینا وبمحمّد نبیّا و بالقرآن اماماً"

(تواسے یاد کر جس پر تو دنیا سے نکلا یعنی یہ گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندہ اوراس کے رسول ہیں اور یہ کہ تو اللہ کے رب اوراسلام کے دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی اور قرآن کے امام ہونے پر راضی تھا)

نکیرین ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے: چلو ہم اس کے پاس کیا بیٹھیں جسے لوگ اس کی حجت سکھا چکے۔اس پر کسی نے حضور سے عرض کی کہ اگراس کی ماں کا نام معلوم نہ ہو، فرمایا: حوا کی طرف نسبت کرے۔اس حدیث کوطبرانی نے کبیر میں اورضیاء نے احکام میں اوردوسرے محدثین نے روایت کیا ہے۔

بعض اجلہ ائمہ تابعین فرماتے ہیں: جب قبر پر مٹی برابر کرچکیں اورلوگ واپس جائیں تو

Marfat.com

مستحب سمجھا جاتا ہے کہ میت سے اس قبر کے پاس کھڑے ہو کر یہ کہا جائے:

یا فلاں ابن فلاں "قل: لا الٰہ الّا اللّٰہ" (فلاں بن فلاں تو کہہ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) تین بار

پھر کہا جائے: "قل: ربّی اللّٰہ و دینی الاسلام و نبیی محمّد صلّی اللّٰہ علیہ وسلم" (تو کہہ کہ میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں)

اور اعلیٰ حضرت قبلہ نے اس پر اتنا اور اضافہ کیا:

"و اعلم أنّ ھٰذین الّذان أتیاك أو یأتیانك انّما ھما عبدان اللّٰہ لا یَضُرَّان و لا ینفعان الّا باذن اللّٰہ فلا تخف ولا تحزن و اشھد أنّ ربك اللّٰہ ودینك الاسلام ونبیّك محمّد صلّی اللّٰہ علیہ وسلم ثبّتنا اللّٰہ و ایّاك بالقول الثابت فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الآخرۃ انّہ ھو الغفور الرحیم"

(اور جان لے کہ یہ دو شخص جو تیرے پاس آئے یا آئیں گے، یہ اللہ کے بندے ہیں بغیر اللہ کے حکم کے نہ ضرر پہنچائیں گے نہ نفع۔ پس نہ خوف کر، نہ غم کر اور تو گواہی دے کہ: تیرا رب اللہ ہے اور تیرا دین اسلام ہے اور تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اللہ ہم کو اور تجھ کو قولِ ثابت پر ثابت رکھے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔ بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے) (بہار شریعت حصہ چہارم ص 334-335 تحت "قبر دفن کا بیان)

''امام'' خمینی لکھتے ہیں کہ:

''اور لحد کو بند کرنے سے پہلے دایاں ہاتھ میت کے دائیں کندھے پر اور بایاں ہاتھ بائیں کندھے پر زور سے رکھ دیا جائے اور منہ اس کے کان کے ساتھ لے جا کر اس کو سختی سے جھٹکا دے اور تین مرتبہ کہے:

"اسمع افھم یا فلاں ابن فلاں"

اور لفظ فلاں کی جگہ میت اور اس کے باپ کا نام لیں۔ مثلاً اگر میت کا نام محمد اور اس کے باپ کا نام علی ہے تو تین مرتبہ کہے:

اسمع ، افھم یا محمد بن علی" ____ اس کے بعد کہیں:

Marfat.com

"هل انت على العهد الّذى فارقتنا عليه من شهادة أن لا اله آلا اللّٰه وحده لا شريك له و أن" محمداً صلّى اللّٰه عليه وسلم عبده و رسوله و سيّد النبيين و خاتم المرسلين و أنّ عليا امير المؤمنين و سيّد الوصيّين و امام من افترض اللّٰه طاعته على العالمين و أنّ الحسن و الحسين و على ابن الحسين و محمد ابن علىّ و جعفر بن محمّد و موسٰى بن جعفر و على ابن موسٰى و محمّد بن على و على بن محمد و الحسن بن علىّ والقائم الحجّة المهدى صلوٰت اللّٰه عليهم ائمة المؤمنين و حجج اللّٰه على الخلق اجمعين و ائمتك ، ائمة هدى بك ابرار يا فلاں بن فلاں"

اور فلاں بن فلاں کی جگہ میت اور اس کے باپ کا نام لے اور پھر کہے:

"اذا أتاك الملكان المقرّبان رسولين من عنداللّٰه تبارك و تعالٰى وسئلاك عن ربّك و عن نبيّك و عن دينك و عن كتابك و عن قبلتك و عن ائمتك، فلا تخف و لا تحزن و قل فى جوابهما:

اللّٰه ربّى و محمّد صلّى اللّٰه عليه و سلم نبييّ والاسلام دينى والقرآن كتابى والكعبة قبلتى وأميرالمؤمنين علىّ بن ابى طالب امامى والحسن بن على امامى والحسين بن على الشهيد بكربلاء امامى و علىّ زين العابدين امامى و محمد الباقر امامى و جعفر الصّادق امامى و موسٰى الكاظم امامى و على الرضا امامى و محمد الجوّاد امامى وعلىّ الهادى امامى والحسن العسكرى امامى والحجّة المنتظر امامى ، هٰؤلاء صلوٰت اللّٰه عليهم أجمعين ائمتى و سادتى و قادتى و شفعائى بهم اتولّى و عن اعدائهم أتبرّء فى الدنيا والآخرة"

ثم اعلم يا فلاں بن فلاں ،اور فلاں بن فلاں کی جگہ میت اور اس کے باپ کا نام لے اور پھر کہے:

"انّ اللّٰه تبارك و تعالٰى نعم الرب و انّ محمّداً صلّى اللّٰه عليه و اله نعم

Marfat.com

الرسول و أنّ علیّ بن ابی طالب و أولاده المعصومین الائمة الاثنیٰ عشر نعم الائمة و أنّ ماجاء به محمّد حقّ و أنّ الموت حقّ و سوال منکر و نکیر فی القبر حقّ والبعث حقّ والنشور حقّ والصّراط حقّ والمیزان حقّ و أنّ الجنّة حقّ والنّار حقّ و أنّ الساعة اٰتیة لاریب فیها وأنّ اللّٰه یبعث من فی القبور۔"

پھر کہے:

"افھمت یا فلان" اور فلاں کی جگہ میت کا نام لے پھر اس کے بعد کہے:

"ثبّتك اللّٰه بالقول الثابت و هداك اللّٰه إلیٰ صراطٍ مستقیم عرّف اللّٰه بینك و بین اولیائك فی مستقر مّن رحمته"

پھر کہے:

"اللّٰھم جاف الارض عن جنبیه و اصعد بروحه الیك و لقّه منك برهانا اللّٰھم عفوك، عفوك۔"

(توضیح المسائل اردو۔ص 77-78۔ مطبوعہ حق برادرز۔انار کلی لاہور)

ترجمان شیعیت غلام حسین نجفی نے بھی "تلقین میّت" کے عنوان کے تحت مذکورہ عبارات ہی نقل کی ہیں البتہ اس بحث کے آخر میں "ایک ضروری وضاحت" کے تحت اس بات کا اضافہ کیا ہے کہ:

"بعد از تلقین جب میت کو دفن کر دیا جائے اور لوگ واپس چلے جائیں تو دوبارہ ایک شخص قبر پر بیٹھ کر تلقین میت پڑھے۔"

(اسلامی نماز اور دیگر عبادات ص 46۔ جامعہ المنتظر ایچ بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور)

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ "تلقین قبل الموت" بالاجماع مستحب ہے جب کہ "تلقین القبر" کے بارے میں فقہائے کرام مختلف الخیال ہیں۔شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک یہ "تلقین" بھی مستحب ہے جب کہ حنفیہ کے نزدیک یہ "تلقین" راجح قول اور ظاہر روایت کے مطابق منع ہے لیکن فقہاء کا فیصلہ یہ ہے کہ جہاں اس کا رواج نہیں ہے وہاں اس کو جاری نہ کیا جائے اور جہاں اس کا رواج ہو وہاں اس کو بند نہ کیا جائے کہ فتنہ وفساد کا ڈر ہے۔

فقہائے کرام نے "تلقین القبر" کی وضاحت بھی کر دی ہے کہ اس میں کون سے کلمات

Marfat.com

کی تلقین کی جاتی ہے۔ یہ کلمات مع ترجمہ اس بحث میں پیش کر دیے گئے ہیں۔ اور عند الفقہاء اس کا حکم بھی بیان کر دیا گیا ہے۔

چونکہ اہل تشیع بھی سختی کے ساتھ ''تلقین بعد الموت اور عند القبر'' پر کاربند ہیں اس لیے روافض کے شعار کی وجہ سے اس زمانہ میں ترک کرنا ہی بہتر ہے۔ مولانا ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں کہ:

''و لکن الآن صار شعار الروافض و ترکه اهل السنة ففیه خوف التهمة، فلا یلقن''

(اعلاء السنن۔ ابواب الجنائز باب: مایلقن المحتضر۔ جلد 8۔ ص 74)

ہمارے ہاں میت کو دفن کرنے کے بعد اس کی قبر پر جو سورۃ البقرہ کا اول و آخر پڑھا جاتا ہے اسے اگرچہ عرف عام میں ''تلقین'' ہی کہا جاتا ہے لیکن اس کا اطلاق ''تلقین القبر'' پر ہرگز نہیں ہوتا جو عند الفقہاء مختلف فیہ ہے بلکہ حدیث میں اس عرفی اور مروجہ تلقین کی ترغیب اور فضیلت بیان ہوئی ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

''اِذَا مَاتَ اَحَدُكُمْ فَلَا تَحْبِسُوْهُ وَ اَسْرِعُوْا بِهٖ اِلٰى قَبْرِهٖ وَ يُقْرَاُ عِنْدَ رَاْسِهٖ فَاتِحَةُ الْبَقَرَةِ وَ عِنْدَ رِجْلَيْهِ بِخَاتِمَةِ الْبَقَرَةِ''

(مشکوٰۃ المصابیح۔ کتاب الجنائز۔ باب دفن المیّت۔ الفصل الثالث)

جب تم میں سے کوئی فوت ہو جائے تو اسے دیر تک گھر میں مت روکو اور اسے قبر تک پہنچانے اور دفن کرنے میں سرعت سے کام لو۔

اور (دفن کے بعد) اس کے سر کی جانب سورۃ البقرۃ کی ابتدائی آیات (وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ○ تک) اور اس کے پاؤں کی جانب سورۃ البقرۃ کی آخری آیات (اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے ختم سورۃ تک) پڑھی جائیں۔

یہ حدیث امام بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کی ہے اور ساتھ ہی کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے۔ روایت میں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کی نسبت کی گئی ہے، سند کے لحاظ سے یہ ثابت نہیں ہے۔

مولانا محمد منظور نعمانی اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''میت کو دیر تک گھر میں نہ رکھنے اور کفن دفن میں جلدی کرنے کی ہدایت تو رسول اللہ صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم سے متعدد حدیثوں میں وارد ہوئی ہے اور سورۃ بقرۃ کی ابتدائی اور اختتامی آیات کے قبر پر پڑھنے کا حکم ظاہر ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اپنی طرف سے نہیں دے سکتے تھے۔ یقیناً یہ بات بھی انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے سیکھی ہوگی۔ اس لیے سند کے لحاظ سے اگر چہ یہ حدیث مرفوعاً ثابت نہ ہو لیکن محدثین اور فقہاء کے اصول پر یہ حکم میں مرفوع ہی کے ہے۔" (معارف الحدیث جلد سوم ص 485-486)

ملا علی قاری حنفیؒ اس روایت کے تحت لکھتے ہیں کہ:

مراد فاتحہ بقرہ کے آغاز سورۃ سے "مفلحون" تک ہے اور خاتمہ بقرہ سے "اٰمن الرسول" سے لے کر اختتام سورہ تک ہے۔ (مرقاۃ جلد 2 تحت الحدیث)

اسی روایت کی بناء پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے متعلق مذکور ہے کہ:

"کان یستحبّ أن یقرأ علی القبر بعد الدفن اول سورۃ البقرۃ و خاتمتھا" (شامی جلد اول ص 601)

ابن عمرؓ میّت کے دفن کے بعد قبر پر سورۃ البقرۃ کا آغاز اور اس کا خاتمہ پڑھنا مستحب سمجھتے تھے۔

حضرت مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی صاحبؒ اس سوال کہ:

"سورہ بقرہ کا رکوع اول میّت کے دفن کرنے کے وقت اس کے سرہانے پر پڑھنا، آخری رکوع سورہ بقرہ کا پاؤں کی طرف پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟"

کے جواب میں فرماتے ہیں کہ:

"ہاں مستحب ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔" (تخریج) و. کان ابن عمر یستحب أن یقرأ علی القبر بعد الدفن اول سورۃ البقرۃ و خاتمھا (ثم بعد صفحات) فقد ثبت أنہ علیہ السلام قرأ

(رد المختار باب صلوۃ الجنائز 237/2، 242/2 کفایت المفتی جلد چھارم ص 58)

حضرت عثمانؓ سے مروی ہے کہ:

"کان النبیّ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم اذا فرغ من دفن المیّت وقف علیھا فقال استغفروا لأخیکم ثم سلوا لہ التثبیت فانہ الآن یسئل۔"

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم دفنِ میّت سے فارغ ہوتے تو قبر پر کھڑے ہوتے اور فرماتے

Marfat.com

کہ اپنے بھائی کے لیے بخشش طلب کرو اور ثابت قدمی کی دعا کرو کیونکہ اب اس سے پرسش ہورہی ہے۔ (ابوداؤد۔ کتاب الجنائز جلد 1 ص 103)

حضرت مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی (م 1952ء) ابوداؤد کی اس روایت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "استغفروا لأخیکم ...." سے دعاء اجتماعی کا ثبوت ہوگیا۔ لہٰذا قبر پر دفن کرنے کے بعد تھوڑی دیر ٹھہرنا اور ذکر ودعا میں مشغول رہنا مستحب ہے۔ (دلیل الخیرات فی ترک المنکرات ص 59، کفایت المفتی جلد چہارم ص 176)

حضرت موصوف ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ:

ہاں جب مخاطب کوئی جماعت معینہ ہو اور ہر شخص سے ایقاعِ فعل ایک خاص زمانے میں مقصد ہو تو وہاں اجتماع کا ثبوت ہوسکتا ہے جیسے بعد دفن تھوڑی دیر ٹھہر کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حاضرین سے فرمانا کہ:

استغفروا لأخیکم و اسألوا له التثبیت فانه الآن یسئل"

(ابوداؤد شریف، کتاب الجنائز۔ باب الاستغفار عند القبر للمیّت جلد 2۔ ص 103)

یعنی اپنے بھائی کے لیے تم استغفار اور سوال تثبیت کرو کیونکہ وہ اس وقت سوال کیا جاتا ہے۔

ظاہر ہے کہ یہاں مخاطب حاضرین کی ایک معینہ جماعت ہے اور سب سے فعل استغفار اسی خاص وقت میں جو وقت سوال نکیرین کا ہے، مطلوب ہے۔ اس لیے اس میں تو اجتماع کا ثبوت ہے کہ سب نے مل کر ایک وقت میں دعا مانگی اگرچہ یہ اجتماع بھی قصداً اجتماع للدعاء نہیں ہے مگر نفس دعا اجتماعی ثابت ہے اور یہی معمول ومتوارث ہے لیکن حدیث مذکور فی السوال (اذا حضرتم المریض او المیّت فقولوا خیراً....) کو اجتماع سے کوئی تعلق نہیں۔ واللہ اعلم۔"

(کفایت المفتی جلد چہارم۔ کتاب الجنائز ص 70۔ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

قبر پر دفن کے بعد بہیئت اجتماعیہ دعا کرنے کا جواز کتب فقہ کی بہت سی کتابوں مثلاً جوہرہ نیرہ ص 111، وتجہیز الجنازۃ ص 121، جواہر النفیس بر تجہیز الجنازۃ ص 11 ومصباح الصلوٰۃ قلمی وزاد اللبیب قلمی میں مذکور ہے۔

قرآن عزیز کی آیت "لَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ" سے بھی یہ مفہوم نکلتا ہے کہ نبی اکرمؐ کی عادت

Marfat.com

مبارکہ بھی یہی تھی کہ مومنین کی قبر پر کھڑے ہو کر دعا فرماتے تھے لیکن مذکورہ روایات سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ بعد از دفن تمام حاضرین کھڑے ہو کر ہی دعا مانگیں۔ یہاں پر صرف مقتدا کے لیے کھڑا ہونا ثابت ہے۔ بعض روایتوں میں صحابہ کرامؓ کا بیٹھ کر دعا مانگنا ثابت ہے۔ جوہرہ نیّرہ کی عبارت میں اس کی تصریح ہے۔ بعض کتب فقہ میں عوام کے کھڑے ہو کر دعا مانگنے کے متعلق لکھا ہے۔ بہر حال جونسی صورت اختیار کی جائے درست ہے۔

اسی طرح قبر پر دعا کرتے وقت ہاتھ اٹھانا بھی جائز اور ثابت ہے:

حافظ ابن حجر عسقلانی نے صحیح ابی عوانہ کے حوالے سے اس مسئلہ پر یہ روایت نقل کی ہے کہ:
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ:

رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی قبر عبد اللّٰہ ذوالبجادین....

فلمّا فرغ عن دفنہ استقبل القبلۃ رافعاً یدیہ" (فتح الباری جلد 11۔ص 122)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عبداللہ ذوالبجادین کی قبر پر دیکھا (اس طویل حدیث میں یہ بھی ہے) کہ جب آپ دفن سے فارغ ہوئے قبلہ رو ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔

قبرستان میں تو عام طور پر بھی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کو صحیح قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ:

"فی ردّ المختار آداب زیارۃ القبور ثم یدعو قائماً طویلاً" اس سے دعا کا جائز ہونا ثابت ہوا اور ہاتھ اٹھانا مطلقاً" آداب دعا سے ہے۔ پس یہ بھی درست ہوا۔

(امداد الفتاویٰ جلد اول ص 500۔ باب الجنائز۔ مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی)

امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر فرماتے ہیں کہ:

"دفن کے بعد قبر کے سرہانے اور اس کی پائنتی میں سورہ بقرہ کا ابتدائی اور آخری حصہ پڑھنا جائز ہے اور صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ اسی طرح تسبیح و تہلیل اور تثبت وغیرہ کی دعا احادیث سے ثابت ہے۔" (راہِ سنت ص 219)

مولانا ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی صاحب (خلیفہ مجاز حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی) فرماتے ہیں کہ:

"میت کے دفن سے فارغ ہونے کے بعد آنحضرتؐ اور آپؐ کے صحابہؓ اس قبر کے پاس

Marfat.com

کھڑے ہو کر میت کے لیے منکر نکیر کے جواب میں ثابت قدم رہنے کی دعا خود بھی فرماتے اور دوسروں کو بھی تلقین فرماتے کہ اپنے بھائی کے لیے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو۔

مسئلہ:۔ دفن کے بعد تھوڑی دیر قبر پر ٹھہرنا اور میت کے لیے دعائے مغفرت کرنا، یا قرآن شریف پڑھ کر ثواب پہنچانا مستحب ہے۔

مسئلہ:۔ دفن کے بعد قبر کے سرہانے سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات "مفلحون" تک اور پائنتی کی طرف "اٰمَنَ الرَّسُوْلُ" سے ختم سورۃ تک پڑھنا مستحب ہے۔

(احکام میت ص 91-92۔ مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی)

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ:

"جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا بدعت ہے، قبر پر دعا جائز ہے، قبر کے سرہانے سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات اور پائنتی کی جانب سورۃ بقرۃ کی آخری آیات پڑھنا بھی جائز ہے، قبر پر انگلی رکھنا ثابت نہیں۔" (آپ کے مسائل اور ان کا حل۔ جلد سوم ص 178)

مولانا محمد امجد علی اعظمی رضوی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی لکھتے ہیں کہ:

"مستحب یہ ہے کہ دفن کے بعد قبر پر سورۃ بقرۃ کا اول و آخر پڑھیں۔ سرہانے "الٓمّٓ" سے "مفلحون" تک اور پائنتی "اٰمن الرسول" سے ختم سورۃ تک پڑھیں۔"

(بہار شریعت حصہ چہارم ص 332)

اس تفصیل سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ "تلقین القبور" ائمہ مجتہدین کے مابین ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے لہٰذا اس دور فساد میں احتراز اولیٰ اور اہل تشیع کا شعار ہونے کی وجہ سے بھی قابل ترک ہے۔

جب کہ تدفین کے بعد قبر پر سورۃ البقرۃ کی ابتدائی و آخری آیات پر مشتمل مروجہ تلقین امر مستحب ہے اور بریلوی اور دیوبندی دونوں مسالک سے تعلق رکھنے والے اسے "مستحب" جان کر اس پر عمل پیرا ہیں۔ لہٰذا اس مروجہ اور عرفی تلقین کا اطلاق "تلقین بعد الدفن یا تلقین القبور" پر ہرگز نہیں ہوتا۔

Marfat.com

اسلام میں تعزیت کا طریقہ

موت ایک اٹل حقیقت ہے اور ہر ذی روح نے اس کا مزہ چکھنا ہے۔ لیکن کسی شخص کی موت پر اس کے اعزہ واقارب کا نوحہ وماتم، گریبان چاک کرنا، رخسار پیٹنا اور دورِ جاہلیت کی طرح چیخ وپکار کرنا اسلام میں ممنوع ہے۔ البتہ آنکھوں سے آنسوؤں کا بہنا اور غم وافسوس ایک فطری بات ہے، اس کی اجازت ہی نہیں بلکہ نبی اکرمؐ کے اپنے عمل مبارک سے ثابت بھی ہے۔ آپؐ کے صاحبزادے سید ابراہیم بچپن میں بعمر اٹھارہ ماہ وفات پا گئے تو:

"فَجَعَلَتْ عَيْنَا رَسُوْلِ اللّٰهِ تَذْرِفَانِ فَقَالَ لَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَ اَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ: يَا ابْنَ عَوْفٍ اِنَّهَا رَحْمَةٌ ثُمَّ اَتْبَعَهَا بِاُخْرٰى فَقَالَ: اِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ وَ لَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا يَرْضٰى رَبُّنَا وَ اِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا اِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ"

(صحیح بخاری. کتاب الجنائز. باب قول النبیّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم "اِنَّا بِكَ لَمَحْزُوْنُوْن. رقم الحدیث 1303)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ بھی (رو رہے ہیں؟) آپؐ نے فرمایا: اے عبدالرحمٰن یہ شفقت اور ہمدردی ہے۔ پھر دوبارہ آپؐ کی آنکھوں سے آنسو بہے تو فرمایا: بے شک آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل مغموم ہے اور زبان سے ہم وہی کہیں گے جو اللہ کو پسند ہو (یعنی انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون) اور اے ابراہیم تمہاری جدائی کا ہمیں بہت صدمہ ہے۔

اس کے برعکس شرعی حدود سے تجاوز کرنے والے کے بارے میں فرمایا:

1۔ "اِثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ: اَلطَّعْنُ فِي النَّسَبِ وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ"

(صحیح مسلم۔ کتاب الایمان۔ باب اطلاق اسم الکفر علی الطعن فی النسب والناحیة)

دو باتیں لوگوں میں ایسی پائی جاتی ہیں جن کا ارتکاب کفر ہے۔ ایک کسی کے نسب میں طعن کرنا اور دوسری بات میّت پر نوحہ کرنا۔

Marfat.com

2۔ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ (ضَرَبَ) الْخُدُوْدَ وَ شَقَّ الْجُيُوْبَ وَ دَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ"

(صحیح بخاری۔ کتاب الجنائز۔ رقم الحدیث 1294، 1297، 1298، کتاب المناقب رقم الحدیث 3519)

جو کوئی (غمی اور موت کے موقع پر) اپنے رخساروں کو پیٹے اور گریبان پھاڑے اور زمانہ جاہلیت کی طرح واویلا اور چیخ و پکار کرے وہ ہم میں سے نہیں یعنی وہ ہمارے طریقے پر نہیں ہے۔

3۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے بطور خاص ان باتوں کا عہد لیا کرتے تھے کہ:

"أَنْ لَا نَخْمِشَ وَجْهًا وَ لَا نَدْعُوْ وَيْلًا وَ لَا نَشُقَّ جَيْبًا وَ أَنْ لَّا نَنْشُرَ شَعْرًا" (سنن ابی داؤد۔ کتاب الجنائز باب فی النّوح)

نہ چہرہ نوچیں گی، نہ واویلا کریں گی، نہ گریبان پھاڑیں گی اور نہ ہی اپنے بال بکھیریں گی۔

یہی نہیں بلکہ سوگ کی شرعی مدت بھی مقرر کر دی گئی کہ:

4۔ "لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ تُحِدُّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَ عَشْرًا"

(صحیح بخاری۔ کتاب الجنائز۔ رقم الحدیث 1284۔ کتاب الطلاق۔ رقم الحدیث 5335)

جو عورت اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہے اس کے لیے یہ بات حلال نہیں کہ وہ کسی عزیز کی میّت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے سوائے شوہر کی وفات کے، اس پر وہ چار ماہ دس دن تک سوگ کر سکتی ہے۔

چونکہ غم و موت کے مواقع پر انسان کا اس سے متاثر ہونا فطری بات ہے۔ اس لیے اسے حوصلہ اور تسلی دینے کی ترغیب دی گئی ہے جسے "تعزیت" کہتے ہیں اس کا مادہ "ع، ز، ی" ہے۔ "عَزَى يَعْزِىْ عَزَاءً" مصیبت پر صبر کرنا۔ "تعزیت" کے معنی: ماتم پرسی، پسماندگان سے اظہارِ ہمدردی، صبر کی تلقین کرنا، تسلی دینا اور پرسا دینے کے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"مَنْ عَزّٰى مُصَاباً فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِهٖ" (سنن ترمذی و سنن ابن ماجہ)

جس شخص نے کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کی تو اس کے لیے مصیبت زدہ کا سا اجر ہے۔

Marfat.com

نبی اکرمؐ نے اپنی بیٹی سیدہ زینبؓ کو جب ان کے بیٹے کی وفات ہوگئی تھی تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ:

"اِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَلَهٗ مَا أَعْطٰی وَ كُلَّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِأَجَلٍ مُّسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَ لْتَحْتَسِبْ...." (صحیح بخاری۔ کتاب الجنائز۔ رقم الحدیث 1284)

بے شک اللہ ہی کا سارا مال ہے جو وہ لے اور جو عنایت کرے اور ہر بات کا اس کے ہاں ایک مقرر وقت ہے پس صبر کرو اور ثواب طلب کرو۔

موت پر صبر کرنے والے کے لیے جنت کا وعدہ ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے کہ:

"يَقُوْلُ اللّٰهُ مَا لِعَبْدِيْ الْمُؤْمِنِ عِنْدِيْ جَزَاءٌ اِذَا قَبَضْتُ صَفِيَّهٗ مِنْ اَهْلِ الدُّنْيَا ثُمَّ احْتَسَبَهٗ اِلَّا الْجَنَّةَ"

(صحیح بخاری۔ کتاب الرقاق۔ باب العمل الّذی یبتغٰی بِہٖ وجہ اللّٰہ۔ رقم الحدیث 6424)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اپنے مومن بندے کے کسی پیارے کو جب میں اٹھالوں پھر وہ ثواب کی امید میں صبر کرے تو میرے پاس اس کے لیے جنت کے سوا کوئی معاوضہ نہیں ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تعزیت کے لیے خود بھی تشریف لے جاتے تھے اور خط کے ذریعے بھی تعزیت فرماتے تھے۔ حضرت معاذ بن جبلؓ کے لڑکے کی وفات پر ان کے نام یہ تعزیت نامہ لکھا کہ:

"میں پہلے تم سے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ حمد و ثناء کے بعد (دعا کرتا ہوں کہ) اللہ تعالیٰ تم کو اس صدمہ پر اجر عظیم دے اور تمہارے دل کو صبر عطا فرمائے اور ہم کو اور تم کو نعمتوں پر شکر کی توفیق دے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہماری جانیں، ہمارے مال اور ہمارے اہل و عیال یہ سب اللہ تعالیٰ کے مبارک عطیے ہیں اور اس کی سپرد کی ہوئی امانتیں ہیں (اس اصول کے مطابق تمہارا لڑکا بھی تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت تھا) اللہ تعالیٰ نے جب تک چاہا خوشی اور عیش کے ساتھ تم کو اس سے نفع اٹھانے اور جی بہلانے کا موقع دیا اور جب اس کی مشیت ہوئی اپنی اس امانت کو تم سے واپس لے لیا۔ وہ تم کو اس کا بڑا اجر دینے والا ہے۔ اللہ کی خاص نوازش اور اس کی رحمت اور اس کی طرف سے ہدایت (کی تم کو بشارت ہے) اگر تم نے ثواب اور رضائے الٰہی کی

Marfat.com

نیت سے صبر کیا۔

پس اے معاذ! صبر کرو اور ایسا نہ ہو کہ جزع و فزع تمہارے قیمتی اجر کو غارت کر دے اور پھر تمہیں ندامت ہو (کہ صدمہ بھی پہنچا اور اجر سے بھی محرومی رہی) اور یقین رکھو کہ جزع و فزع سے کوئی مرنے والا واپس نہیں آتا اور نہ اس سے رنج و غم دور ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حکم اترتا ہے وہ ہو کر رہنے والا ہے بلکہ یقیناً ہو چکا ہے ____ والسلام

(معارف الحدیث کتاب الصلوٰۃ جلد سوم ص 466)

آزاد کشمیر کے بعض علاقوں میں جو لوگ غمی کے موقع پر رات گئے تک مولوی دلپذیر بھیروی کی مرتبہ کتاب ''گلزار یوسفؑ'' پڑھتے ہیں ان سے سوال ہے کہ کیا نبی اکرمؐ کے مذکورہ ارشادات اور تعزیت نامے میں ان کے لیے کوئی تسلی و تشفی نہیں پائی جاتی؟

کاش ہم اپنی مصیبتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ایمان افروز اور سکون بخش ''تعزیت'' سے سکون حاصل کریں اور صبر و شکر کو اپنا شعار بنا کر دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت اور ہدایت و رحمت سے بہرہ اندوز ہوں۔

تعزیت کے بارے میں ائمہ کے اقوال حسب ذیل ہیں:

''جس کے گھر میں موت واقع ہوگئی ہو اس سے ماتم پرسی کرنا مستحب ہے۔ ماتم پرسی کا وقت موت کے بعد تین دن تک ہے، اس کے بعد مکروہ ہے؛ سوائے اس کے کہ جس سے تعزیت کی جائے یا تعزیت کرنے والا اس موقع پر موجود نہ ہو۔ ایسی صورت میں تین دن کے بعد بھی تعزیت مکروہ نہیں ہے۔ اس کے لیے خاص الفاظ مقرر نہیں ہیں بلکہ تقاضائے حال کے مطابق تعزیت کی جائے۔ اس پر امام ابوحنیفہؒ کے سوا سب کا اتفاق ہے۔

ان کے نزدیک میت کے لواحقین سے حسب ذیل الفاظ میں تعزیت کرنا مستحب ہے:

''غفر اللّٰہ تعالٰی لمیّتك و تجاوز عنه و تغمدہ برحمته و رزقك الصبر علٰی مصیبته و آجرك علٰی موته''

(الفقه علی المذاهب الاربعه جلد اول کتاب الجنائز)

یعنی اللہ تعالیٰ مرنے والے کی مغفرت کرے اور اس کی خطاؤں سے درگزر فرمائے اور اسے اپنے دامن رحمت میں ڈھانپ لے اور اس حادثہ پر اللہ آپ کو صبر دے اور اس کی موت

Marfat.com

کو موجبِ اجر بنادے۔

اس باب میں سب سے اچھے الفاظ وہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرمائے یعنی:

"انّ للّٰہ ما أخذ ولہ ما أعطی و کلّ شئ عندہ بأجل مّسمّی"۔ اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے وہ جسے چاہے لے لے اور جو چاہے عطا فرمائے۔ ایک مقرر وقت کے بعد ہر شئی کو اس کے پاس جانا ہے۔

اس کے بعد مذکورہ الفاظ کا اضافہ بہتر ہے۔

اور بہتر یہ ہے کہ دفن کے بعد تعزیت کی جائے۔ ہاں اگر اہل میت شدید غم میں مبتلا ہوں تو دفن سے پہلے تعزیت کرنا بہتر ہے۔

مالکیہ کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ میّت کے تمام اقرباء مرد، عورت، چھوٹے بڑے سب سے تعزیت کی جائے البتہ جوان عورت سے محرم کے سوا کوئی اور تعزیت نہ کرے تا کہ کوئی فتنہ پیدا نہ ہو۔ لاشعور بچے سے بھی تعزیت نہ کی جائے۔

واضح ہو کہ اہل میّت کا تعزیت (پرسا) لینے کے لیے بیٹھنا مکروہ ہے خواہ اپنے گھر میں بیٹھے یا کسی اور کے گھر میں۔ یہ حکم شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک ہے۔

حنفیہ کہتے ہیں ایسا کرنا خلاف اولیٰ ہے اور مالکیہ اس کو مباح بتاتے ہیں۔ لیکن پرسا لینے کے لیے سرِ راہ بیٹھنا اور فرش وغیرہ بچھانا جیسا کہ عام طور پر دستور ہے، یہ بدعت اور ممنوع ہے۔

اگر ایک بار اہل میّت کو پرسا دیا جا چکے تو دوسری بار دینا مکروہ ہے۔ اس پر تین ائمہ کا اتفاق ہے۔ مالکیہ کہتے ہیں کہ دوسری بار تعزیت کرنا مکروہ نہیں ہے۔

(الفقہ علی المذاہب الاربعہ مترجم۔ جلد اول ص 868-869۔ مطبوعہ محکمہ اوقاف لاہور 1985ء)

مولانا محمد امجد علی اعظمی، سنی، رضوی، حنفی، قادری برکاتی (بریلوی) لکھتے ہیں کہ:

مسئلہ: تعزیت مسنون ہے۔ حدیث میں ہے جو اپنے بھائی مسلمان کی مصیبت میں تعزیت کرے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے کرامت کا جوڑا پہنائے گا۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا۔ دوسری حدیث ترمذی و ابن ماجہ میں ہے جو کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کرے اسی کے مثل ثواب ملے گا۔

مسئلہ: تعزیت کا وقت موت سے تین دن تک ہے۔ اس کے بعد مکروہ ہے کہ غم تازہ ہوگا۔ مگر جب تعزیت کرنے والا یا جس سے تعزیت کی جائے وہاں موجود نہ ہو یا موجود ہے مگر

Marfat.com

اسے علم نہیں تو بعد میں حرج نہیں (جوہرہ، ردّ المختار)

مسئلہ: دفن سے پیشتر بھی تعزیت جائز ہے مگر افضل یہ ہے کہ دفن کے بعد ہو۔ یہ اس وقت ہے کہ اولیائے میت جزع وفزع نہ کرتے ہوں، ورنہ ان کی تسلی کے لیے دفن سے پیشتر ہی کرے۔ (جوہرہ)

مسئلہ: مستحب یہ ہے کہ میت کے تمام اقارب کو تعزیت کرے۔ چھوٹے بڑے مرد عورت اس کے محارم سے تعزیت کریں۔ تعزیت میں یہ کہیں: اللہ تعالیٰ میّت کی مغفرت فرمائے اور اس کو اپنی رحمت ڈھانکے اور تم کو صبر روزی (عطا) کرے اور اس مصیبت پر ثواب عطا فرمائے۔

اور نبی ﷺ نے ان لفظوں سے تعزیت فرمائی: "انّ للّٰہ ما أخذ ولہ ما أعطی و کل شیٔ عندہ باجل مّسمّی" خدا ہی کا ہے جو اس نے لیا اور دیا اور اس کے نزدیک ہر چیز ایک میعادِ مقرر کے ساتھ ہے۔ (عالمگیری وغیرہ)

مسئلہ: مصیبت پر صبر کرے تو اسے دو ثواب ملتے ہیں۔ ایک مصیبت کا اور دوسرا صبر کا اور جزع وفزع سے دونوں جاتے رہتے ہیں۔ (ردّ المختار)

مسئلہ: میّت کے اعزہ کا گھر میں بیٹھنا کہ لوگ ان کی تعزیت کو آئیں اس میں حرج نہیں اور اس کا مکان کے دروازے پر یا شارع عام پر، بچھونے بچھا کر بیٹھنا بری بات ہے۔ (عالمگیری/ردّ المختار)

میّت کے پڑوسی یا دور کے رشتہ دار اگر میّت کے گھر والوں کے لیے اس دن اور رات کے لیے کھانا لائیں تو بہتر (مستحب) ہے اور انہیں اصرار کر کے کھلائیں (ردّ المختار)

مسئلہ: میّت کے گھر والے تیجہ وغیرہ کے دن دعوت کریں تو ناجائز و بدعت قبیحہ ہے کہ دعوت تو خوشی کے وقت مشروع ہے نہ کہ غم کے وقت اور اگر فقراء کو کھلائیں تو بہتر ہے۔ (فتح القدیر)

مسئلہ: جن لوگوں سے قرآن مجید یا کلمہ طیبہ پڑھوایا ان کے لیے بھی کھانا تیار کرنا، ناجائز ہے۔ (ردّ المختار) جب کہ ٹھہرالیا ہو (یعنی پہلے سے ہی طے کرلیا ہو) یا (یہ طریقہ) معروف ہو (یعنی حضرت صاحب کو معلوم ہو کہ اہل میّت اتنے بھی 'اخلاق' سے عاری نہیں ہیں کہ بغیر کچھ کھلائے پلائے خالی ہاتھ واپس بھیج دیں گے) یا وہ (شرکائے قرآن خوانی) اغنیاء (یعنی دولت مند) ہوں۔

مسئلہ: تیجے وغیرہ کا کھانا اکثر میّت کے ترکہ سے کیا جاتا ہے اس میں یہ لحاظ ضروری ہے کہ

Marfat.com

ورثہ میں کوئی نابالغ نہ ہو ورنہ سخت حرام ہے۔یوں ہی اگر بعض ورثہ موجود نہ ہوں جب بھی ناجائز ہے۔ جب کہ غیر موجودین سے اجازت نہ لی ہو۔اور سب بالغ ہوں اور سب کی اجازت سے ہو یا کچھ نابالغ یا غیر موجود ہوں مگر بالغ موجود اپنے حصہ سے کرے تو حرج نہیں (بشرطیکہ کہ صرف فقراء کھائیں)

تعزیت کے لیے اکثر عورتیں، رشتہ دار جمع ہوتے ہیں اور روتی پیٹتی، نوحہ کرتی ہیں انہیں کھانا نہ دیا جائے کہ گناہ پر مدد دینا ہے۔(کشف الغطاء)

مسئلہ: میّت کے گھر والوں کو جو کھانا بھیجا جاتا ہے یہ کھانا صرف گھر والے کھائیں اور انہیں کے لائق (ان کی ضرورت کے مطابق) بھیجا جائے زیادہ نہیں اوروں کو وہ کھانا، کھانا منع ہے۔(کشف الغطاء) اور صرف پہلے دن کھانا بھیجنا سنت ہے۔اس کے بعد مکروہ (عالمگیری)

مسئلہ: قبرستان میں تعزیت کرنا بدعت ہے۔(ردّالمختار) اور دفن کے بعد میّت کے مکان پر آنا اور تعزیت کر کے اپنے اپنے گھر جانا اگر اتفاقاً ہو تو حرج نہیں اور اس کی رسم کرنا نہ چاہیے اور میّت کے مکان پر تعزیت کے لیے لوگوں کا مجمع کرنا دفن کے پہلے یا بعد اسی وقت ہو یا کسی اور وقت خلافِ اولیٰ ہے اور اگر کریں تو گناہ بھی نہیں۔

مسئلہ: جو ایک بار تعزیت کر آیا اور اسے دوبارہ تعزیت کے لیے جانا مکروہ ہے۔

مسئلہ: سوگ کے لیے سیاہ کپڑے پہننا مردوں کے لیے ناجائز ہے۔یوں ہی سیاہ بلے لگانا کہ اس میں نصاریٰ کی مشابہت بھی ہے۔

میّت کے گھر والوں کو تین دن تک اس لیے بیٹھنا کہ لوگ آئیں اور تعزیت کر جائیں جائز ہے مگر ترک بہتر ہے اور یہ اس وقت ہے کہ فرش اور دیگر آرائش نہ کرنا ہو ورنہ، ناجائز۔
(عالمگیری، ردّالمختار)

نوحہ یعنی میّت کے اوصاف مبالغہ کے ساتھ بیان کر کے آواز سے رونا جس کو "بین" کہتے ہیں بالاجماع حرام ہے۔یوں ہی واویلا، "وامصیبتا" کہہ کے چلاّنا۔(جوہرہ وغیرہ)

مسئلہ: گریبان پھاڑنا، منہ نوچنا، بال کھولنا، سر پر خاک ڈالنا، سینہ کوٹنا، ران پر ہاتھ مارنا، یہ سب جاہلیت کے کام ہیں اور حرام۔(عالمگیری)

Marfat.com

مسئلہ: تین دن سے زیادہ سوگ جائز نہیں مگر عورت شوہر کے مرنے پر چار مہینے دس دن سوگ کرے۔(حدیث)

مسئلہ: آواز سے رونا منع ہے اور آواز بلند نہ ہو تو اس کی ممانعت نہیں بلکہ حضور اقدسؐ نے حضرت ابراہیم کی وفات پر ''بکاء'' فرمایا۔(جوہرہ)

(بہارِ شریعت حصہ چہارم ص 335-336۔تحت ''تعزیت کا بیان'')

اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی (م 1921ء) تیجے یعنی سوئم کی فاتحہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

''یہ چیزیں غنی نہ لے، فقیر لے اور وہ جوان کا منتظر رہتا ہے، ان کے ملنے سے خوش ہوتا ہے اس کا قلب سیاہ ہوتا ہے.... فقیر لے کر خود کھائے اور غنی لے ہی نہیں اور لے لیے ہوں تو مسلمان فقیر کو دے دے۔'' (احکام شریعت ص 151۔حصہ اول)

مولانا محمد سرفراز خان صفدر ''تعزیت'' کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''جب کسی کا کوئی عزیز وقریبی فوت ہو جائے تو اس کی تعزیت کرنا اور صبر کی تلقین کرنا مسنون امر ہے مگر صرف اسی حد تک جس حد تک شریعت حقہ سے ثابت ہے۔مسجد میں ہو یا گھر میں تین دن تک تعزیت کی اجازت ہے۔لیکن گلیوں اور کوچوں میں اور گھروں کے سامنے بیٹھنا اور چٹائیاں اور دریاں وغیرہ بچھا کر، حقہ سلگا کر بیٹھ جانا یہ تمام امور بدعات ہیں۔ان سے اجتناب اشد ضروری ہے....

تعزیت کے لیے جو طریقہ آج کل اختیار کیا جاتا ہے یہ قبیح ترین حرکت ہے اور اشد مکروہ ہے۔کیونکہ اہل جاہلیت کی رسم ہے اور حضرات سلف صالحین میں یہ طریقہ ہرگز رائج نہ تھا۔علاوہ بریں جو لوگ نماز جنازہ میں شریک ہوئے ہوں، ان کے لیے تعزیت کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔جنازہ پڑھنے کی وجہ سے میت کا حق ادا ہو گیا الّا یہ کہ کوئی بزرگ ہستی اور صاحبِ اثر شخصیت ہو جو اہل میت کو صبر کی تلقین کرنے کی غرض سے دوبارہ حاضر ہو تو الگ بات ہے۔(راہِ سنت 276-277)

مذکورہ تفصیل سے ''اسلام میں تعزیت کا طریقہ'' حدیث اور اقوال فقہاء وعلماء کی روشنی میں خوب واضح ہو گیا ہے۔قارئین کرام اپنے اپنے علاقوں میں غمی کے موقع پر جاری رسموں کا جائزہ لے کر اپنے لیے خود ہی کوئی صحیح اور جائز لائحہ عمل مرتب کر لیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں بدعات و ناجائز رسومات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین یا الٰہ العالمین

Marfat.com

میّت کے گھر والوں کے لیے کھانے کا اہتمام

پاکستان اور آزاد کشمیر کے مختلف علاقوں میں اہل میت کے لیے کھانے کے اہتمام میں بھی بہت زیادہ غلو پایا جاتا ہے جس سے سارا گاؤں متاثر ہوتا ہے۔ بعض علاقوں میں آبادی منتشر ہے، بعض مکانات اکیلے ہیں اور ''پڑوسی'' قدرے فاصلے پر مقیم ہوتے ہیں اس لیے ایسے مواقع پر دوسرے گھر سے کھانا پکا کر پہنچانا مشکل ہوتا ہے اس لیے برادری والے میّت کے گھر پر ہی کھانا پکانے کا اہتمام کرتے ہیں۔ یہ بات تو قابل فہم ہے لیکن برادری والوں کا اہل میّت کے ساتھ خود بھی کھانا تناول کرنا یقیناً باعث حیرت ہے۔ کھانا پکانے والی انتظامیہ کے لیے تو کوئی گنجائش نکل سکتی ہے لیکن تقریباً پوری برادری کا بالخصوص مغرب کے بعد رات گئے تک مجمع لگا کر عورتوں اور مردوں کے مخلوط اجتماع میں غم ہلکا کرنے کے لیے کتاب ''گلزارِ یوسف'' مخصوص ''سر اور لے'' کے ساتھ پڑھنا، کھانے کے بعد وقفے وقفے سے چائے اور قہوہ سے ''تواضع'' کرنا یقیناً مختلف برائیوں اور گناہوں کا مجموعہ ہے۔

چونکہ اہل میّت تازہ صدمہ کی وجہ سے ایسے حال میں نہیں ہوتے کہ وہ خود کھانے کا اہتمام کر سکیں اس لیے ان کے ساتھ ہمدری کا ایک تقاضا یہ ہے کہ اس دن یا تین دن تک ان کے کھانے کا اہتمام دوسرے اعزہ واقارب کریں۔ اگر کوئی انہیں کھانا دینے والا نہ ہو تو وہ ان ایام میں اسی گھر میں بھی کھانا تیار کر سکتے ہیں۔

حضرت جعفر طیارؓ کی شہادت کی خبر جب آئی تو نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ:

''اصنعوا لأهل جعفر طعاماً فانّه قد جاء هم مّا يشغلهم''

(جامع ترمذی۔ کتاب الجنائز۔ باب ماجاء فی الطعام یصنع لأهل الميّت، سنن ابی داؤد۔ کتاب الجنائز۔ باب صنعة الطعام لأهل الميّت، سنن ابن ماجہ۔ کتاب الجنائز باب ماجاء فی الطعام يبعث لأهل الميّت)

جعفر کے گھر والوں کے لے کھانا تیار کرو کیونکہ ان کو ایک ایسی چیز درپیش ہے جو انہیں روکتی ہے یعنی وہ اس اطلاع کی وجہ سے ایسے حال میں ہیں کہ کھانے وغیرہ کی طرف توجہ نہ کر سکیں گے۔

Marfat.com

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ رشتہ داروں، پڑوسیوں اور دوستوں کے لیے اہل میّت کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہوتے ہیں اور دوسرے دن اگر (اہل میّت کے ہاں) نوحہ و ماتم کرنے والی عورتیں جمع ہو جائیں تو (کھانا بھیجنا) مکروہ ہے کیونکہ گناہ اور عدوان پر اعانت ہے۔ اہل مصیبت کے سوا دوسرے لوگوں کے اس کھانے کو استعمال کرنے کے متعلق علماء کا اختلاف ہے۔ ابو القاسمؒ نے کہا: جو شخص میّت کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہو اس کے لیے حرج نہیں۔

(خصائل مسلمین ترجمہ مسائل اربعین مؤلفہ حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی ص 114-115)

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ صرف اہل میّت کے لیے اعزہ و اقارب کی طرف سے کھانے کا اہتمام ایک امر مستحب ہے۔ انتظامیہ کے افراد بھی کھا سکتے ہیں لیکن یہ جائز نہیں ہے کہ برادری والے اہل میّت کے پاس رات گئے تک بیٹھے رہیں اور کھاتے پیتے رہیں۔ انہیں اپنے گھروں میں کھانے کا اہتمام کرنا چاہیے نہ کہ اہل میّت کے ہاں۔

اسی طرح اہل میّت کا تیجے، ساتویں، بیسویں، چالیسویں، چھوٹی دعا اور بڑی دعا کے نام سے برادری کو ''دعوت'' پر بلانا غلط اور ناجائز ہے۔ البتہ گھر والے ''ایصال ثواب'' کی خاطر خود قرآن خوانی کر سکتے ہیں اور غرباء و فقراء اور مستحق افراد کو ان سے کوئی مزدوری کرائے (یعنی ختم وغیرہ پڑھائے) بغیر کھانا بھی کھلا سکتے ہیں۔

غمی کے موقع پر برادری اور احباب کی دعوت بدعت قبیحہ ہے۔ خواہ وہ کسی بھی حیلے بہانے سے ہو۔ اسلام میں صدقات و خیرات کے طریقے واضح کر دیے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اہل اسلام کو ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

Marfat.com

تعزیت کے موقع پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کی حیثیت

تعزیت کے موقع پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا بھی ایک ''معرکۃ الآراء'' مسئلہ بن گیا ہے۔ خود علمائے دیوبند کا ایک بڑا گروہ اس موقع پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کے جواز کا قائل ہے۔

مولانا محمد سرفراز خان صفدر لکھتے ہیں کہ:

''فائدہ: میّت کے لیے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا بھی جائز ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "رفع یدیہ ثم قال:اللّٰھمّ اغفر لعبید أبی عامر" (بخاری جلد 2 ص 619 ومسلم جلد 2 ص 303) حضرت عبید ابو عامرؓ کے لیے ان کی وفات کی خبر سن کر ہاتھ اٹھا کر ان کے لیے دعا مانگی تھی۔

حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب (المتوفّٰی 1262ھ) فرماتے ہیں کہ:

تعزیت کے وقت ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ظاہراً جائز ہے۔ الخ (مسائل اربعین ص 34)

اور قبر پر بھی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

(دیکھیے مسلم ج 1۔ ص واصابہ فی تذکرۃ الصحابہ ج 2۔ ص 218)

مولانا محمد سرفراز خان صفدر کے استدلال کا رد کرتے ہوئے مفتی رشید احمد صاحبؒ لکھتے ہیں کہ:

راہِ سنت میں جو حدیث نقل کی گئی ہے اس میں تعزیت کا ذکر نہیں۔

مسائل اربعین کی تحریر کے جوابات:

1- یہ حجت نہیں،

2- اس کی عبارت بتا رہی ہے کہ خود ان کو اس کی صحت کا یقین نہیں،

3- اس سے جواز بلا التزام ثابت ہوتا ہے۔ طریق مروج میں التزام ہے اس لیے بدعت ہے۔

4- اس میں صرف تعزیت کرنے والے کا رفع یدین مذکور ہے اور طریق مروج میں سب حاضرین رفع یدین کر کے اجتماعی دعا مانگتے ہیں جس کا کوئی ثبوت نہیں۔

(احسن الفتاویٰ جلد 10۔ ص 58)

Marfat.com

حضرت موصوفؒ فرض نماز کے بعد مروجہ دعا کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

1- عوام اسے سننِ صلوٰۃ میں سے سمجھنے لگے ہیں۔

2- اس کا اس قدر التزام ہونے لگا ہے کہ تارک کو ہدف ملامت بنایا جاتا ہے۔ اگر کوئی امام اس طریقہ پر دعا نہ کرائے تو اسے امامت سے علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔

3- اخفاء کی افضلیت پر اجماع کے باوجود جہر پر ہی اصرار کیا جاتا ہے۔

ان وجوہ کی بناء پر نمازوں کے بعد عام مساجد میں دعا کا مروجہ طریقہ ختم کرنا چاہیے اور علماء کو اس طرف زیادہ توجہ مبذول کرنا چاہیے۔ شافعیہ وبعض مالکیہ نے جو بعض شرائط سے اجازت دی ہے، ظاہر ہے کہ وہ بھی "مقید بالسلامۃ من القبائح المذکورۃ" ہے۔ التزام کی وجہ سے تو امر مندوب ومستحب بھی واجب الترک ہو جاتا ہے چہ جائیکہ جس کا کوئی ثبوت ہی نہ ہو اور پھر اسے نماز کے متعلقات میں شمار کیا جانے لگے۔

اس لیے ائمہ مساجد پر لازم ہے کہ جہر کی رسم کو تو بالکلیہ ختم کر دیں اور اجتماعاً سرّی دعا سے متعلق بھی مقتدیوں کو یہ تبلیغ کرتے رہیں کہ یہ طریقہ سنت سے ثابت نہیں اس لیے اس کا زیادہ اہتمام نہیں کرنا چاہیے بلکہ ائمہ حضرات کبھی کبھار عملاً بھی اجتماعی دعا میں ناغہ کر دیا کریں تا کہ عوام کے ذہن سے اس طریقہ کی سنیت کا خیال نکل جائے مگر عملی اقدام سے قبل بطریق احسن ملاطفت اور نرمی سے لوگوں کو مسئلہ کی حقیقت سمجھائیں اور خوب ذہن نشین کرائیں تا کہ انتشار وفتنہ کی صورت پیدا نہ ہو....

حضور اکرمؐ روزانہ پانچ بار علانیہ باجماعت نماز ادا فرماتے تھے اگر آپ نے نماز کے بعد کبھی اجتماعی دعا فرمائی ہوتی تو اسے کوئی متنفس تو نقل کرتا مگر ذخیرہ حدیث میں اس کا کوئی نشان نہیں ملتا۔ اگر اس کا استحباب تسلیم بھی کر لیا جائے تو التزام بہر صورت بدعت ہے۔"

(احسن الفتاویٰ جلد 3۔ ص 67-68)

مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا سے متعلق لکھتے ہیں کہ:

"اس طریقہ کو ضروری اور لازمی نہ سمجھا جائے تو مباح ہے۔ مگر سنن ونوافل کے بعد سب کا موجود رہنا اور پھر اس طریقہ سے دعا مانگنا یہ واجب الترک ہے....

عیدین کی نماز یا خطبہ کے بعد خصوصی طور پر دعا مانگنے کا کوئی صریح ثبوت نہیں ہے لیکن

Marfat.com

بخاری اور دیگر صحاح ستہ کی اس حدیث میں جو عورتوں کو عیدین میں جانے اور لے جانے کے متعلق ہے یہ الفاظ وارد ہیں: "فلیشهدن الخیر و دعوة المؤمنین و لیعتزلن المصلّی"

(بخاری باب خروج النساء والحیض إلی المصلّی جلد 1۔ص 133)

یعنی حائضہ عورتیں بھی جائیں اور نیکی اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہو جائیں ہاں نماز سے علیحدہ رہیں۔

اس سے اتنا نکلتا ہے کہ ایک اجتماعی دعا غالباً ہوتی تھی لیکن نماز کے بعد یا خطبہ کے بعد اس کا پتہ کسی روایت سے نہیں ملا۔ پس ایک اجتماعی دعا نماز یا خطبہ کے بعد کر لینا تو ٹھیک ہے لیکن جہاں پر کی جائے اس جگہ کی خصوصیت کو مسنون قرار نہ دیا جائے۔

(کفایت المفتی جلد سوم ص 330، 334۔ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے نواسے خاندانِ فاروقی کے چشم و چراغ حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی (م 1239ھ) اس سوال کہ:

''میّت کی تعزیت کے لیے جانا اور دونوں ہاتھ اٹھا کر سورہ فاتحہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟''

کے جواب میں فرماتے ہیں کہ:

''میّت کی تعزیت کے لیے جانا جائز اور اس کے لیے بخشش کی دعا اور اہل میّت کے لیے بھلائی کی دعا کرنا مستحب ہے چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ:

و یستحب أن یقول لصاحب التعزیة: غفراللّٰه لمیّتك و تجاوز عنه وتغمّده برحمته و رزقك الصّبر علی مصیبته و آجرك علی موته، كذا فی المضمرات ناقلاً عن الحجة و أحسن ذٰلك تعزیة رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم: انّ اللّٰه ما أخذ وله ما أعطی و كلّ شئ عنده بأجل مّسمّی

اور (تعزیت کرنے والے کے لیے) مستحب ہے کہ وہ صاحب مصیبت سے کہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری میّت کے گناہ معاف فرمائے اور اس سے درگزر فرمائے اور اسے اپنی رحمت میں لے لے اور تمہیں اس مصیبت پر صبر کی توفیق دے اور اس کی موت پر صبر کرنے کا اجر عطا فرمائے اور تعزیت کا سب سے بہتر طریقہ وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے (آپ جب کسی کی تعزیت کے لیے تشریف لے جاتے تو صاحب میّت سے فرماتے):

Marfat.com

ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ہے جو اس نے لے لی یا کسی کو دے دی اور ہر چیز کا اس کے ہاں وقت مقرر ہے۔

باقی رہا تعزیت کے وقت (یا صاحب میت کی درخواست پر) دعا میں ہاتھ اٹھانا ثابت ہے، اس لیے اس وقت بھی ہاتھ اٹھانے میں مضائقہ نہیں۔ البتہ تعزیت کے وقت دعا میں سورۃ فاتحہ کی تخصیص منقول نہیں۔ واللہ اعلم۔''

(مسائل اربعین تحت مسئلہ نمبر 32: ''تعزیت میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا'')

موصوف کی یہ بات صحیح ہے کہ ''حدیث سے مطلق دعا میں ہاتھ اٹھانا ثابت ہے، اس وقت بھی ہاتھ اٹھانے میں مضائقہ نہیں۔'' لیکن میت کی مغفرت کے لیے بطور خاص بھی ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا نبی اکرمؐ سے ثابت ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے جب آپؐ کو حضرت ابو عامرؓ کی شہادت کی خبر دی تو آپؐ نے ان کا آخری پیغام سن کر پانی منگوایا، وضو کیا پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی یا اللہ! عبید ابی عامرؓ کو بخش دے۔ آپؐ نے اتنے ہاتھ اٹھائے کہ میں نے آپؐ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی۔ پھر آپؐ نے دعا فرمائی:

اے اللہ قیامت کے دن ابو عامرؓ کو اپنے بہت سے بندوں سے بڑھ کر یعنی زیادہ مرتبے والا بنا....

''دعاا لنبیّ صلّی اللہ علیه وسلّم بماء فتوضأ ثم رفع یدیه فقال: اللّٰھمّ اغفر لعبید أبی عامر و رأیت بیاض إبطیه ثم قال: اللّٰھمّ اجعله یوم القیامة فوق کثیر من خلقك من النّاس....

(صحیح بخاری۔ کتاب المغازی باب غزوۃ اوطاس۔ رقم الحدیث 4323، کتاب الدعوات باب الوضو عندالدعاء رقم الحدیث 6383، صحیح مسلم۔ کتاب فضائل الصحابة باب من فضائل أبی موسیٰ و أبی عامر جلد 2۔ ص 303)

امام نووی مذکورہ روایت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''فیہ استحباب الدعاء واستحباب رفع الیدین فیہ۔'' اس روایت سے میت کے لیے دعا کرنے کا استحباب ثابت ہوتا ہے نیز دعا میں ہاتھ کے اٹھانے کا بھی استحباب ثابت ہوتا ہے۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ اہل میت سے تعزیت کے دوران ہاتھ اٹھا کر

Marfat.com

دعا کرنا خود صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث سے ثابت ہے لہٰذا اسے بدعت اور ناجائز قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ البتہ اس طرح کی دعاء کو ضروری سمجھنا اور اس کا التزام کرنا نیز ہاتھ اٹھا کر دعاء نہ کرنے والوں کو مطعون کرنا یا انہیں غلط یا برا بھلا کہنا صحیح نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ اس حقیر کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبول عطا فرمائے، تمام مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی نصیب فرمائے اور انہیں ہر قسم کی بدعت وضلالت سے محفوظ رکھے۔ آمین یا الٰہ العالمین

اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَ مَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَ اِلَیْہِ اُنِیْبُ

پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی
خطیب مرکزی جامع مسجد
سیدنا معاویہؓ چوک حویلیاں ہزارہ

Marfat.com

بسلسلہ دفاع ناموس انبیائے کرام علیہم السلام

گلزارِ یوسف علیہ السلام

(مؤلفہ دلپذیر بھیروی) کا

تنقیدی جائزہ

مع

موت اور اس کے متعلقات

پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی

Marfat.com